ایک مشہور تاریخی شخصیت

میراں سید محمد جون پوری کی جانب منسوب

فرقۂ مہدویہ

اپنے عقائد و نظریات کی روشنی میں

تالیف

مولانا محمد عبدالقوی

ناظم ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد

ناشر

ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد

سلسلۂ مطبوعات

۸۱

برکات بکڈپو

Barakaath Book Depot

باسم اللہ تعالیٰ

مطالعۂ مہدویت

مہدوی قوم کی معتبر کتابوں کی روشنی میں ان کے نظریات وخیالات کا مطالعہ

حق کے متلاشی مہدوی بھائیوں کے غور وخوض کی خاطر!

باسمہٖ تعالیٰ

تفصیلاتِ طباعت

نام کتاب	مطالعہ مہدویت، مشاہدۂ مہدویت، مہدوی بیان قرآن
مصنف	حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب مدظلہٗ
صفحات	۳۰۴
قیمت	
کمپوزنگ	سید خواجہ نصیرالدین قاسمی
سرورق وطباعت	البلاغ گرافکس حیدرآباد **9441025508**
ناشر	برکات بکڈپو، خواجہ باغ، سعید آباد، حیدرآباد

ملنے کے پتے

تلنگانہ: مکتبہ فیض ابرار نزد مسجد اکبری اکبر باغ، حیدرآباد۔ ۳۶
ادارہ اشرف العلوم خواجہ باغ کالونی، سعید آباد، حیدرآباد۔۵۹

یوپی: مولانا شاہ عالم صاحب گورکھپوری، شعبہ تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند

مہاراشٹر: مولانا مفتی محمد یعقوب صاحب، مدرسہ خیرالمدارس، چودھری نگر ضلع لاتور

کرناٹک: مکتبہ دینیات نزد مدرسہ شاہ ولی اللہ، کیانری روڈ، بنگلور۔ 080-32406733

تمل ناڈو: مولانا مفتی سبیل احمد صاحب قاسمی، مدرسہ رفیق العلوم، آمبور، ضلع ویلور

گجرات: دفتر جمعیۃ علماء ہند (گجرات) ریلیف روڈ، ضلع احمد آباد

فہرست مشمولات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

ان نوجوانوں اور بزرگوں کے نام!

☆ جنکی غیرت ایمانی اور محبت نبویؐ انہیں ہر خلافِ شرع اور خلافِ سنت کلام اور کام سے دور کردیتی ہے۔

☆ جو جادۂ مستقیم کی تلاش اور اس پر ثبات میں کسی ملامت گر کی ملامت سے اور اذیت رساں کی اذیت سے نہیں گھبراتے۔

☆ جو سیدنا وسید وُلدِ آدم حضرت محمد ﷺ کی غلامی پر کسی نسبت کسی عظمت اور کسی دولت کو ترجیح نہیں دیتے۔

☆ جن کا عقیدہ وعمل، نظر وفکر اس شعر کا مصداق ہوتا ہے۔

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست

اگر با و نہ رسیدی تمام بولہبی ست

پیش گفتار

اس رسالہ کے مرتب ہونے کے بعد اس حسنِ ظن کی وجہ سے کہ شاید موجودہ قائدینِ قوم اُن باطل اور نا قابلِ فہم باتوں کے قائل نہوں بلکہ اہل اسلام کے متفق علیہ عقائد ہی کو اختیار کر چکے ہوں —— جیسا کہ اباضیہ کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ وہ لوگ پہلے تو خوارج میں سے تھے، لیکن اب ان کے علماء نے عقائدِ اہل سنت ہی کو اختیار کرلیا ہے —— راقم الحروف نے اس کی زیراکس کاپیاں جسقدر مرشدینِ قوم کے پتے مل سکے بذریعہ رجسٹرڈ پوسٹ اپنے خط کے ساتھ روانہ کیں، مگر ان میں سے بعض حضرات نے رجسٹری قبول ہی نہ کی، بعض نے قبول تو کرلی مگر کوئی جواب نہ دیا، البتہ ایک صاحب سید خدا بخش خوندمیری نے جواب کی زحمت کی مگر ان کے جواب میں مصنفِ رسالہ اسکے اکابر، نیز جماعتِ اسلامی، تبلیغی جماعت، اور بریلوی جماعت پر غیظ وغضب اور الزامات کے علاوہ نفسِ موضوع سے متعلق کچھ ذکر نہ تھا، تین مہینے کے انتظار کے بعد یہ رسالہ علماءِ اہلِ اسلام کی خدمت میں تبصرہ کیلئے روانہ کیا گیا، ان کے جو جوابات آئے، وہ ''تاثرات علماءِ اسلام'' کے نام سے ہدیۂ ناظرین ہیں۔

اس رسالہ کی ترتیب وتبییض نیز کتابت وطباعت کے سلسلہ میں عزیزم مولانا سید خواجہ نصیر الدین قاسمی سلمہٗ نے میرا بہت تعاون کیا ہے، اسی طرح حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہٗ نے بھی انتہائی مصروف ترین ایام میں سے وقت نکال کر احقر کی خواہش پر اس رسالہ کو مکمل مطالعہ فرمایا اور نہایت قیمتی اور پُر مواد مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔ میں ان تمام کا تہہ دل سے ممنون ومشکور ہوں۔ کتاب کا انگریزی ترجمہ بھی ہو چکا ہے، انشاء اللہ عنقریب اس کی اشاعت بھی عمل میں آجائیگی۔

محمد عبدالقوی غفرلہ

۲۳/ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ

باسم اللہ تعالیٰ

تحریر برائے تحقیق مرسلہ بخدمت مرشدین قوم مہدویہ

بگرامی خدمت............................صاحب وفقنا اللّٰہ وایاکم لما یحب ویرضیٰ

سلام مسنون!

میں نے مہدوی قوم کی تصنیفات کا مطالعہ کیا ہے، خصوصاً ’’شواہد الولایت‘‘ کو تفصیل سے دیکھا ہے، میری معلومات کے مطابق بہت سی باتیں اہل اسلام کے عقائد سے متصادم معلوم ہوئیں ، میں از راہِ اخوت وانصاف ، عام مہدوی بھائیوں کو دعوتِ اصلاح دینے سے قبل مرشدین قوم یعنی آپ حضرات سے وضاحت طلبی کو ضروری سمجھتا ہوں کہ آیا

(۱) آپ حضرات انہی خیالات ومعتقدات کے قائل ہیں ، اور قوم کو اسی کی دعوت دیتے ہیں؟

(۲) اگر ایسا ہی ہے تو کیا آپ حضرات کتاب وسنت اور اجماعِ امت سے ان باتوں کی توثیق فرما سکتے ہیں؟

(۳) اور اگر آپ کے نزدیک بھی یہ خیالات ایسے ہی بے اصل اور غلط ہیں جیسے اہل اسلام کے نزدیک تو ان کتابوں اور ان کے مصنفین کے بارے میں آپ کا کیا فیصلہ ہے؟ ان پر مذہب کی تحقیق کے سلسلہ میں بھروسہ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۴) اگر یہ کتب معتبر نہیں! تو آپ حضرات کے صحیح معتقدات کو جاننے کے لئے کن کتابوں سے مراجعت کی جانی چاہیے، کیا اس سلسلہ میں کوئی معتبر مواد مل سکتا ہے؟

(۵) مہدوی کتب سے اقتباسات کو نقل کرنے میں کہیں آپ خیانت محسوس کرتے

ہیں تو آپ کو حق ہے کہ نشاندہی فرمائیں، لیکن پھر بھی از راہِ حق وانصاف مذکورہ بالا سوالات کے جوابات سے نوازنا آپ کی ذمہ داری ہے۔

مخفی مباد کہ میرا مقصد کسی کی توہین وتحقیر نہیں محض اللہ کے واسطے صراطِ مستقیم کی تحقیق کرنا اور سب بھائیوں کو اس کی دعوت دینا ہے، تاکہ ہم سب مرنے کے بعد چین وسکون اور خوشنودیٔ رب کی زندگی گذار سکیں۔

امید کہ اسی نقطہ نظر سے آپ بھی غور فرما کر جواب سے نوازینگے۔اور غیر متعلقہ مسائل کو چھیڑے بغیر نفسِ موضوع پر کلام فرمائیں گے۔ بینوا ولا تکتموا رحمکم اللّٰہ

جناب خدا بخش خوندمیری مہدوی کا خط بنام مصنفِ کتاب بہ عنوان[1]
کھلا خط بنام جناب محمد عبدالقوی صاحب

آپ کا مرسلہ مکتوب بعنوان ''مطالعہ مہدویت'' وصول کیا، آپ کے اور ہمارے درمیان ایک ''دلال'' کا ہونا بہرحال ثابت ہے اب یہ اور بات ہے کہ ''دلال'' عموماً ''کمیشن یا معمول'' لیتے ہیں مگر یہ اپنی نوعیت کا واحد دلال ہے کہ خود مال ودولت دے کر اپنے نفس امّارہ کی تسکین کے سامان مہیا کر لیتا ہے اور اسطرح قرآنی الفاظ میں ''منافق اور فاسق'' ہونے کا ثبوت دیتا ہے۔
آپ نے جگہ جگہ حضرت میراں سید محمد مہدی خلیفۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ''میراں صاحب'' سے مخاطب کیا۔جس کا ہمیں کوئی افسوس ورنج نہیں کیونکہ اس سے جہاں تک ایک طرف آپ کی باطنی خباثت کی نشاندھی ہوتی ہے، وہیں مشرک وکافر مضمون نگار اور تاریخ نویس سے آپ کی ہم آہنگی اور ر

[1] مہدوی قائدین میں سے جس ایک کے خط کا ذکر پیش گفتار میں میں نے کیا تھا۔

مماثلت بھی ظاہر ہوتی ہے۔وہ سب بھی حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کو"محمد صاحب" کے نام سے مخاطب کرتے ہیں۔ان سب کے اور آپ کے درمیان مماثل ومشترکہ طور پر بے ادب ہونا کوئی تعجب خیز بات نہیں۔البتہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ آپ کو یہ ہدایت دی گئی کہ دوسروں کے مقتداؤں کو بُرا بھلا مت کہو۔خیر!!

آپ نے دوسروں کے گریبان چاک کرنے میں بے حد مستعدی دکھلائی لیکن اپنے گریبان میں جھانکنے کی سعی نہیں کی کہ کتنے ناسور لئے بیٹھے ہیں،جن کا علاج نہ تو آپ کے پاس ممکن ہے اور نہ ہی So-called مسلمان اور علمائے مسلمان کے پاس ہے۔ چند ایک ناسوروں کی ہم نشاندہی کرتے ہیں جنہیں آپ ہمارا ابتدائیہ کہہ سکتے ہیں۔اول تا آخر ناسور پر ہم بعد میں بات کریں گے۔

اس بھڑاس کے نکالنے کے بعد موصوف نے مصنفِ کتاب،مسلمانوں کے مختلف مسالک —— تبلیغی جماعت ، جماعتِ اسلامی ، جماعتِ اہلِ حدیث ، اور بریلوی جماعت کے اکابر —— کے علاوہ شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی بعض بے سروپا ۹؍عبارتیں جن میں سے بعض تو اصل کتابوں میں موجود ہی نہیں ہیں، بعض تحریف کردہ ہیں،اور بعض کا موصوف کے مدعا سے کوئی تعلق نہیں ہے نقل کرکے فتح کا جشن منایا ہے اور وعدہ کیا ہے کہ عندالضرورت اور بھی ایسی باتوں کے انبار لگا دیں گے، (چاہے مہدویت کے ثبوت وعدمِ ثبوت سے ان کا کوئی تعلق ہی نہ ہو) اس کے بعد فرماتے ہیں:

شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی ہوں کہ رشید احمد گنگوہی ہوں کہ سید ابوالاعلیٰ مودودی ان سبھوں کا دعویٰ یہی ہے کہ ان کا بتلایا ہوا راستہ''اسلام''ہے ان کے بتلائے ہوئے راستہ پر نہ چلنے یا اس سے انکار کرنے کی سزا سوائے ہلاکت اور دوزخ کے

کچھ نہیں ، مذکورہ دعوؤں کی روشنی میں آپ اس بات کی نشاندہی کیجئے کہ آج کی دنیا میں کتنے ایسے "مسلمان" ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں اور نجات جن کا مقدر ہے۔

ہم نے شروع تخاطب ہی میں کہد یا ہے کہ اوپر جو کچھ ہم نے لکھا ہے ، یہ ہمارا ابتدائیہ ہے ۔تفصیلات تو آگے اور بھی آپ کو ملیں گے ۔ ابھی تبلیغی جماعت ، دیوبندی ، بریلوی افکار ہماری زد میں آنا باقی ہیں ۔اس کے علاوہ اہل قرآن اور اہلِ حدیث اور مولوی وحیدالدین خان ،ڈاکٹر اسرار احمد لاہوری ، وغیرہ وغیرہ بھی قابلِ گرفت ہیں ۔ پتہ نہیں آپ کس درجہ کے مسلمان ہیں اور کس اسلام کے گن گاتے ہیں۔

بعد ازاں "پس لفظ" کے عنوان کے تحت امت کے تہتر فرقوں میں بٹ جانے کی پیشین گوئی والی حدیث کو نقل کر کے پھر جوش میں آ گئے:

یہ سوال نہایت اہم ہو جاتا ہے کہ ماضی بعید، ماضی قریب اور موجودہ ایک صدی میں جتنے بھی فرقے وجود میں آئے ہیں، آیا وہ داخل اسلام ہیں یا خارج از اسلام ہیں ۔ یا پھر فقط اہلِ تسنن ہی مسلمان ہیں جن میں وہابی ، دیوبند کے دونوں دھڑے ، بریلوی ، تبلیغی جماعت ، جماعتِ اسلامی ، اہل قرآن اہل حدیث اور اہل طریقت و مشیخت وغیرہ وغیرہ ۔اب ان میں کون ہالک یا دوزخی اور کون جنتی ؟ اس سوال کا جواب آپ جیسے خبیث فطرت رکھنے والے اور آپ کے دلال ہی دے سکتے ہیں۔

فقیر سید خدا بخش خوندمیری میانجی مہدوی (دائرہ نو)

باسمہ اللہ تعالیٰ

تحریر برائے تحقیق مُرسلہ بخدمت علماء اسلام

بگرامی خدمت محترم ومکرم مولانا.................................صاحب زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض ہے کہ بعض اصحاب کے تقاضے اور بعض مسائل کی تحقیق وجستجو میں ہمارے علاقے میں موجود" قومِ مہدویہ" کی کتب دیکھنے کا موقع ملا، اسمیں بہت سی باتیں "عقائدِ اسلام" سے بالکل مختلف پائی گئیں، ان سب کو جمع کر کے آنمحترم کی خدمت میں بغرض تحقیق پیش کرر ہا ہوں

ان حضرات نے مسلمانوں کو اہلِ کتاب کے مماثل قرار دے کر انہی جیسا معاملہ کرنے کا حکم دیا ہے، ادھر کم علمی وناواقفیت سے بہت سے مسلمان مہدویت اور اہل سنت کے درمیان صرف "ظہور وعدمِ ظہور مہدی'' ہی کا فرق جان کر انہیں دیگر جماعتوں کی طرح اہل سنت ہی کا ایک گروہ سمجھتے ہیں، جبکہ بنیادی اور اعتقادی مسائل میں بھی وہ اہل اسلام سے شدید اختلاف رکھتے ہیں، چونکہ شرعی احکام کا معاملہ ہے، اس لئے گذارش ہے کہ اس رسالہ کو بغور ملاحظہ فرما کر ان عقائد کی حیثیت، شریعتِ اسلامی کی روشنی میں کیا ہے؟ متعین فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

واضح ہو کہ مہدوی بھائیوں کا ایک سنجیدہ وتعلیم یافتہ طبقہ ان باتوں کے علم میں آنے کے بعد سے اس سلسلہ میں شرعی راہنمائی کا منتظر ہے، ہوسکتا ہے کہ اللہ پاک کے بہت سے باتوفیق بندے راہِ حق کو قبول کر کے اُخروی کامیابی سے ہمکنار ہوسکیں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ

محمد عبدالقوی غفرلہ

تاثرات علماء اسلام

بر مطالعہ مہدویت

حضرت مولانا مفتی محمد راشد صاحب اعظمی مدظلہٗ

استاذ تفسیر دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ

فرقۂ مہدویہ کے قائد و بانی سید محمد بن سید یوسف جونپوری شہر جونپور میں پیدا ہوئے اور وہیں انھوں نے تکمیلِ علوم کے مراحل طے کیے، ناچیز بھی ایک طویل زمانے تک اسی شہر میں تحصیلِ علم کے سلسلہ میں قیام پذیر رہا، بچپن ہی سے سید موصوف کے بارے میں سنتا رہا، ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا شوق رہا، جہاں تک مجھے معلوم ہے خود ان کی کوئی تصنیف نہیں ہے جس سے ان کے عقائد و خیالات براہِ راست معلوم ہو سکیں، ان کے خلفاء، جانشینوں اور متوسلین کے واسطہ سے ان کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہوتی ہیں، لیکن ان کے بارے میں جو کچھ بھی قوم کی معتبر اور متفق علیہ کتابوں میں منقول ہے وہ ایسی باتیں ہیں جو ایک صحیح عقل اور معتدل طبیعت رکھنے والے مسلمان کو حیرت زدہ کر دیتی ہیں، کیونکہ اگر وہ حقیقۃً عالمِ ربانی، قرآن و حدیث کے سچے پیرو اور دینِ اسلام کے خادم تھے تو ان باتوں کی ان کی طرف نسبت صحیح نہیں مانی جا سکتی، اور اگر وہ باتیں انہی کی کہی ہوئی ہیں تو پھر انھیں کس طرح ایک صحیح فکر اور معتدل رائے رکھنے والی ہستی

کہا جاسکتا ہے؟ جب کہ اس لٹریچر میں قرآن کریم کی آیات میں کھلی ہوئی تحریفات، کتاب وسنت کے مسلمات سے انحراف اور اسلامی اخلاق سے گرے ہوئے اعمال ان کی طرف منسوب ہیں۔ مثلاً سورۂ احزاب کی یہ آیت "اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الخ" کے بارے میں ان کا یہ کہنا کہ یہ آیت ان کے بیٹے اور بہو کے بارے میں نازل ہوئی، جب کہ آیت کے نزول کے تقریباً دس صدی بعد ان کے بیٹے اور بہو عالمِ وجود میں آئے، یہ بات واضح رہے کہ مصداق بننے اور متعین طور پر سببِ نزول بننے میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ اسی طرح اپنی بہو کے ساتھ سید صاحب کا یہ عمل کہ "جب اُن کی بہو اُن کے گھر میں داخل ہوئیں تو انھوں نے اٹھ کر انھیں سینے سے لگایا" اس کے جواز کی کیا شرعی توجیہ کی جاسکتی ہے؟

اللہ جزائے خیر دے حضرت مولانا محمد عبد القوی صاحب مدظلہٗ العالی مہتمم ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد کو کہ انہوں نے مہدوی قوم کی معتبر کتابوں کا بڑی دل سوزی اور عرق ریزی سے مطالعہ کر کے انتہائی متانت اور سنجیدگی کے ساتھ ان کے عقائد وخیالات کا خاکہ ان کی ہدایت اور دوسروں کی عبرت کے لئے اس رسالہ میں پیش کر دیا ہے۔ امید ہے کہ یہ رسالہ طالبینِ حق کے لئے بہترین رہنما اور غور وفکر کرنے والوں کے لئے بہترین معاون ثابت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی اس مخلصانہ محنت کو قبول فرما کر اپنے بندوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائیں۔ آمین

احقر محمد راشد اعظمی

مدرس دار العلوم دیوبند

۲؍صفر ۱۴۳۰ ہجری

حضرت مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری دامت برکاتہم
استاذِ حدیث وفقہ مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہٖ سبحانہ وتعالیٰ

نحمدهٗ ونصلی علی رسوله الكريم، اما بعد!

"اہلِ سنت والجماعت" کا سلفاً وخلفاً یہ مضبوط عقیدہ رہا ہے کہ قیامت کے بالکل قریبی زمانہ میں جب کہ پوری امتِ محمدیہ سخت خلفشار کا شکار ہوگی، خانوادۂ نبوت کے چشم و چراغ سید احمد المعروف بہ "خلیفۃ اللہ المہدی" ظاہر ہوں گے، اور لوگ انہیں اپنا مقتدا بنالیں گے اور ان کی کمان میں کفار سے جہاد شروع ہوگا اور ان کی حیات ہی میں دجال کا ظہور ہوگا اور پھر سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نازل ہوکر دجال کو جہنم رسید فرمائیں گے۔ ان تمام تفصیلات کا ثبوت واضح اور ناقابلِ تردید دلائل سے ہوتا ہے، جن کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

لیکن عجیب اتفاق ہے کہ امت میں وقتاً فوقتاً کچھ لوگوں کو خواہ مخواہ مہدی بننے کا خبط سوار ہوتا رہا ہے، اور اس پر طرہ یہ کہ جتنا خود وہ مدعیِ مہدویت اپنے بارے میں دعویٰ کرتا ہے اس سے کہیں آگے بڑھا کر اس کے عقیدت کش اس کے بارے میں بے اصل اور مبالغہ آمیز دعوے اور جعلی مہدویت کو فروغ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

ہندوستان کے مشہور شہر "جون پور" میں بھی ایک شخص پر "مہدویت" کا ایسا جذب چڑھا کہ انہوں نے اپنے جانثاروں کے ساتھ مل کر ایک مستقل فرقہ کی طرح ڈال دی، اور پھر ان کے جانشینوں نے اسلامی مخصوص القاب واصطلاحات کو مذکورہ مدعیِ مہدویت اور ان کے حوالی موالی پر منطبق کر کے ایسا حلیہ بگاڑا کہ اربابِ انصاف نے ورطہ حیرت میں پڑ کر دانتوں نیچے انگلیاں دبالیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ یہ فرقہ بھی

تاریخِ تلبیس کے اوراق میں گم ہوکر رہ گیا، مگر کہیں کہیں اس کے گم گشتہ باقیات اپنے وجود کا احساس دلاتے رہتے ہیں، جیسا کہ حیدرآباد کے اطراف میں اس فرقہ کے پنپنے کی خبریں ملتی رہتی ہیں، اس لئے بجاطور پر ضرورت تھی کہ اس گمراہ فرقہ کے خدوخال عوام وخواص کے سامنے لاکر امت کو گمراہی سے بچانے کی سعیِ محمود کی جائے۔

الحمدللہ یہ ضروری خدمت بافیض اور معتبر عالمِ دین حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب زیدمجدہم ناظم "ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد" کے حصہ میں آئی، جنہوں نے اس فرقہ کے مستند مراجع سے منتخب کرکے ایسے اقتباسات حسنِ ترتیب کے ساتھ جمع فرمادئے جنہیں پڑھ کر عوام وخواص اس فرقہ کے اصل نظریات وتلبیسات پر مطلع ہوسکتے ہیں اور امت کو گمراہی سے بچانے کا فریضہ انجام دے سکتے ہیں۔

مجھے امید ہے کہ اگر مہدوی فرقہ کے افراد بھی انصاف کے ساتھ اس رسالہ کا مطالعہ کریں گے تو ان کو بھی یقیناً فائدہ پہنچے گا، اور کیا عجب ہے کہ یہی رسالہ ان کی ہدایت کا سبب اور ذریعہ بن جائے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا موصوف کی اس گراں قدر خدمت کو قبول فرمائیں اور اس کا نفع عام فرمائیں، آمین۔

والسلام

احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہٗ

۱۱/۴/۱۴۳۰ھ

مناظر اسلام علامہ سید طاہر حسین گیاوی دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا محمد عبد القوی صاحب مدظلہٗ العالی مہتمم مدرسہ اشرف العلوم حیدر آباد کی مرتبہ کتاب "مطالعہ مہدویت" کے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، اس کتاب میں مرتبِ موصوف نے مہدوی عقائد کو خود اُن کی مستند کتابوں سے نقل فرمایا، جس کے بعد کسی کے لئے انکار کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی ہے اور اس بات کا احتمال ختم ہو جاتا ہے کہ شاید یہ عقائد ان کی طرف غلط منسوب کر دئے گئے ہوں، کیونکہ مرتب نے "عقائدِ مہدویہ" خود اُن کے معتمد مصنّفین کی اپنی تحریروں سے واضح کی ہیں، اور عبارات بھی ایسی غیر مبہم ہیں جن کی مراد بھی متعین و معلوم ہے۔ پھر مرتبِ موصوف نے جگہ جگہ اُن "مہدوی عقائد" کا کتاب وسنت سے انحراف اور عقائدِ اہل اسلام سے تصادم واختلاف واضح فرما دیا ہے۔ اور یہ سب کچھ نہایت سنجیدہ، متین اور پر وقار انداز میں تحریر فرمایا ہے، جس سے کسی بھی منصف مزاج کے لئے اس مسئلہ میں صحیح نتیجہ تک پہونچنا بہت آسان ہو جاتا ہے، یہ کتاب ہر خاص وعام کے لئے پُر از معلومات اور قابلِ استفادہ ہے۔

اللہ پاک مصنف کو ہم سب کی طرف سے اجرِ جزیل عطا فرمائے اور کتاب کو شرفِ قبول سے نوازے اور ان عقائد کے حاملین کو قبولِ حق کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین ثم آمین

سید طاہر حسین گیاوی

حضرت مولانا شاہ عالم گورکھپوری دامت برکاتہم

انچارج شعبۂ تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند

باسمہٖ تعالیٰ

اسلامی عقائد و نظریات میں ظہورِ مہدی کا عقیدہ ایک پختہ عقیدہ ہے، جس کی واضح سے واضح تر تفصیلات احادیث وعقائد کی معتبر کتابوں میں درج ہیں، اس کے باوجود یہ بھی ایک عجیب تاریخی حقیقت ہے کہ زیادہ تر گمراہ فرقے اسی راستے سے وجود میں آئے ہیں جو اسلام ہی کے نام پر اسلام پر حملہ آور ہوتے رہے اور باری باری اپنی موت مرتے رہے۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی مہدویت کا فتنہ بھی ہے جو ۹ ویں صدی ہجری میں سید محمد جونپوری کے ذریعہ ہندوستان میں وجود میں آیا۔

یہ فتنہ اپنے وقت میں قادیانیت سے کہیں زیادہ طاقتور اور خطرناک تھا، اس کے ماننے والوں میں ہزارہا ہزار کی تعداد ایسے جانبازوں کی تھی جو دنیا و مافیھا سے بے نیاز ہوکر اس وقت کی حکومتوں سے ٹکرانے کا عزم اپنے اندر رکھتے تھے، لیکن آج دنیا دیکھ رہی ہے کہ کچھ ہی عرصہ بعد اس فتنہ کے بانی اور ان کے متوالے سب کے سب پیوندِ خاک ہوکر قصہ پارینہ بن چکے ہیں لیکن جو باقی رہ گئے ہیں وہ بھی اچھی خاصی تعداد میں ہیں جو ملک کے مختلف علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔

اللہ جزائے خیر دے حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب مدظلہٗ ناظم مدرسہ اشرف العلوم حیدرآباد کو کہ موصوف نے اس فرقے کی ہدایت کی طرف توجہ فرما کر یہ رسالہ مرتب فرمایا ہے۔ حقیقتِ حال یہ ہے کہ مہدویوں کے اصل مراجع اور ماٰخذ کو دیکھنا تو خواب کی باتیں ہیں، اس موضوع پر اپنے مستند علماء کی لکھی ہوئی کتابیں بھی مارکیٹ میں دستیاب نہیں

ہیں۔خصوصاًاس فتنہ کے اصل مراجع اوراس کے رَد میں لکھی جانے والی کتابوں سے بیشتر لائبریریاں خالی ہیں، جب کہ مہدویت کا یہ فتنہ ناپید نہیں ہوا، بلکہ ابھی زندہ ہے، سانس لے رہا ہے۔ ان حالات میں یہ خوش آئند بات ہے کہ ایک ضرورت کی تکمیل مولانا موصوف کے ذریعہ ہورہی ہے۔ **فجزاهم الله خيراً**

راقم سطور نے پورے مسودہ کو بغور پڑھا اوراس موضوع پراس سے اپنی علمی پیاس بجھائی بلکہ حضرت مولانا کی عالی ظرفی اورحسنِ اخلاق کے بھروسے کتاب کوخوب سے خوب تر بنانے کے لئے جومفید مشورے ہوسکتے تھے وہ بھی دے ڈالے تاکہ کتاب جامع بن کرمنظرعام پرآئے۔انشاءاللہ قارئین خودمحسوس کریں گے کہ سلیس وشگفتہ زبان میں یہ کتاب اپنے موضوع پرایک نادرتحفہ ہے۔اللہ رب العزت اس کانفع عام وتام فرمائے۔

والسلام

شاہ عالم گورکھپوری

دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا عبداللہ معروفی صاحب دامت برکاتہم
استاذ تخصص فی الحدیث دارالعلوم دیوبند

نحمد اللہ تعالیٰ ونصلّی علیٰ رسولہٖ الکریم وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین وبعد!

صحیحین کے علاوہ حدیثِ شریف کی تقریباً سبھی کتابوں میں قیامت کے قریب "ظہورِ مہدی" سے متعلق روایات واحادیث بکثرت موجود ہیں جن میں مہدیِ موعود کی صفات وفضائل، نام ونسب، حلیہ، جائے ولادت، جائے ہجرت، آپ کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کیے جانے کی جگہ اوراس کی نوعیت، مدتِ خلافت، حتیٰ کہ وفات وجائے وفات وغیرہ امور پوری وضاحت کے ساتھ وارد ہوئے ہیں، اس لئے اس میں ذرّہ برابر شبہ نہیں کہ "ظہورِ مہدی" کا واقعہ قربِ قیامت میں پیش آنے والا ہے، یہ بات تواتر سے ثابت ہے، انکار کی گنجائش نہیں، البتہ دیگر علاماتِ قیامت کی طرح "ظہورِ مہدی" کا وقت بھی بہ حکمتِ خداوندی مبہم رکھا گیا ہے، متعین طور سے اس کا وقت کسی حدیث میں وارد نہیں ہے، اس سلسلہ میں حافظ جلال الدین سیوطیؒ (متوفی ۹۱۱ھ) کا ایک مستقل رسالہ "العرف الوردی" ہے جس میں مہدیِ موعود سے متعلق روایات وآثار کو جمع کر دیا گیا ہے، علامہ سفارینی نے "شرحِ عقیدۂ سفارینیہ" میں ان تمام احادیث کی تلخیص کی ہے اوران کو خاص ترتیب سے بیان فرمایا ہے، حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے بھی اس سلسلہ میں ایک تحقیقی رسالہ قلم بند فرمایا ہے۔

احادیثِ شریف کے بہ موجب حضرت مہدیِ موعود کا نام محمد اور والد کا نام عبداللہ ہوگا، آپ نسب وخاندان کے اعتبار سے حسنی سید ہوں گے، آپ کے ہاتھ پر بیعت مکہ معظّمہ میں مقامِ ابراہیم اور حجرِ اسود کے درمیان ہوگی، آپ خلیفہ ہونے کے بعد روئے

زمین کو اسی طرح عدل وانصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ پہلے ظلم وستم سے بھری ہوگی۔ (مزید دیکھئے: سنن ابوداؤد، کتاب الفتن حدیث ۴۲۸۲ تا ۴۲۹۰۔ سنن ترمذی: کتاب الفتن، باب ماجاء فی المہدی)

حضورِ اکرم ﷺ کی پیشین گوئی "**یبعث فی امتی کذابون دجالون الخ**" کے مطابق مختلف ادوار میں کذاب ودجال قسم کے لوگ سر ابھارتے رہے ہیں، ان میں سے بعض تو واقعی نبوت کے دعویدار ہوگئے، اور بعض نے صرف مہدیِ موعود ہونے کا دعویٰ کیا، مگر "پیراں نمی پرند ومریداں می پرانند" کے بموجب ان کے متبعین ان کے حق میں نبوت اوراس کے لوازمات سے کم پر کہاں راضی ہوسکتے تھے؟ چنانچہ مریدین ومتبعین کی کرم فرمائی سے جملہ حقوق ولوازماتِ نبوت سے بھی سرفراز فرمادیئے گئے۔

ایسا ہی کچھ محمد بن یوسف جونپوری (ولادت ۸۴۷ھ/ وفات ۹۱۰ھ) نامی شخصیت کے ساتھ ہوا جو ہندوستان میں فرقہ مہدویہ کے بانی ہیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ اس فرقہ اوراس کے بانی سے متعلق تاریخی تاریخ پس منظر پر بھی کچھ روشنی ڈال دی جائے، چنانچہ مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کی اپنی بے مثال اور تحقیقی کتاب "تاریخ دعوت وعزیمت ۴/ ۵۶ تا ۶۱" میں مذکورہ اس موضوع پر ایک جامع مضمون کی تلخیص ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہے، وہ فرماتے ہیں:

"سید محمد جونپوری باطنی اور خلقی طور پر ان عالی استعداد اور قوی الباطن لوگوں میں تھے جو زمانۂ دراز کے بعد پیدا ہوتے ہیں، وہ عنفوانِ شباب ہی میں بڑے جری وشجاع، اپنے ماحول اور دور کے حالات سے غیر مطمئن، بے محابا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے تھے، اوراسی وجہ سے اسی زمانہ میں ان کو "اسد العلماء" کا خطاب دیا گیا تھا۔ سلوک کی تعلیم شیخ دانیال سے حاصل کی تھی، اور شدید ریاضت ومجاہدہ کیا، پہاڑوں اور وادیوں میں عرصہ تک گوشہ نشینی اختیار کی، جس کا اکثر نتیجہ (بالخصوص جب کہ شیخِ کامل کی

رہنمائی حاصل نہ ہو) ایسے واردات واشارات ہوتے ہیں جن سے لغزش کا اندیشہ اور بعض اوقات غلط یقین کا حصول ہوتا ہے اور ایسا شخص جو مقامِ تحقیق ورسوخ تک نہ پہونچا ہو الفاظ اور اشاراتِ غیبی کو غلط معنی میں سمجھ سکتا ہے، چنانچہ انھوں نے اسی دوران کسی سفر میں مہدی ہونے کا دعویٰ کیا، اس کے بعد بھی متعدد بار مختلف مقامات پر اپنے "مہدیِ موعود" ہونے کا اعلان کیا، اور اس پر ایمان لانے کی دعوت دی۔"

ان کے مجاہدانہ کمالات، ذاتی اوصاف اور تحریک کے مختلف ادوار کے ذکر کے بعد مولانا موصوفؒ فرماتے ہیں:

"حالتِ سکر میں یا مفہوم ومراد صحیح طور پر نہ سمجھنے کی بنا پر ان سے اپنی ذات کے متعلق متعدد بار اور صریح طریقہ پر ایسے اقوال اور دعاوی صادر ہوئے جن کی تاویل وتوجیہ مشکل ہے، اور جنھوں نے ان کے متبعین کو (ابتداء میں ان کی نیت کتنی ہی صحیح اور ان کا جذبہ دینی کتنا ہی قابلِ قدر رہو) آسانی کے ساتھ ایک مخالفِ جمہور اور مخالفِ اہلِ سنت فرقہ کی شکل دے دی جس نے ان اقوال کا سہارا لیا اور ان پر اپنے عقیدہ کی بنیاد رکھی، بعد کے آنے والوں اور غالی معتقدین نے (جیسا کہ قاعدہ ہے) ان میں اضافہ کیا، اور ان کی تقدیس وتعظیم میں اتنا غلو سے کام لیا کہ ان کو انبیاء کا ہمسر اور بعض سے افضل وبرتر بنا دیا، اور بعض بعض انتہاء پسندوں اور غالیوں نے رسول اللہ ﷺ سے بھی ہمسری ومساوات کے عقیدہ تک پہونچا دیا، اور بعض نے یہاں تک غلو کیا کہ "اگر کتاب وسنت ان کے کسی قول وفعل کے مخالف ہوں تو کتاب وسنت کا اعتبار نہیں" اسی طرح سے اس بارے میں بھی بہت غلو کیا گیا کہ جو مسلمان انوارِ الٰہی کا مشاہدہ اپنی آنکھ یا دل سے سوتے یا جاگتے کبھی نہ کرے وہ مؤمن نہیں ہے۔ عام مسلمانوں اور اس فرقہ کے درمیان یہ خلیج مرورِ زمانہ سے وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی گئی، یہاں تک کہ مہدوی ایک الگ فرقہ بن کر اہلِ سنت والجماعت (بلکہ اہلِ اسلام) سے کٹ گئے، اور وہ مقاصد فوت ہو گئے جن کے لئے یہ تحریک شروع ہوئی تھی اور جو غالباً اس تحریک کے بانی کے پیشِ نظر تھے۔"

دسویں صدی کے وسط تک اس جماعت کے اثرات ہندوستان اور افغانستان پر قائم رہے اور دکن میں اس کے پیروؤں کی کئی سلطنتیں قائم ہوئیں، دسویں صدی کے آخر میں مہدویوں کی طاقت اور تعداد میں اضافہ ہو چکا تھا، اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اسماعیل نظام شاہ بن برہان نظام شاہ ثانی کے زمانۂ حکومت (۹۹۶ھ تا ۹۹۸ھ) میں جمال خاں مہدوی نے جو منصب دارانِ صدہ میں سے تھا احمد نگر میں مہماتِ شاہی کی باگ اپنے ہاتھ میں لی، اسماعیل نظام شاہ کو بھی جو خورد سال تھا اپنے مذہب میں لے آیا، تھوڑے زمانہ میں ہندوستان کے اطراف و جوانب سے طائفہ مہدویہ جمع ہو گیا، جمال خاں کے گرد و پیش دس ہزار کے قریب مہدوی جمع ہو گئے، اور اس نے احمد نگر کی سلطنت پر پورا تسلط حاصل کرلیا، جب برہان نظام شاہ جو باہر چلا گیا احمد نگر سنہ ۹۹۸ھ میں واپس ہوا تو اس نے مذہبِ مہدویہ کو جس کا رواج ہو گیا تھا خارج کیا اور سابق کی طرح مذہبِ اثنا عشری نے رواج پایا۔

مختصر یہ کہ فتنۂ مہدویت کا زور گیارہویں صدی ہجری سے اگر چہ کم ہوتا چلا گیا، بلکہ بعد میں تو اس کی جگہ دوسرے فتنوں نے لے لی، تاہم دکن، گجرات، مہاراشٹرا وغیرہ متعدد علاقوں میں اس فرقہ کے باقیات اب بھی پائے جاتے ہیں، تاریخی شہر حیدرآباد میں اس کے موروثی خاندان چلے آرہے ہیں اور اپنے باطل عقائد و روایات کو نہ صرف مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں بلکہ ان کی تبلیغ و اشاعت میں بھی سرگرمِ عمل ہیں، چونکہ ان لوگوں کی وضع قطع اور ظاہری رہن سہن اہلِ سنت والجماعت کے دیندار طبقہ سے ملتا جلتا ہے، اور عمومی طور سے اس فرقہ کے عقائد سے لوگ ناواقف ہیں، نیز بہت سے لوگ ان کو بھی مسلمانوں کا ایک فرقہ تصور کرتے ہیں، اس لئے ان کے ساتھ رہنے والے سنی بھائیوں کا ان سے متاثر ہوکر گمراہ ہونا بعید نہیں، بلکہ ایسے واقعات رونما بھی ہوتے رہتے ہیں، اس صورتِ حال نے سرزمینِ حیدرآباد کی ایک فکرمند، مخلص اور فعال شخصیت مکرمی حضرت

مولانا محمد عبدالقوی صاحب زیدمجدہٗ کو بے چین کردیا، مولانا موصوف نے بڑی محنت سے اس فرقہ کی امہاتِ کتب کو حاصل کرکے ان کا بغور مطالعہ فرمایا اور پوری جاں کاہی ودلسوزی، اور فراستِ ایمانی کیساتھ اس فرقہ کے عقائد ونظریات کا اسلامی عقائد ونظریات سے موازنہ کرکے مدلل طریقہ پر ثابت کردکھایا کہ اس فرقہ کا ''اہلِ سنت والجماعت'' سے اختلاف فروعی نہیں بلکہ اصولی وبنیادی ہے۔ اگر اس فرقہ سے منسوب افراد واقعی اسی طرح کے عقائد رکھتے ہیں جوان کے بڑوں کی کتابوں سے ظاہر ہیں جنھیں مؤلف زیدمجدہٗ نے باحوالہ نقل فرمایا ہے تو بلاشبہ وہ دائرۂ ایمان سے خارج ہیں۔

ہم محترم مولانا محمد عبدالقوی صاحب زیدمجدہٗ کی اس تحریر سے نہ صرف اتفاق کرتے ہیں بلکہ ان کے اس مخلصانہ ومحققانہ کارنامے پر خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو شرفِ قبولیت بخشے اور مہدوی بھائیوں کو نجاتِ آخرت کی فکر کرتے ہوئے صحیح سمت میں سوچنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

فقط

عبداللہ معروفی غفرلہٗ

خادم طلبہ تخصص فی الحدیث دارالعلوم دیوبند

۲۰/محرم الحرام ۱۴۳۰ھ

حضرت مولانا شعیب اللہ خان صاحب دامت برکاتہم
مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم وخطیب مسجد بیدواڑی بنگلور کرناٹک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین ،والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین ، اما بعد:

یہ بات مخفی نہیں کہ ہر دور میں کسی نہ کسی فتنے نے اسلام اور اس کی تعلیمات کو مسخ کرنے ، اس کی بیخ کنی کرنے ،اس کو اصلیت سے ہٹانے اور اس کی جگہ غیر اسلامی نظریات وخیالات کو رائج کرنے کی کوشش وسازش کی ہے،اور اس کا سلسلہ ختم نہیں ہوا بلکہ آئے دن یہ ناکام ونامراد فتنے اپنے طور پر سازش وکوشش کرتے رہتے ہیں۔مگر اسی کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالی اپنے ارشاد گرامی:"**اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ** "کے مطابق ان فتنوں کو ناکام ونامراد بناتے رہے ہیں۔

انہی فتنوں میں سے ایک فتنہ"مہدویت" بھی ہے جو اسلام کی تعلیمات سے ہٹ کر نئے نئے عقائد ومسائل،من گھڑت وخودتراشیدہ اعمال وافعال کو اسلام کے نام سے پیش کرکے لوگوں کو گمراہی کے دلدل میں پھنسانے کی کوشش کرتا رہا ہے،حالانکہ اسلام کے بعد کسی اور قسم کے نظریات وعقائد یا اعمال ووظائف کو دین کی حیثیت دینا ایک کھلی ہوئی گمراہی ہے۔مگر عجیب بات یہ ہے کہ"مہدوی امت" اپنے کتابوں اور لٹریچر کو لوگوں سے چھپاتی اور مخفی رکھنے کی کوشش کرتی ہے،اس لئے اس کی اصلیت کو جاننا بھی ایک مسئلہ بنا ہوا ہے، جیسے شیعہ وقادیانی وغیرہ لوگوں کا بھی یہی وطیرہ ہے جس کی وجہ سے ان کے باطل عقائد ومزعومات عوام الناس سے اول وہلے میں چھپے رہ جاتے ہیں۔اسی بنا پر بہت سے لوگ ''مہدویت" کے باطل عقائد ونظریات سے ناواقف ہیں اور مہدوی لوگوں سے شادی بیاہ کا تعلق بھی رکھتے ہیں،اور بلا کسی ریب وشک ان کو اپنے جیسا مسلمان بھی سمجھتے ہیں،

حالانکہ "مہدویت" اسلام سے ہٹ کر ایک الگ و مستقل مذہب ہے جس کے اپنے عقائد و نظریات ہیں۔

ضرورت تھی کہ اس مذہب کے علماء و عمائدین کی لکھی ہوئی بنیادی اور معتبر و مستند کتابوں میں اس کے خدوخال کا کما حقہ مطالعہ کر کے اس کی صحیح و مکمل تصویر سامنے لائی جائے تا کہ ایک طرف مہدوی فرقے سے تعلق رکھنے والے انصاف پسند و ایمانی غیرت کے حامل لوگ سمجھ سکیں کہ وہ جس چیز کو اسلام سمجھ کر گلے سے لگائے ہوئے ہیں وہ درحقیقت اسلام نہیں بلکہ خلافِ اسلام ایک تحریک ہے، اور دوسری جانب اہل اسلام میں سے جو لوگ اپنی کسی غلط فہمی یا غلطی کی بنا پر یا ناواقفیت کی وجہ سے "مہدویت" کو اسلام کے خلاف نہیں سمجھتے وہ بھی اپنے علم کی تصحیح کر سکیں۔

اللہ تعالی جزائے خیر دے ہمارے رفیق محترم حضرت مولانا محمد عبد القوی صاحب دامت فیوضھم (ناظم ادارہ اشرف العلوم حیدر آباد) کو کہ انھوں نے اس اہم ضرورت کو پورا کیا اور اس کے لئے بڑی عرق ریزی کے ساتھ اس فرقہ کی معتبر و مستند کتابوں کو حاصل کر کے ان کا گہرائی و گیرائی کے ساتھ مطالعہ کیا، پھر بڑی سنجیدگی و متانت کے ساتھ اور اسلامی ہمدردی و انسانی خیر خواہی کے جذبات اس تحریک کے خدوخال کو ان کی کتب کے حوالوں سے ساتھ "مطالعہ مہدویت" کے نام سے پیش کیا ہے جو کہ ایک اہم ترین و مستند دستاویز ہے جس سے ایک متلاشیٔ حق کو تلاش حق کی راہ میں رہنمائی و بصیرت حاصل ہوگی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کی اس خدمت کو شرف قبول عطا کرے اور ذخیرۂ آخرت بنائے اور متلاشیانِ حق کے لئے اس کو رہبر بنائے۔ آمین یا رب العالمین۔

محمد شعیب اللہ خان
مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور
۲۳؍ جمادی الاولی ۱۴۳۰ھ م ۱۸؍ مئی ۲۰۰۹ء

حضرت مولانا مفتی سبیل احمد صاحب قاسمی دامت برکاتہم

مہتمم مدرسہ رفیق العلوم آمبور، تمل ناڈو

باسمہ تعالیٰ

دینِ اسلام کے مٹانے کے لیے ہر دور میں دشمنانِ اسلام کوئی نہ کوئی فتنہ کھڑا کرتے رہتے ہیں، پوری تاریخِ اسلام اس قسم کی گھناؤنی سازشوں کے واقعات سے بھری پڑی ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: **تنزل الفتن کقطر المطر** ——فتنے بارش کے قطروں کی طرح پیدا ہوتے رہیں گے —— انہیں فتنوں میں ایک فتنہ ''مہدویت'' کا بھی ہے، جو وقتاً فوقتاً مختلف علاقوں میں مختلف مدعیان کے ذریعہ وجود میں آتا رہا، ان میں ذرا زیادہ گیرائی اور گہرائی کے ساتھ جو دعوائے مہدویت وجود میں آیا اور دیرپا اثرات چھوڑ گیا وہ ہندوستان کے مردم خیز شہر جونپور سے میراں سید محمد جونپوری کے ذریعہ اٹھنے والا دعویٰ ہے، جس کے ماننے والے آج تک بھی کیرالا، تمل ناڈو، کرناٹک، آندھراپردیش اور گجرات کے علاقوں میں موجود ہیں، تعجب تو اس پر ہے کہ اس تحریک کی کتابوں میں نہایت واضح گمراہیوں اور خلافِ اسلام دعووں اور بارگاہِ الوہیت ونبوت میں گستاخانہ باتوں کے ہوتے ہوئے بھی تعلیم یافتہ اور سمجھدار طبقہ اس کے ساتھ کیوں کر وابستہ ہے؟ واقعی ضد وتعصب اور باپ دادا کے طریقوں سے جذباتی ونفسیاتی لگاؤ ایسی چیز ہے جو آدمی کو قبولِ حق سے روک دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔

بہ حیثیت مسلمان اس گروہ کو حق کی طرف دعوت دینا اور سچائی میں غور وفکر کے لیے آمادہ کرنا علماءِ اسلام کی ذمہ داری تھی۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت مولانا محمد

عبدالقوی صاحب کو کہ انہوں نے بڑی عرق ریزی اور محنتِ شاقہ سے اس فرقے کے عقائداوراس کے اکابر کے ملفوظات کا مطالعہ کر کے انہیں جمع کیا اوراور بڑی خوش اسلوبی سے ان کا خلافِ اسلام ہونا واضح کردیا ہے۔

مولانا ہمارے جنوبی خطہ کے مسلمانوں کے لیے نعمتِ عظمٰی کی حیثیت رکھتے ہیں، اور اسلاف کی خصوصیات کے امین ہیں، علمی، دعوتی واصلاحی کوششوں میں ہمیشہ لگے بندھے رہتے ہیں۔ میں نے اس رسالہ کو مفصلاً دیکھا ہے اور مولانا کی مخلصانہ مساعی کو سراہتے ہوئے مہدوی برادروں سے دردمندانہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ اللہ کے واسطے انصاف سے کام لیں، اور ہدایت کو پانے میں کسی لومۃ لائم کی پرواہ نہ کریں۔

والسلام

سبیل احمد غفرلہ

یکم جون ۲۰۰۹ء

حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سنبھلی دامت برکاتہم

استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ نے جب ابلیس کو اس کی سرکشی و نافرمانی کی پاداش میں راندۂ درگاہ اور مردود ومحروم فرمادیا تو اس نے اس وقت قسم کھا کر کہا تھا کہ میں تو مردود ہوگیا، اب میں تیرے بندوں کو بھی تیری عنایتوں سے محروم کرنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ چنانچہ انسانوں کے ساتھ اس کی دشمنی اور اس دشمنی کے نتیجہ میں بندوں کو گمراہ کرنے کی مذموم مساعی اس روز سے آج تک جاری ہے اور وہ جہنمیوں کی تعداد بڑھانے میں شب وروز مصروف ہے، ابلیس کی انہی ناپاک سازشوں اور مذموم مساعی کا ایک حصہ جھوٹے مدعیانِ نبوت اور دعویدارانِ مہدویت کو کھڑا کر کے امتِ مسلمہ کو صراطِ مستقیم اور دینِ حنیف سے برگشتہ کر دینا ہے۔

احادیثِ صحیحہ میں خود حضور اکرم ﷺ نے اپنی امت میں اپنے بعد نبوت ورسالت کا دعویٰ کرنیوالے دجالوں اور کذابوں کی اطلاع دیکر ان کے مکر سے امت کو محفوظ رہنے کی تلقین فرمائی ہے، چنانچہ آپ کی حیاتِ طیبہ ہی میں ایک بدنصیب "مسیلمہ کذاب" نے دعوائے نبوت کردیا تھا، اور اسکے بعد سے آج تک تاریخِ اسلام بہت سے ایسے مکروہ چہروں کی نشاندہی کرتی ہے جن میں سے بعضوں نے صریح الفاظ میں اور بعض نے تلبیس ودجل کے پردوں میں مہدویت کا یا نبوت کا یا الوہیت کا دعویٰ کیا ہے۔ یہ دینِ اسلام کی حقانیت اور آسمانی حفاظت کی کھلی دلیل ہے کہ ہمیں تاریخ میں جہاں کہیں اس قسم کے مدعیان نظر آتے ہیں وہیں علماءِ اسلام ان کا تعاقب کرتے ہوئے انکے چہروں پر پڑے پُر فریب نقابوں کو اٹھاتے ہوئے اور امت کو انکی صحیح تصویر دکھاتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں۔

اسی دجالی وکذابی گروہ کی ایک کڑی ”مہدویت“ بھی ہے، جس کے بانی سید محمد جونپوری نے دعووں کی ابتداء تو مہدویت سے کی مگر دھیرے دھیرے نبوت والوہیت کے دعووں تک پہونچ کر ہی دم لیا، اگر چہ اس تحریک کا شبابی دور —— دیگر تحریکوں کی طرح —— پیچھے گزر چکا، مگر اب بھی ملک کے مختلف علاقوں میں اس کے ماننے والوں کی قابلِ لحاظ تعداد موجود اور اسی کے عقائد وقواعد پر کاربند ہے۔

ان بندگانِ خدا کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کا تقاضہ تھا کہ انہیں حقائق کو سمجھنے اور اسلام کی بنیادی تعلیمات اور مہدویت کی مزعومات کے درمیان موجود فرق پر غور کرنے کی مخلصانہ دعوت دی جائے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمد عبد القوی صاحب کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس تحریک کی بنیادی کتب کا بغور مطالعہ کر کے ان سے باطل اور گمراہ کن دعووں اور گمراہی کی باتوں کو بڑی عمدگی اور خیر خواہی سے اس رسالہ میں جمع کر دیا ہے، تا کہ ایک طرف خود مہدوی حضرات سنجیدگی سے مطالعہ کر کے خلافِ حق باتوں سے توبہ کر سکیں، حق کو قبول کر سکیں، دوسری جانب اہلِ اسلام بھی ان خلافِ اسلام دعووں سے باخبر ہو کر اپنی حفاظت کر سکیں۔

مولانا نے اس قدر رشستہ، سلیس اور دردمندانہ انداز اختیار کیا ہے کہ صراطِ مستقیم کے مخلص متلاشی کو اس کے مطالعہ کے بعد امید ہے کہ ضرور توفیقِ ہدایت ہوگی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی کو شرفِ قبول عطا فرما کر اس کتاب کے نفع کو عام فرمائے۔ آمین

محمد زکریا سنبھلی

۲۰۰۹/۵/۲۱ء

مُقدّمہ

ازقلم: حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ

رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ، جنرل سکریٹری آل انڈیا فقہ اکیڈمی، ناظم المعہد العالی الاسلامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ ہی نے انسان کو بھی پیدا کیا ہے اور اس کائنات کو بھی، اگر چہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل وفہم کی ایسی نعمت سے نوازا ہے کہ ایک مشتِ خاک ہونے کے باوجود سمندر کی تہوں اور فضا کی بلندیوں کو بھی اس نے مسخر کر رکھا ہے؛ لیکن اس کے باوجود اس کے علم کا سرمایہ نہایت حقیر اور معمولی ہے: ﴿وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ (الإسراء:۸۵) وہ اپنے نفع ونقصان سے بھی کما حقہ واقف نہیں ہے، اسے نہیں معلوم کہ اس کے لئے کن کاموں کا کرنا مفید ہے اور کن کاموں کا کرنا مضر؟ اس لئے جیسے اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے جسمانی غذا کا انتظام کیا ہے اور اس دنیائے ارضی میں اس کے لئے ایک وسیع وعریض دسترخوان بچھا دیا ہے، اسی طرح خدائے رحمان ورحیم نے انسان کی روح اور اس کے قلب کے لئے بھی غذا کا انتظام کیا ہے، البتہ مادی غذا کا تو اس نے سبھوں سے وعدہ کیا ہے، اس میں مومن وکافر اور فرماں بردار ونافرمان کی کوئی تفریق نہیں کی: ﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ (ھود:٦) — لیکن غذائے روحانی یعنی ہدایت ربانی کا سبھوں سے وعدہ نہیں فرمایا، اس کے لئے ضروری ہے کہ بندے کی طرف سے طلب اور جستجو بھی ہو: ﴿هُدًى لِلْمُتَّقِينَ﴾ (البقرۃ:۲) — یہ نعمت عظمیٰ اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اسی کی خصوصی مشیت کے تابع ہے؛ یہاں تک کہ انبیاء ورسل کو بھی یہ اختیار

نہیں کہ وہ جسے چاہیں ہدایت سے سرفراز فرمادیں: ﴿ إِنَّکَ لاَ تَهْدِيُ مَنُ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيُ مَنُ يَّشَاء ﴾ (القصص:۵٦)۔

اس غذاء روحانی کو پہونچانے کا انتظام یوں فرمایا کہ اپنی کتابیں نازل فرمائیں، یہ کتابیں انسان ہی میں سے منتخب ترین ہستیوں پر اتاری گئیں، جن کو اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کہتے ہیں؛ تاکہ انسانیت کے سامنے تحریری شکل میں اللہ کا ہدایت نامہ بھی موجود رہے اور انبیاء اپنے قول وعمل کے ذریعہ ان کتابوں کی تشریح بھی فرمائیں اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات اور منہیات یعنی پسندیدہ باتوں اور ناپسندیدہ باتوں کو پوری طرح واضح فرمادیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کو نبوت سے سرفراز کئے جانے اور اپنی کتاب بھیجنے کی عام طور پر چار وجوہ ہوا کرتی تھیں، ایک یہ کہ اس علاقہ کے لوگوں نے پیغمبر کی تعلیمات میں تحریف اور آمیزش کرکے اسے بدلدیا ہو جس کی وجہ سے بندوں کے سامنے پھر سے صحیح تعلیمات لانے کی ضرورت ہو۔ دوسری وجہ یہ کہ انسانی احوال اور تمدنی تغیرات کے مدنظر احکام میں تبدیلی کی ضرورت ہو۔ تیسری وجہ یہ کہ ایک نبی کی موجودگی ہی میں اس کی نصرت کیلئے دوسرے نبی کی ضرورت ہو۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ ہر نبی کی نبوت چونکہ ایک علاقہ تک محدود رہتی تھی اسلئے اگر کسی علاقہ میں نبی نہ ہوں اور وہاں نبی بھیجنے کی ضرورت ہو۔ الغرض! ان چار وجوہ سے انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہوتی رہی۔

غور کیا جائے تو جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد اب ان چاروں پہلوؤں سے بھی کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں رہی؛ کیوں کہ قرآن کی اس کے الفاظ ومعانی کے ساتھ حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے: ﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ ﴾ (الحجر:۹) اس وعدۂ ربانی میں الفاظِ قرآنی کا شامل ہونا تو واضح ہے؛ لیکن غور کیا جائے تو معانی قرآنی بھی شامل ہیں؛ کیوں کہ یہاں قرآن کو "ذکر" کے لفظ سے

تعبیر کیا گیا ہے، جس کے معنی نصیحت اور عبرت و موعظت کے ہیں، اور معانی کو جانے بغیر صرف الفاظ سے نصیحت حاصل نہیں ہوسکتی، یہ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امر کا وعدہ ہے کہ قرآن مجید تحریفِ لفظی سے بھی محفوظ رہے گا اور تحریفِ معنوی سے بھی، نیز اسی سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ نبی کریم ﷺ پر الفاظِ قرآنی بھی اتارے گئے ہیں اور معانی قرآنی بھی؛ اسی لئے قرآن نے آپ ﷺ کے بارے میں کہا ہے کہ کلامِ الٰہی کو پہونچانے کے ساتھ ساتھ اس کی توضیح وتشریح بھی آپ ﷺ کی ذمہ داری ہے: ﴿ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ ﴾ (النحل :۴۴) اور اسی لئے تلاوتِ آیات کے ساتھ ساتھ تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیہ کو بھی آپ ﷺ کے فرائضِ منصبی میں شمار کیا گیا ہے: ﴿ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ﴾ (الجمعہ :۲)۔

آپ ﷺ کے بعد کوئی نئی شریعت آنے والی نہیں ہے اور اب قیامت تک انسانیت کی فلاح شریعت محمدی سے وابستہ کردی گئی ہے: ﴿ اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ أَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ (المائدة :۳) —— اگر رسول اللہ ﷺ کی نصرت واعانت کے لئے کسی اور نبی کو بھیجنا ہوتا تو وہ آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں بھیجے جاتے، اللہ تعالیٰ نے اس کے بجائے آپ ﷺ کو ایسے رفقاء عالی مقام سے نوازا اور ان سے آپ ﷺ کی مدد فرمائی، جنہوں نے آپ ﷺ کی نصرت واعانت کا حق ادا کردیا اور خود قرآن مجید میں مہاجرین وانصار کے لقب سے سرفراز کئے گئے، —— نیز قرآن مجید نے بار بار اس کو واضح کیا ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت زمان ومکان اور علاقہ وقوم کی قید کے بغیر پوری انسانیت کے لئے ہے، اس طرح قرآن مجید کو پوری دنیاء انسانیت کے لئے ہدایت کا باعث قرار دیا گیا ہے: ﴿ هُدًى لِّلنَّاسِ ﴾ (البقرة :۱۸۵)۔

لہذا جن چار اسباب کے تحت نئے نبی کی آمد ہوا کرتی تھی، وہ تمام اسباب نبوتِ محمدی پر ختم ہوچکے ہیں؛ اس لئے اب آپ ﷺ کے بعد کسی قسم کا اور کسی علاقہ کیلئے کوئی نبی

نہیں آسکتا؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے صاف اعلان فرمادیا:﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ ﴾(الاحزاب:۴۰)اب نہ الفاظِ الٰہی کے لئے کسی کی بعثت کی ضرورت رہی اور نہ معانی قرآن کی تفہیم وتشریح کے لئے کسی مرد غیب کے آنے کی ، نہ اب احکام دین میں کوئی اضافہ ہوسکتا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے صاف اعلان فرمادیا کہ اب اس دین میں خواہ ایمانیات کا شعبہ ہو یا اعمال کا، کسی بھی قسم کا اضافہ قطعاً قابل رد ہے:" من أحدث في أمرنا هذا ما ليس فيه فهو رد " (صحيح البخاری، كتاب الصلح،باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود حدیث نمبر:۲۵۵۰)؛ بلکہ یہ بھی ارشاد ہوا کہ اب دین میں کوئی اضافہ—خواہ وہ بظاہر بھلا معلوم ہوتا ہو —محض گمراہی ہے:"كل محدثة بدعة و كل بدعة ضلالة " (سنن أبی داؤد، كتاب السنة ، باب فی لزوم السنة ، حدیث نمبر:۴۶۰۷)،اسی طرح یہ بھی واضح فرمادیا گیا کہ اب اللہ کی طرف سے انسان کی طرف کلام کے اترنے کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے اوروحی کا دروازہ بند کردیا گیا ہے:

”عن أبی فراس قال : خطب عمر بن الخطاب ؓ ، فقال : يا أيها الناس ألا انا إنما كنا نعرفكم إذ بين ظهرينا النبی ﷺ وإذ ينزل الوحی وإذ ينبئنا الله من أخباركم ألا وأن النبی ﷺ قد انطلق وقد انقطع الوحی ... “

(مسند أحمد بن حنبل ،عن عمر ؓ ،حدیث نمبر:۲۸۶)

یہ ختم نبوت کا اعلان محض نبوت کے ختم ہوجانے کا اعلان نہیں ؛ بلکہ ان امور کے بھی ختم ہوجانے کا اعلان ہے، جو انبیاء کی خصوصیات ہوا کرتی تھیں،اگر کوئی شخص اپنے آپ کو نبی تو نہیں کہے؛ لیکن ان خصوصیات کا دعویٰ کرے یا ایسے دعاوی کو قبول کرے، جو انبیاء کے ساتھ مخصوص تھیں،تو وہ بالواسطہ محمد رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کا انکار کرتا ہے اوراس پر ایمان نہیں رکھتا ہے، جیسے اللہ کا کلام اس طور پر اترنا کہ اس کے کلامِ الٰہی ہونے کا یقین ہو،

انبیاء کی خصوصیت ہے، اگر کوئی اور شخص اس کا مدعی ہو تو گویا وہ نبوت کا مدعی ہے، انبیاء چوں کہ امت کے لئے اسوہ ہوتے ہیں اور ان کا قول وفعل حجت شرعی ہوتا ہے؛ اس لئے وہ معصوم ہوتے ہیں؛ کیوں کہ جو غلطی سے معصوم نہ ہو، اس کا قول کیوں کر حجت ہوسکتا ہے؟ صحابۂ کرام کے اقوال کو ان کی تمام تر عظمتِ شان کے باوجود مطلقاً حجت نہیں مانا گیا ہے؛ بلکہ ایسے امور میں حجت مانا گیا ہے، جن میں اجتہاد کا دخل نہ ہو اور جن کے متعلق گمان ہو کہ یہ بات حضور ﷺ سے سن کر ہی نقل کی گئی ہوگی، ائمۂ مجتہدین کی آراء کے بارے میں کہا گیا کہ ان میں خطا کا احتمال موجود ہے؛ حالاں کہ یہ حضرات علم اور ورع وتقویٰ دونوں لحاظ سے بڑے اونچے مقام کے حامل تھے، غرض کہ دین وشریعت میں نئے احکام کی شمولیت انبیاء کی تعلیمات ہی سے ہوسکتی ہے اور سلسلۂ نبوت ختم ہو چکا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی خصوصی حیثیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ ﷺ کے اور آپ ﷺ کے متعلقین کے لئے بعض الفاظ اہل علم نے مخصوص کئے ہیں، جیسے سلام تو سب کے لئے ہے؛ لیکن صلاۃ آپ ﷺ کے لئے ہے، آپ کی پاک بیویاں پوری امت کی مائیں ہیں: ﴿اَلنَّبِیُّ أَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾ (الأحزاب :٦) اسی لئے ان کو "امہات المؤمنین" کہا گیا، ساتھی کے لئے اصل لفظ "صاحب" کا تھا؛ لیکن آپ ﷺ کے رفقاء کرام کے لئے ''صحابی'' اور ''صحابیہ'' کی تعبیر اختیار کی گئی اور ''رضی اللہ عنہ'' یا ''رضی اللہ عنہا'' کی دعاء ان کے لئے مخصوص کی گئی، آپ ﷺ کے خانوادۂ عالی قدر کے لئے ''اہل بیت'' کی اصطلاح استعمال کی گئی، جس کی طرف قرآن مجید نے بھی اشارہ کیا ہے: ﴿إِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَیْتِ﴾ (الأحزاب:۳۳) اسی طرح جن حضرات کو آپ ﷺ نے دنیا میں جنتی ہونے کی خوشخبری دی، ان کو "مبشَّر" کہا گیا اور آپ ﷺ نے اپنے مختلف جاں نثار صحابہ کو "صدیق اور فاروق" وغیرہ کہا، تو وہ اسی سے ملقب ہوئے، ان اصطلاحات کا ان ہی حیثیتوں میں دوسروں کے لئے استعمال کو

سلف صالحین نے منع کیا ہے، غرض کہ علماء امت نے ہمیشہ اس کو ملحوظ رکھا کہ انبیاء کے خصائص اوران کے خصوصی مقام ومرتبہ کا پاس رکھا جائے اور امت کے بڑے سے بڑے مصلح کے لئے بھی ایسی تعبیرات اختیار نہیں کی گئی ، اب اگر کوئی شخص ان اصطلاحات و تعبیرات کا کسی اور شخصیت کے لئے استعمال کرے تو یہ یقیناً اس بات کا غماز ہے کہ وہ نعوذ باللہ اس کو نبوت میں حصہ دار سمجھتا ہے، غرض کہ سلسلۂ نبوت کا آپ ﷺ پر ختم ہوجانا اس بات کو شامل ہے کہ منصب نبوت سے مربوط تمام خصوصیات بھی آپ ﷺ پر ختم ہوچکی ہیں اوراب آپ ﷺ کے بعد کوئی اس میں سے حصہ نہیں پاسکتا۔

ہاں ، دو کام ایسے ہیں ، جن کو انبیاء کیا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے بعد اب وہ اس امت سے متعلق ہوگئے ہیں : ایک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ؛ چنانچہ اب یہ ذمہ داری پوری امتِ مسلمہ سے متعلق کردی گئی ہے: ﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾ (آل عمران :۱۱۰)اورامر بالمعروف کا اعلیٰ ترین درجہ وہ ہے، جس کو رسول اللہ ﷺ نے "تجدید دین" سے تعبیر کیا ہے؛ کہ ہر صدی میں مجدد دین پیدا ہوتے رہیں گے، خواہ تنہا ایک شخص کار تجدید کو انجام دے یا ایک جماعت اورگروہ مل کر: " **إن الله يبعث لهذه الأمة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها** " (**سنن أبی داؤد، کتاب الملاحم، باب ما يذكر في قرن المائة**، حدیث نمبر: ۴۲۹۱)، دوسرا کام : نئے پیدا ہونے والے مسائل کے سلسلہ میں احکامِ شرعیہ کی وضاحت اورقرآن وحدیث کے نصوص و اشارات کی تطبیق کرنا ہے، جسے آپ ﷺ نے اجتہاد سے تعبیر کیا ہے:

" **إذا حكم الحاكم فاجتهد فأصاب فله أجران وإذا حكم فاجتهد فأخطأ فله أجر** " (**سنن أبی داؤد ، کتاب الأقضية ، باب في القاضي يخطئ** ،حدیث نمبر:۳۵۷۴)

غرض کہ رسول اللہ ﷺ کی برکت سے تجدید واجتہاد کے مقام پر یہ امت فائز کی گئی۔
یہ ذمہ داریاں دعوت ونصح اور انفرادی کوششوں کے ذریعہ بھی انجام پاسکتی ہیں اور صالح اقتدار کی شمولیت کے ساتھ بھی؛ کیوں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا سب سے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اس کے لئے حسبِ ضرورت طاقت کا بھی استعمال کیا جائے:

"من رأى منكم منكرا فليغيره بيده ومن لم يستطع فبلسانه ومن لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الإيمان" (صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان وأن الإيمان يزيد وينقص، حدیث نمبر:۴۹)

اور یہ اکثر حالات میں اقتدار کے ذریعہ ہی ممکن ہوتا ہے، گو کہ اقتدار کے بغیر بھی امر بالمعروف واجب ہے، جیسا کہ امت کے علماء اور مصلحین اس فریضہ سے عہدہ برآ ہوتے رہے ہیں، اگر اصلاح وتجدید، علم وتفقہ اور قوت واقتدار تینوں چیزیں جمع ہوجائیں، تو یہی "خلافت علی منہاج النبوت" ہے، جس کے بارے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد تیس سال تک ایسی خلافت قائم رہے گی: **"خلافة النبوة ثلاثون سنة ثم يؤتي الله الملك أو ملكه من يشاء"** (سنن أبي داؤد، كتاب السنة، باب في الخلفاء، حدیث نمبر:۴۶۴۶) چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی چھ ماہ مدتِ حکومت پر تیس سال مکمل ہوگئے، گو بعد میں بھی امت میں وقتاً فوقتاً ایسے حکمراں موجود تھے، جو علم وتقویٰ کے حامل تھے؛ لیکن یہ حضرات اس سلسلہ میں امتیازی شان کے حامل تھے؛ اسی لئے انہیں حضور ﷺ نے خلفاء راشدین کا لقب دیا۔

حضور ﷺ نے یہ بات واضح فرمادی کہ اس امت میں اسلام کی علمی وفکری خدمات کا تسلسل رہے گا اور اپنے وقت کے برگزیدہ لوگ اس امانت کا بار اٹھائیں گے:

"يرث هذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عنه تأويل الجاهلين

وانتحال المبطلين وتحريف الغالين" (السنن الکبری للبیهقی ، كتاب الشهادات ، باب الرجل من أهل الفقه يسأل عن الرجل من أهل الحديث فيقول كفوا عن حديثه ،حدیث نمبر:۲۰۷۰۰)

آپ ﷺ نے —جیسا کہ مذکورہ ہوا— یہ بھی واضح فرمادیا کہ ہر عہد میں اصلاح وتجدید کا کام بھی ہوتا رہے گا؛ لیکن آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ خلافت علی منہاج النبوت تسلسل کے ساتھ ہمیشہ قائم رہے گی ، البتہ جیسے آپ ﷺ نے تیس سالہ خلافت کا ذکر فرمایا، اسی طرح آپ ﷺ نے اس بات کو بھی واضح فرمادیا کہ قرب قیامت میں ایک اور شخصیت ظاہر ہوگی ، جو خلافتِ راشدہ کو تازہ کردے گی ، یہ شخصیت امام مہدی کی ہوگی ، وہ ایک مصلح ومجدد کی طرح برائیوں کو مٹائیں گے ، بھلائیوں کو پھیلائیں گے اور مسلمانوں کے امیر کی حیثیت سے دجال سے جہاد فرمائیں گے ، زمین کو انصاف سے بھر دیں گے ، وہ نماز میں بھی مسلمانوں کے امام ہوں گے ، یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد ان کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے ، نیز ان کے ذریعہ اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا اور کفر کی طاقتیں ریزہ ریزہ ہوکر رہ جائیں گی۔

مہدی کا ذکر قرآن مجید میں تو آیا نہیں ہے ، احادیث میں آیا ہے ، قوی حدیثوں سے اس کا ثبوت ہے؛ بلکہ مختلف حدیثوں کے مشترک مضمون کے لحاظ سے یہ بات تواتر معنوی تک پہونچ گئی ہے۔

احادیث کے اس ذخیرہ میں اس حقیر کے علم کے مطابق کہیں یہ بات نہیں آئی ہے کہ امام مہدی معصوم ہوں گے ، وہ ایمانیات اور اعمالِ صالحہ میں اضافہ کریں گے ، ان پر معانی قرآن کا نزول ہوگا ، ان پر سلسلۂ ولایت ختم ہوجائے گا ، وہ رسول اللہ ﷺ کا مظہر ثانی ہوں گے ، ان کا قول وفعل انبیاء کے قول وفعل کی طرح حجت ہوگا یا ان کا مقام حضرت ابوبکرؓ وعمر رضی اللہ عنہ سے بھی بڑھ کر ہوگا ؛ حالاں کہ ان کو ولایت کے ساتھ ساتھ رسول اکرم ﷺ کی

صحبت بافیض بھی حاصل ہے،ان کے آنے کے بعد کلمۂ توحید میں امام مہدی کا ذکر بڑھایا جائے گا، وغیرہ اگر امام مہدی کو یہ خصوصیات حاصل ہوتیں، تو نام وغیرہ میں جیسے حضور ﷺ نے امام مہدی کے آپ کے موافق ہونے کا ذکر کیا ہے، ان امور کا زیادہ اہتمام سے ذکر ہوتا؛ اسی لئے احادیث میں امام مہدی سے بیعت کا ذکر تو ہے؛ لیکن ان پر ایمان کا ذکر نہیں ہے؛ کیوں کہ وہ انبیاء کی طرح مامور من اللہ نہیں ہوں گے، ان کی اطاعت بحیثیت امیر واجب ہوگی؛ لیکن ان سے ایمان کا تعلق نہیں ہوگا۔

صورت حال یہ ہے کہ جن حضرات نے سید محمد جونپوری صاحب کو امام مہدی مانا ہے، وہ انہیں کہتے تو امام مہدی ہیں؛ لیکن ان کے لئے تقریباً ان تمام خصوصیات کا دعویٰ کرتے ہیں، جو انبیاء اور خاص کر رسول اللہ ﷺ سے متعلق ہیں، یہاں تک کہ اس گروہ کے علماء کی تصنیفات میں ان کو حضور ﷺ کا ہمسر؛ بلکہ دبے لفظوں میں حضور ﷺ سے برتر اور بالواسطہ ان کے ظہور سے پہلے کے اسلام کو ایک ناقص اسلام تسلیم کرتے ہیں اور ان پر ایمان لانے کو ضروری قرار دیتے ہیں؛ یہاں تک کہ جو شخص ان پر ایمان نہ لائے، اسے صراحۃً کافر قرار دیتے ہیں، یہ ساری باتیں حضور ﷺ پر ختم نبوت کے مغائر ہیں۔

پھر یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ نبوت ایک وہبی منصب ہے، جس میں انسان کے کسب اور کوششوں کا دخل نہیں؛ بلکہ جو بھی نبی ہوئے، اللہ تعالیٰ نے خود ان کو منتخب فرمایا: ﴿اَللّٰهُ اَعۡلَمُ حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ (الأنعام :۱۲۴)؛ لیکن ولایت ایک کسبی چیز ہے، جو ایمان اور عمل صالح کے ذریعہ حاصل کی جاسکتی ہے: ﴿ أَلاَ إِنَّ أَوۡلِيَاءَ اللّٰهِ لاَ خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلاَهُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ، اَلَّذِيۡنَ آمَنُوۡا وَكَانُوۡا يَتَّقُوۡنَ ﴾ (یونس:۶۲-۶۳)؛ بلکہ درجات ومراتب کے فرق کے ساتھ ہر مسلمان کو ایک درجہ میں ولایت حاصل ہے: ﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيۡنَ آمَنُوۡا ﴾ (البقرة :۲۵۷)، مہدوی علماء کی کتابوں سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے مقامِ نبوت کی طرح مقامِ ولایت بھی ایک ایسا مقام ہے، جو منجانب اللہ عطا کیا

جاتا ہے، جس سے انسان کو غیبی طاقت حاصل ہوتی ہے اور اس پر اللہ کے احکام اترتے ہیں، اگر اس بات کو صحیح مان لیا جائے، تو یہ ولایت عملاً باب نبوت کو کھولنے کے مترادف ہوگی۔

اس حقیر سے بھی متعدد لوگ اس گروہ کے بارے میں سوالات کرتے رہتے تھے اور اپنے سرسری مطالعہ کی بناء پر احتیاطی طور پر جو مشورے دیئے جاسکتے ہیں، وہ دیا کرتا تھا؛ لیکن ان کے عقائد کی تفصیلات سے واقف نہیں تھا، اللہ تعالیٰ جزاء خیر عطاء فرمائے، محبی فی اللہ حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب زیدت حسناتہ (ناظم جامعہ اشرف العلوم حیدرآباد) کو! کہ انہوں نے اس سلسلہ میں سنی سنائی بات پر اکتفاء کرنے کے بجائے مہدوی حضرات کا وہ لٹریچر جمع کیا، جو خود ان کے نزدیک مستند و معتبر ہے، اور چوں کہ ان کی جائے قیام سے قریب ہی مہدوی حضرات کی بیشتر آبادی ہے؛ اس لئے ایک حد تک ان پر اس کی ذمہ داری بھی تھی، انہوں نے پوری گہرائی اور غیر جانبداری کے ساتھ مہدوی لٹریچر کا مطالعہ کیا ہے اور اپنی طرف سے لمبی چوڑی بات کرنے کے بجائے، ان ہی کے اقتباسات پیش کردیئے ہیں، جو مسئلہ کی نوعیت اور صورت حال کی وضاحت کو دوپہر کی روشنی کی طرح واضح کرتے ہیں، نیز انہوں نے یہ ساری باتیں، وقار و متانت کے ساتھ، تحقیر و توہین کے بغیر اور نصح و محبت کے پیرایہ میں کہی ہیں اور اس کا اعتراف کرنے میں کوئی حرج نہیں کہ اس مسئلہ کی نوعیت کو سمجھنے میں خود مجھے ان کے اس مسودہ کو پڑھنے سے بڑا نفع ہوا ہے ۔فبارک اللہ فی علمه وعمله ووفقه وإیای لما یحب ویرضاه

مؤلفِ کتاب ماشاءاللہ موفق عالم ہیں، کئی اہم دینی واصلاحی موضوعات پر ان کے رسائل طبع ہوچکے ہیں، کم عمر بچوں کے لئے نصابی ضرورت کے تحت ان کے دینیات کے رسائل بڑے مفید اور اپنے مقصد کے اعتبار سے کامیاب ہیں، انہوں نے علامہ حافظ ذہبیؒ کی "کتاب الکبائر" کا سلیس اور عام فہم زبان میں ترجمہ بھی کیا ہے، جو ہر طالبِ اصلاح

کے لئے مشعل راہ کا درجہ رکھتا ہے، ماہنامہ ''اشرف الجرائد'' بھی ان کی قلمی کاوشوں کا آئینہ دار ہے، انہوں نے اپنے کچھ محبین و مخلصین کے تعاون سے تقریباً پچیس سال پہلے ''اشرف العلوم'' کے نام سے ایک تعلیمی مرکز قائم کیا تھا، جو اَب ننھے پودے سے شجر طوبیٰ بن چکا ہے اور اب یہ ادارہ ظاہری اور معنوی ہر دو پہلو سے حیدرآباد میں امتیازی شان کا حامل ہے اور بحمد اللہ اس کا دائرۂ فیض دن بہ دن وسیع سے وسیع تر ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ مزید ترقیات سے نوازے۔

ان سطور کو لکھتے ہوئے یہ حقیر ایک طرف مؤلف کو علماء کی طرف سے اس فرض کفایہ کی ادائیگی پر مبارکباد دیتا ہے اور دوسری طرف اپنے ان بھائیوں ـــــ جوان مہدوی افکار وعقائد کے حامل ہیں ـــــ سے عاجزانہ درخواست کرتا ہے کہ وہ اس کتاب کو ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ پڑھیں، اپنے ایک خیر خواہ بھائی کا تحفۂ محبت سوغات سمجھ کر اس سے فائدہ اٹھائیں اور پورے خلوص کے ساتھ تلاش حق کے جذبہ کے ساتھ اس کا مطالعہ کریں، ان شاء اللہ اس طرح وہ سچائی تک پہونچ سکیں گے اور آخرت کی نجات و کامیابی سے ہمکنار ہوسکیں گے کہ اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے اور اصل خسران آخرت کا خسران، **وباللہ التوفیق وھو المستعان**

خالد سیف اللہ رحمانی

(خادم المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد)

۱۸ / جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ

۱۲ / جون ۲۰۰۹ء شب جمعہ

لمحۂ فکریہ!

یہ بات ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی ہے کہ احادیثِ شریفہ میں موعود امام مہدی ایک عالمی شخصیت اور دجال اور دجالیوں کے علاوہ سارے عالم کے مسلمانوں بالخصوص اہل علم ودین کے متفق علیہ محبوب اور واجب الاحترام بزرگ ہونگے۔اسکے برخلاف آج تک جتنے لوگوں نے مہدویت کا دعویٰ کیا ہے وہ سب ایک مختصر سے گروہ کو چھوڑ کر امت کے سوادِ اعظم —— علماء وعوام دونوں ——— کے مسترد کردہ ہیں۔

اس مختصر گروہ کے گردن پر یہ بار قرض جوں کا توں باقی ہے کہ انہیں کے مسلمہ مہدی کا حق اور موعود ہونا، ان کے علاوہ مدعیوں کا برخود غلط اور ناحق ہونا کن دلائل سے ثابت ہے۔اسلئے کہ شیعوں کے اپنے مہدی الگ ہیں، قادیانیوں کے مہدی الگ، چن بسویشوروں کے مہدی الگ، پھر وقتاً فوقتاً نمودار ہونے والے مہدی الگ، اہلِ اسلام تو بالاتفاق یہ کہتے ہیں کہ ان میں سے کسی پر بھی احادیثِ مہدی کا اطلاق نہیں ہوتا؟ اب ان کے ماننے والوں کا فرض ہے کہ وہ کتاب وسنت کے معتمد علیہ دلائل سے اپنے اپنے مہدی کی حقانیت کو ثابت کریں، کمزور موضوع اور ناقابلِ استدلال مقولوں اور منقولات سے نہیں!!

گذارش احوال واقعی

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم امابعد !

تمام تعریفیں اس پروردگار عالم کیلئے ہیں جسکے لطف وکرم اور انعام اتم کے صدقہ میں ہمیں دین اسلام کی توفیق ملی ،اگر اسکی توفیق دستگیر نہ ہوتی تو ہم کبھی ہدایت نہ پاسکتے، درودوسلام اس ذات ستودہ صفات پر کہ جسکی راہنمائی نے ہمیں اپنے پروردگار کی معرفت اور ایمان کی دولت عطا کی ،جس کا لایا ہوا دین کامل ومکمل اور جسکی دی ہوئی دعوت ہر زمانہ کیلئے کافی وشافی ہے، جسکے بعد نہ کسی کا دعوئے نبوت "نبوت" کہلاسکتا ہے اور نہ کسی کی اطاعت،"اطاعت مطلقہ" کا مقام پاسکتی ہے۔

حمد ونعت کے بعد ان سطور کا راقم محمد عبد القوی غفرلہ الولی عرض پرداز ہے کہ میں بچپن سے مہدوی حضرات کے بارے میں سنتا رہتا تھا کہ یہ حضرات مسلمان کہلائے جانے کے باوجود اپنے مستقل ومخصوص افکار وخیالات رکھتے ہیں، اور اسی کے مطابق اپنی زندگی گذارتے ہیں،عرصہ تک سوچتا رہا کہ چال ڈھال ،اور عام تہذیب وتمدن میں مسلمان ہونے بلکہ ان میں سے بہت سے لوگوں کی وضع قطع مسنون اور عبا وقبا سے آرستہ ہونیکے باوجود یہ حضرات اسلام امور اور عبادات میں عام مسلمانوں سے الگ تھلگ کیوں رہتے ہیں؟ دینی محفلوں اور اسلامی عبادتوں میں عام مسلمانوں کے ساتھ اختلاط کیوں نہیں رکھتے ؟حتی کہ مساجد اور مراسم میں بھی مستقل اور علاحدہ کیوں رہتے ہیں؟ وغیرہ۔ بہت کھوجنے اور معلومات حاصل کرنے پر بس اسقدر معلوم ہوسکا کہ "وہ لوگ امام مہدی کے آچکنے کے قائل ہیں اور ہم مسلمان منتظر!" یہ جواب اطمینان بخش نہ تھا، اسلئے شعور،محض اتنی

سی بات کوتہذیب و مذہب میں اسقدر فاصلے اور معاشرت وتعلقات میں اتنی دوری کی وجہ تسلیم کرلینے سے ہمیشہ انکار کرتا رہا،لیکن میرے گھرانے کے مخصوص ومحدود ماحول کی وجہ سے ـــــ جسمیں اچھی خاصی عمر تک بھی نہ میرے کوئی دوست احباب تھے اور نہ ہی عام لوگوں سے کچھ تعلقات، ـــــ میری اس جستجو کا کوئی حل نہ نکل سکا اور نہ ہی اس سوال کا کوئی معقول ومضبوط جواب مل سکا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے عوام الناس میں دین کی خدمات کے مواقع ملے اور اسی سلسلہ میں تقریباً چوبیس سال قبل محلّہ اکبر باغ کی "مسجد اکبری" میں امامت وخطابت اور درسِ قرآن کا سلسلہ شروع ہوا، پھر یہیں پر بفضل الٰہی "ادارہ اشرف العلوم" کا قیام عمل میں آیا تو ان خدمتوں کی نسبت سے عوامی رابطہ بڑھا اور لوگ مسئلے مسائل معلوم کرنے اور دینی معاملات میں مشورے کرنے کیلئے رجوع ہونے لگے،اسی ضمن میں بعض نوجوان اپنے مہدوی دوستوں کے بارے میں بھی معلوم کرتے تھے کہ ان کا دینی موقف کیا ہے؟ اور بعض مہدوی نوجوان بھی خود اپنی اور اپنے اہل السنّت دوستوں کی تہذیب میں فرق،اور گھر والوں کی طرف سے بعض ہدایات و پابندیوں کے حوالہ سے تحقیق کیلئے رجوع ہوتے تھے۔

اسی اثناء میں غالباً اکتوبر ۱۹۹۳ء میں اخبارات میں چھپے ایک مضمون بعنوان "تکمیل دین کیلئے بعثت مہدی کی ضرورت" کے بعض اقتباسات کولیکر ایک ہنگامہ کھڑا ہوا،"اہل سنت" کی طرف سے اس مضمون کے خلاف فتوے شائع ہوئے،اور "مہدوی قوم" نے بھی ان فتووں اور مفتیوں کی تردید میں سخت مضامین لکھے،الخیر! اس ہنگامے سے کسی کا کچھ بھلا ہوا یا بُرا مجھے نہیں معلوم! لیکن میرا فائدہ یہ ہوا کہ اسکی بدولت "مہدوی خیالات ونظریات" کی تحقیق کا جو خیال سرد پڑ گیا تھا وہ پھر سے تازہ و پختہ ہوگیا۔ اتفاق سے انہی دنوں قدیم کتابوں کی ایک دوکان میں "ہدیہ مہدویہ" نامی کتاب نظر آئی تو اسکو خرید کر مطالعہ کیا، اس کتاب میں "مہدوی قوم" کی متعدد کتابوں کے حوالہ سے ان کے ایسے عقائد کی نشاندہی کی گئی ہے جو"اہل السنۃ والجماعت" کے متفق علیہ عقائد سے بالکل جداگانہ بلکہ وجوہِ کفر پر مبنی ہیں ،اس وقت میں نے بھی ریاست کی تین بڑی جامعات "جامعہ نظامیہ" ،"دار العلوم

حیدرآباد" اور" دارالعلوم سبیل السلام" کے مفتیانِ کرام کی تحریرات اور مصنفِ ہدیۂ مہدویہ کی تحقیقات کو سامنے رکھ کر" ماہنامہ اشرف العلوم" جنوری ۱۹۹۴ء کے اداریہ میں ایک مضمون (جس میں مناظرانہ طرز و طعن کے بجائے مخلصانہ دعوتِ غور و فکر کا اسلوب اختیار کیا گیا تھا) لکھا، اسکو پڑھ کر دو ایک مہدوی حضرات نے مجھ سے ملاقات کی، اور تبادلۂ خیال بھی کیا، مگر پھر یہ معلوم نہو سکا کہ ان کا مقصد کیا تھا اور اس گفتگو کا نتیجہ کیا نکلا؟

البتہ ان حضرات کی گفتگو کے دوران کچھ اور نئی معلومات حاصل ہوئیں جن سے اندازہ ہوا کہ "مہدویت" محض فروعی اختلافات پر مبنی مسلمانوں کی ایک جماعت نہیں بلکہ ایک مستقل نظر و فکر کی حامل تحریک ہے، حتی کہ ان خیالات کی تصدیق نہ کرنے اور ان کو تسلیم نہ کرنے والا شخص ان کے نزدیک حقیقت میں مومن ہی نہیں۔ بالفاظ دگر غیر مہدوی، غیر مومن ہیں، صرف مہدوی قوم ہی تصدیق مہدی و تعلیمات مہدی کی بدولت صاحب ایمان ہے۔ اسلئے ضروری معلوم ہوا کہ سنی سنائی باتوں یا علماء اسلام کے فتاوی یا مہدویت کے رد میں لکھی گئی تحریرات مثلاً "ہدیہ مہدویہ" وغیرہ ہی سے کوئی نتیجہ اخذ کرنے کے بجائے مہدوی راہنماؤں کا لٹریچر اور انہی کے شائع کردہ کتب فراہم کر کے ان کے معتمد علیہ ماخذ کا باقاعدہ مطالعہ کیا جائے، تا کہ حقیقت حال بلاواسطہ براہِ راست سامنے آئے اور معلومات چاہنے والوں کو پوری بصیرت اور کامل اعتماد سے اس تحریک کے بارے میں کچھ بتلایا جاسکے۔ چنانچہ جب میں نے اس سلسلہ میں کتابوں کی تلاش شروع کی تو مجھے اس تحریک سے متعلق درج ذیل کتب حاصل ہوئیں۔

(۱) بندگی میاں سید برہان الدین کی "شواہد الولایت" (۲) بندگی میاں سید روح اللہ کی "پنج فضائل" (۳) بندگی میاں شاہ قاسم کی "جامع الاصول" (۴) بندگی میاں عبدالغفور سجاوندی کی "بژدہ آیات وخلاصۃ الکلام" (۵) بندگی میاں ولی جی کی "انصاف نامہ المعروف بہ متن شریف" اور (۶) "حجۃ المنصفین" (۷) بندگی میاں عبدالملک سجاوندی کی "خصائص امام مہدی موعودؑ" (۸) سید خدا بخش رشدی کا "رسالۂ دینیات" موسوم بہ

"چراغ دین مہدی" (۹) بحرالعلوم سید اشرف شمسی کی "القول المبین" (۱۰) علامہ سید نصرت صاحب کی "کحل الجواہر لارباب البصائر"۔ ان کے علاوہ متعدد رسائل، جو حیدرآباد کی مقامی تنظیموں کی جانب سے شائع کردہ ہیں، دستیاب ہوئے۔ میں نے ان میں سے بعض کتابوں کا سرسری اور بعض کا گہرائی سے مطالعہ کیا، جو مجموعی تاثرات مہدوی لٹریچر کے مطالعہ کے بعد میرے ذہن میں آئے وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ "مہدویت" کی بنیاد میراں سید محمد جونپوری کے دعوئے مہدیت اور ان کے زمانہ کے بعض لوگوں کی طرف سے اس کو قبول کر لینے پر قائم ہے۔

۲۔ میراں سید محمد جونپوری کے شخصی احوال مہدوی لٹریچر میں کچھ اور ہیں تاریخ میں کچھ اور، دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

۳۔ قیامت سے بالکل متصل مخصوص نشانات وعلامات کے ساتھ ایک "مہدی" کے ظہور کی جو خبریں احادیث میں وارد ہیں، ان کو بعد کے لوگوں نے بہ تکلف سید محمد جونپوری صاحب پر فٹ کر کے انہی کو ان کا مصداق بتلانے کی کوشش کی ہے، جبکہ تمام علماءِ اسلام کا اسکے برخلاف اعتقاد ہے۔

۴۔ مہدویت میں میراں صاحب کو ایک ہادی وداعی یا ایک خدا رسیدہ بزرگ مان لینا کافی نہیں ہے، بلکہ انبیاء کرام کی طرح انہیں "مامور من اللہ معصوم عن الخطاء اور مفترض الطاعۃ" ماننا بھی مومن ہونے کیلئے لازمی اور ضروری ہے۔

۵۔ مہدویت میں اگرچہ مسلمانوں کے بنیادی عقائد کا لفظوں میں انکار نہیں کیا گیا ہے مگر ان کے ساتھ مزید کچھ خیالات ونظریات کی تصدیق وتسلیم کو لازمۂ ایمان اور ان کے انکار کو سبب کفر قرار دیا گیا ہے، جبکہ علماء اہل اسلام کے نزدیک ایمانیات میں کمی جس طرح حرام ہے زیادتی کی بھی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

۶۔ مہدویت میں نبوتِ محمدی اور ولایتِ محمدی کو دو علاحدہ حقیقتیں اور ان کے ظہور کیلئے دو علاحدہ زمانوں اور علاحدہ شخصیتوں کو فرض کر کے ایک کا اہل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اور

دوسرے کا اہل ’’سید محمد جونپوری‘‘ کوقرار دیا گیا ہے نیز دونوں شخصیتوں کوایکدوسرے کیلئے لازم وملزوم اور مرتبہ ومقام میں یکساں وہمسر مان لیا گیا ہے، جوحضرت محمد ﷺ کے مرتبۂ بلند کی توہین اور مقامِ نبوت کی صریح حق تلفی ہے، جبکہ اہل اسلام میں کوئی بھی اس فرضی تقسیم اور اسکے شرعی حکم کا قائل نہیں ہے، اور نہ مہدویوں کے پاس اسکے ثبوت کیلئے کوئی معقول اور قابل قبول دلیل موجود ہے اور جوکچھ دلائل بزعم خویش وہ پیش کرتے ہیں وہ ’’عقیدہ‘‘ جیسے بنیادی مسئلہ کے ثبوت میں چنداں قابل اعتناء نہیں ہیں۔

۷۔ چنانچہ اس ہمسری کو قائم رکھنے کے لئے سید محمد جونپوری صاحب کی تعظیم کے لئے درودشریف، ان کی بیویوں کیلئے ازواج مطہرات ،ان کے معتمدین کے لئے خلفاء راشدین، ان کے احباب کیلئے صحابۂ کرام ،ان کی دعاء کیلئے رضی اللہ عنہ،انکی ایک بیوی کیلئے خدیجۂ زماں، ایک کیلئے عائشہ، بیٹی کیلئے فاطمۃ الزہراء،نواسہ کیلئے حسن ،ایک خلیفہ کیلئے صدیق،ایک کیلئے فاروق ،انکی ایک جنگ کیلئے جنگِ بدر،انکے خوارق کیلئے معجزہ ان کی زبان سے جنّتی قرار دئے جانے والوں کیلئے مُبشّر وغیرہ جیسی تمام نبوی اصطلاحات وپیغمبرانہ خصوصیات کا بہ اہتمام وبلاتکان استعمال کیا جاتا ہے،حد یہ ہے کہ ایسا نہ سمجھنے والے پر نفاق یا کفر کا اندیشہ بھی کیا جاتا ہے۔

۸۔ ذات وصفات میں یکساں اور ہمسر ہونے بلکہ حقیقت ذات میں بھی ’’ایک ذات ایک وجود‘‘ ہونے کے مفروضہ کو نباہنے کے واسطے نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ اور سیرت لامثالیہ کے ولادت سے لیکر وفات تک ایک ایک اہم واقعہ کو لیکر تھوڑے تغیر وتبدل کے ساتھ میراں صاحب کی زندگی میں کہیں نہ کہیں اسطرح چسپاں کردیا گیا ہے، کہ ’’سیرت طیبہ‘‘ سے واقف ایک ادنی طالب علم بھی مہدوی لٹریچر کے مطالعہ کے دوران اس کشیدہ کاری اور ملمع سازی کو بآسانی سمجھ سکتا ہے، نام اور بعض صفات جسمانی میں مہدی کا نبی کریم ﷺ سے مشابہ ہونا تو خیر احادیث سے معلوم ہوتا ہے، لیکن تمام معاملات وعادات، ارہاصات ومعجزات، حوادث وواقعات حتی کہ حقیقت ذات میں دونوں کا قطعاً ہم صفات بلکہ ہم ذات ہونا اس طرح کہ

سر موفرق نہ ہو، ان حضرات کا ایسا باطل و بے سروپا نظریہ ہے کہ اسکو ایک عالم کا علم وعقل تو کیا، عام مسلمانوں کی فطرتِ سلیمہ بھی قبول نہیں کرسکتی۔

۹۔ اپنی کتب میں جہاں بھی میراں سید محمد جونپوری کی ''مہدویت'' کے ثبوت کا مسئلہ ہوتا ہے وہاں سارا زور ظہور مہدی سے متعلق احادیث، ان کے تواتر، علماء امت کے ان پر اعتماد کرنے اور ان کے انکار کے کفر ہونے کے متفق علیہ موضوع پر صرف کردیتے ہیں، لیکن اصل مسئلہ یعنی یہ ثابت کرنا کہ ''ان حدیثوں کے مصداق سید محمد جونپوری ہی ہیں'' اسے یا تو چھیڑتے ہی نہیں یا پھر بہ تکلف وتصنع ان پر انطباق کی لاحاصل سعی، اور نہ ماننے والوں پر غیظ وغضب کے اظہار پر اکتفاء کرلیتے ہیں، یا پھر زیادہ سے زیادہ یہ کہہ کر دامن بچالیتے ہیں کہ میراں صاحب اور ان کے بااعتماد خلفاء کے فرمادینے کے بعد اسکو حق سمجھنے کے لئے کسی اور دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

۱۰۔ مذہب کے عقائد واعمال کا مکمل انحصار میراں صاحب کے ملفوظات اور ان کے چند بقول خود جلیل القدر خلفاء کے ارشادات اور ان کی تعلیمات پر ہے، کتاب وسنت سے استدلال واستشہاد بہت کم ہے، بلکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ میراں صاحب اور ان کے خلفاء کے فرمادینے کے بعد کسی اور دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی، کہیں کہیں آیات واحادیث بھی پیش کرتے ہیں مگر ان احادیث کا نفس مسئلہ پر اطلاق وانطباق بلاتصنع اور بلاتحریف معنی کے ممکن نہیں ہے، جا بجا بعض صوفیاء کا کلام بھی لائے ہیں، خصوصاً شیخ اکبرؒ کا، حالانکہ اولاً تو ان کے کلام کو سمجھنا اور اسکی بہتر تاویل کرنا خود دشوار گذار ہے، ثانیاً عقائد کے معاملہ میں ان کے اقوال کچھ بھی وزن نہیں رکھتے، اس سلسلہ میں مجدد الف ثانیؒ کا یہ قول کہ ''ہم کو فتوحات مدنیہ یعنی احادیث مبارکہ نے فتوحات مکیہ[۱] سے اور نصوص، یعنی آیات قرآنیہ نے فصوص[۱] سے مستغنی کردیا ہے'' عقل ونقل کے موافق ہونیکی وجہ سے قول فیصل کی حیثیت رکھتا ہے۔

۱۔ یہ دونوں شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کی کتابوں کے نام ہیں۔

۱۱ یہ ایک مختصر ساخا کہ ہے جو راقم نے تمام کتب کے مطالعہ کے بعد "حاصل مطالعہ" کے طور پر تحریر کیا ہے، آخر رسالہ میں مولانا مفتی محمد اسعد قاسم سنبھلی صاحب کا مرقومہ تقابلی موازانہ بڑھا دیا گیا ہے جو مہدیٔ موعود اور مہدیٔ مدعی کے درمیان پائے جانے والے اختلاف کو سمجھنے میں مدد دے گا، اور اختتامیہ مہدوی برادری سے ایک دردمندانہ گذارش پر کیا گیا ہے، جو اس پوری محنت کا اصل محرّک ہے۔

۱۲ جن کتابوں سے میں نے اقتباسات نقل کئے ہیں ان کا اصل نسخہ مطبوعہ میرے پاس محفوظ ہے، تاکہ سند رہے اور عندالضرورۃ کام آئے۔

۱۳ آخر میں میں مہدوی بھائیوں اور ان کے بزرگوں سے مخلصانہ ومحبانہ خواہش کرتا ہوں کہ مہدوی تحریک کی کتب میں موجود ان اقتباسات کا خصوصاً حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ عالی سے ہمسری وبرابری بلکہ تفاضل کی جسارتوں کا سنجیدگی وغیرت ایمانی سے نوٹ لیں، غیظ وتعصب کے بجائے صبر وتحمل کے ساتھ پڑھیں، اور کسی صحیح نتیجہ پر پہونچنے کی کوشش کریں، اللہ بہتر جانتا ہے کہ میرا منشاء بحث ومباحثہ اور جدل ومناظرہ ہرگز نہیں، نہ اسکی فرصت ہے نہ میرا مزاج! ہم سب اپنی آخرت کی کامیابی کے متمنی ہیں، جبکہ اس کا حصول اعتقادات کی صحت کے بغیر ممکن نہیں، اسلئے ان غیر معتبر وغیر مستند باتوں کو چھوڑ کر امت کے سوادِ اعظم یعنی اہل اسلام سے وابستہ ہو جانا ہی عافیت وسلامتی کا راستہ ہے، اللہ پاک ہر ایک کو قبول حق کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

دعا ہے کہ حق تعالیٰ اسکے بندوں کی "ایک مخلص وسنجیدہ مگر غلط فہمی سے حق سے دور افتادہ جماعت" کی ہدایت کے لئے کی گئی اس مختصر سی سعی وکاوش کو شرف قبول عطا فرما کر ان بھائیوں کے ہدایت یاب ہونے کا وسیلہ بنادے۔ آمین

والسلام

محمد عبدالقوی غفرلہ

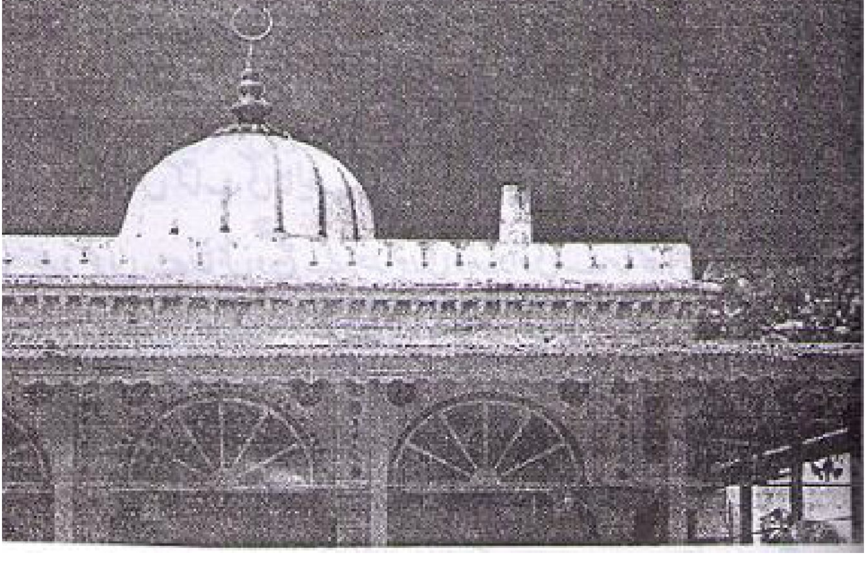
۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

شواہدُ الولایت

مولّفہ

حضرت بندگیمیاں سید برہان الدین رحمتہ اللہ علیہ

نبیرہ حضرت بندگیمیاں سید شہاب الدینؒ ابن حضرت بندگیمیاں سید خوندمیر صدیق ولایت



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کچھ "شواہد الولایت" کے بارے میں

یہ کتاب مہدویت کے نہایت ہی عالی مرتبت بزرگ اور میراں صاحب کے انتہائی چہیتے داماد وخلیفہ، صدیق ولایت، امیر سید خوندمیر کے پڑپوتے یعنی بندگمیاں سید برہان الدین کی تصنیف کردہ ہے، جسمیں مصنف نے چالیس ابواب میں چالیس عنوانات کے تحت گفتگو کی ہے، اور بزعم خویش نہایت مدلل گفتگو کر کے ہر باب کے اختتام پر آیت قرآنی "فَبِاَیِّ اٰلاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ "نقل کر کے ان باتوں کے جھٹلانے والوں کو سخت تنبیہ فرمائی ہے، انہوں نے اس کتاب کے مضامین کو نقل کرنے میں کمال احتیاط اور غایت تحقیق سے کام لینے کا دعویٰ بھی کیا ہے اور بقول ان کے انہوں نے میراں صاحب کے جلیل القدر تابعین کی تصنیفات حجۃ المنصفین، انصاف نامہ، مطلع الولایت، اور جنت الولایت جیسے معتبر ماخذ سے انتخاب کر کے اس کتاب کی تالیف کی ہے، اور" جمعیۃ مہدویہ دائرہ زمستان پور حیدرآباد" نے متعدد نسخوں سے تقابل وتصحیح کے بعد پوری ذمہ داری کے ساتھ اس کو شائع کیا ہے، اس لئے اس کتاب کو مہدوی مذہب کے عقائد کی تحقیق کیلئے میں نے دوسرے رسائل پر ترجیح دی ہے۔ نیز اس وجہ سے بھی کہ اس کتاب کے مقدمہ میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ "سلف صالحین کی یہی کتابیں خلف کا صحیح ماخذ ہیں" چنانچہ اسی کتاب کے اقتباسات کی روشنی میں ہم ناظرین کو "مہدویت" کا مطالعہ کرانا چاہتے ہیں، اسکے بعد دوسرے رسائل سے بھی

بعض اہم عبارات خیالاتِ مہدویہ کی جانکاری کیلئے پیش کرینگے، آگے بڑھنے سے قبل چند باتیں ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

(۱) میں نے کوئی عبارت حوالہ در حوالہ نقل نہیں کی ہے، براہِ راست خود مطالعہ کر کے اقتباس کیا ہے، البتہ طوالت سے بچنے کے لئے بقدر ضرورت عبارت پر اکتفاء کیا ہے، جن کتب سے میں نے یہ عبارات نقل کی ہیں وہ سب کتب میرے پاس موجود ہیں، نقل میں ممکنہ احتیاط سے کام لیا گیا ہے ۔

(۲) مصنف کی عبارات میں حتی المقدور میں نے اپنی طرف سے کسی تشریح سے اجتناب کیا ہے، الا یہ کہ عبارت اس قدر مغلق یا اتنی قدیم تھی کہ بغیر اس وضاحتی اضافہ کے چارۂ کار نہ تھا مگر یہ بھی کہیں کہیں پیش آیا ہے اور اسے قوسین سے ممتاز کر دیا گیا ہے۔

(۳) میری عبارت یا عنوان میں میراں صاحب اور ان کے خلفاء کیلئے معروف القاب کی رعایت نہیں ہے، کیونکہ میرے اعتقاد میں اس کی گنجائش نہ تھی، نقل عبارت میں البتہ اس کا خیال (مصنف کے عقیدہ کے مطابق) رکھا گیا ہے۔

(۴) "میراں صاحب" سے مراد مہدویوں کے "امام مہدی" یعنی سید محمد جونپوری صاحب ہیں، جو اس تحریک کے ظہور کا مدار حقیقی ہیں، "امیر کبیر" سے مراد ان کے داماد "سید خوند میر صاحب" ہیں اور "ثانی مہدی" سے مراد ان کے صاحبزادہ "سید محمود صاحب" ہیں، یہی ائمہ ثلثہ اور چند دیگر مہدوی رہنماؤں کے اقوال منقولہ اور ارشاداتِ مرویہ اس تحریک کی اصل اور بنیاد ہیں۔

(۵) عنوانات سب میرے قائم کردہ ہیں جن میں حتی المقدور انہی کے الفاظ کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ نیز عبارات کی وضاحت کیلئے حسبِ ضرورت تنقیدی یا تعارفی جو نوٹ میں نے لکھے ہیں انہیں اور مصنف کی عبارات کو ایکدوسرے سے ممتاز رکھا گیا ہے تاکہ تلبیس کا شبہ نہ ہو۔

مہدوی عقائد

(۱) میراں صاحب کا مقبرہ کعبۃ اللہ کی طرح مقدس ہے۔

اس کتاب کی تمہیدی گفتگو میں مصنف اپنے امام مہدی کی درگاہ پر حاضری کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> جب میں شرفِ زیارت سے روضۂ مطہرہ متبرکہ منورۂ امام المشارق والمغارب بالتحقیق کے جو بیت العتیق (خانہ کعبہ[1]) کی طرح مقدس ہے مشرف ہوا (ص:۵)

مصنف نے (ص: ۴۶۹) پر بھی "مقبرۂ مہدی" کا ذکر انہی الفاظ میں کیا ہے، مذکورہ بالا عبارت میں اپنے امام کو 'امام المشارق والمغارب'، یعنی تمام مشرقوں اور تمام مغربوں کا امام اور ان کی قبر کو 'بیت العتیق'، یعنی کعبۃ اللہ کی طرح مقدس قرار دیا ہے، جو عقیدت میں حد سے تجاوز مذموم اور غلو ہونے کے علاوہ کعبۃ اللہ کی توہین بھی ہے۔

(۲) میراں صاحب سرورِ کائنات، پیغمبر صفات اور خاتم الاولیاء ہیں۔

کچھ احباب کی طرف سے میراں صاحب کے احوال پر کوئی رسالہ تصنیف کرنے کی خواہش اور اسکی غرض کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

> تا کہ سب لوگوں کو حضرت سرور کائنات امام علیہ السلام کے حالات۔ جن کی ذات پیغمبر صفات خاتم الاولیاء ہے۔ ابتداء سے انتہاء تک معلوم ہوتے (ص:۶)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ (۱) مہدویوں کے نزدیک سید محمد جونپوری صاحب کی ہستی سرور کائنات تھی جبکہ اہل اسلام کے نزدیک کائنات کی سروری صرف اور صرف حضرت محمد ﷺ کا

[1] یہ صراحت بھی اصل کتاب ہی کی ہے۔

مرتبہ ہے، آپ کا ارشاد ہے "انا سید ولد آدم یوم القیامة "(۲) وہ پیغمبر صفت تھے؛ عام انبیاء کرام علیہم السلام کی شان بھی امت کے اولیاء وصلحاء سے کہیں بڑھ کر ہوتی ہے، چہ جائے کہ کوئی امتی امام الانبیاء صلی اللہ علیہ السلام کے مرتبہ اور شان کا ہو جائے ؟ یہ بات بھی اہل اسلام کے اعتقادات کے خلاف ہے (۳) وہ خاتم الاولیاء تھے؛ جبکہ اہل اسلام کے اعتقاد کے مطابق نبوت کا دروازہ تو بند ہو چکا ہے لیکن ولایت کا دروازہ حضرت محمد ﷺ کے امتیوں کے لئے ہر وقت کھلا ہوا ہے، تمام مسلمان اللہ کے ولی ہیں گو مرتبہ میں کم زیادہ ہوں، مگر ولایت کسی پر ختم ہوئی، نہ ہوگی۔

(۳) قرآن کریم میں "نور" کا لفظ جہاں کہیں ہے، اس سے " نبوت محمدیؐ " کے ساتھ " ولایت مہدی " بھی مراد ہے۔

سورۂ نساء کی آیت :۱۷۴، سورۂ مائدہ کی آیت:۱۵، اور سورۂ تغابن کی آیت:۸ کا ذکر کر کے مصنف رقم طراز ہیں:

> "اَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْراً مُّبِیْناً" " قَدْ جَاءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتَابٌ مُّبِیْنٌ "
> "اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْ اَنْزَلْنَا" جاننا چاہیے کہ ان مذکورہ آیات میں الفاظ نور سے مراد نبوتِ محمدیؐ کا نور اور ولایتِ ذات آنحضرت (مہدی) کا ظہور ہے (ص:۱۰)

آنحضرت سے نبی کریم ﷺ ہی مراد ہیں تب بھی ولایت محمدی سے ان حضرات کی مراد میراں سید محمد جونپوری ہی ہوتے ہیں نبوتِ محمدی کو الگ کرنا بھی اس کا قرینہ ہے، جبکہ مفسرین کرام نے لفظ نور سے "قرآن کریم" یا "نبی کریم ﷺ" کو مراد لیا ہے، اور اسی پر اہل اسلام کا اتفاق ہے، مگر مہدوی حضرات نے اسمیں اپنی طرف سے بلا کسی دلیل کے میراں صاحب کو شامل کردیا ہے، جس کا کوئی جواز نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ تفسیر بالرائے ہے جو کہ بالاتفاق حرام ہے۔

(۴) تمام انبیاء واولیاء میراں صاحب کے چشمۂ علم سے علم پاتے ہیں۔

مصنف کتاب "شواہد الولایت" کی یہ حیرت انگیز "تحقیق" بھی قابل ملاحظہ ہے:

پس حاصل یہ کہ تمام رسل اور اولیاء علم پاتے ہیں خاتم الاولیاء کے مشکواۃ سے اور اسی لئے خاتم الاولیاء کو شمس ہدایت ولایت کہا جاتا ہے اور سب انبیاء و اولیاء مانند منازلِ آسمانی کے ہیں، پس اس اعتبار سے فرمایا ہے رسول مختار ﷺ نے کہ ولایت افضل نبوت سے ہے (ص:۱۲و۱۳)

مذکورہ تمثیل میں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے مرتبۂ بلند کو اپنے امام کے سامنے اسطرح پامال کیا ہے کہ کسی صاحب ایمان کے لئے قابل تحمل نہیں ہوسکتا، پھر اسکے استدلال میں جو بے جوڑ دلیل پیش کی ہے اس کا ذخیرۂ احادیث میں کوئی اعتبار ہے نہ محدثین کے نزدیک وہ قابل احتجاج ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے اس کو حدیث مان بھی لیا جائے تو اس سے ولایت یعنی حضرت محمد ﷺ کے تعلق مع اللہ کا انکی نبوت کے ظاہری احکام سے افضل ہونا ثابت ہوسکتا ہے، اس سے یہ کیسے معلوم ہوا کہ میراں صاحب خاتم الاولیاء ہیں اور تمام انبیاء ان سے کسب فیض اور تحصیل علم کرتے ہیں؟

(۵) میراں صاحب کا مرتبہ اللہ کے نزدیک نبی کریم ﷺ کے مرتبہ کے برابر ہے۔

ایک عبارت کو حدیث کہہ کر — جو محدثین کے نزدیک کوئی اعتبار نہیں رکھتی — اسکے ذریعہ ایک پورا فلسفہ مذہب تیار کیا ہے:

میراں سید خوندمیر نے فرمایا ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر نبی کیلئے نظیر ہے اسکی امت میں، یعنی اس کا مثل ہے اور نبی کا مثل نہیں ہوتا مگر وہی شخص جس کا درجہ اللہ کے پاس مثل نبی کے درجہ کے ہو، پس جب اسکو نبی کا درجہ حاصل ہوا تو ضرور ہے کہ وہ خلیفہ ہو اپنے زمانہ میں، اور خاتم النبین ﷺ کیلئے بھی نظیر ہے آپ کی امت میں اور وہی مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں (ص:۱۴)

پوری امت کا اجماع ہے اس بات پر کہ حضرت محمد ﷺ تمام انبیاء سے افضل و برتر ہیں، کوئی امتی انکی ہمسری و مثیلی تو کیا کرسکتا ہے؟ کوئی نبی بھی انکی برابری کا مدعی نہیں ہوسکتا، مہدویوں کے پاس اپنے اس دعوے کی — کہ مہدی کا درجہ اللہ کے پاس مثل نبی کے درجہ کے ہے — کوئی قطعی دلیل نہیں محض ظن و تخمین اور خوش فہمی ہے۔

(۶) ہر ہر امر میں میراں صاحب نبی کریم ﷺ کے مانند ہیں۔

درج ذیل عبارت کو ملاحظہ کیجئے اور ان حضرات کے عقل وعقیدہ کا ماتم کیجئے!

اگر کہا جائے کہ کیوں ذکر نہیں کیا گیا قرآن میں مہدیؑ کا نام صاف وصریح طور پر؟ (جبکہ) اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کا ذکر اس میں چھوڑا نہیں، پھر مہدیؑ کے نام کا ذکر کیسے چھوٹ گیا؟ تو کہا جائیگا کہ مہدیؑ کے نام کا ذکر نہیں کیا گیا ہے بنی ﷺ کے ذکر کے لحاظ سے، (یعنی نبی کا ذکر ہو جانے کی وجہ سے مہدیؑ کے ذکر کی ضرورت نہ رہی) کیونکہ مہدیؑ کی دعوت نبی کی دعوت کے مانند، آپ کا علم نبی کے علم کے مانند، آپ کا گروہ نبی کے گروہ کے مانند، آپ کا حال نبی کے حال کے مانند، آپکی ذات نبی کی ذات کی مانند آپ کا صبر نبی کے صبر کے مانند اور آپ کا توکل نبی کے توکل کے مانند ہے اور اکثر امور میں آپ صورتاً و سیرتاً نبی کے برابر ہیں (ص:۱۵)

اسکے علاوہ ص:۱۶ تا ۱۷ پر ایک ایک صفت کا ذکر کر کے میراں صاحب کو نبی پاک ﷺ کے مانند قرار دینے کے بعد خلاصۃً کہا گیا ہے کہ

بلکہ آپ کی تمام صفات ذاتی نبی کی صفات ذاتیہ کے مانند ہیں بلا کسی کمی بیشی کے (ص:۱۷)

اہل اسلام میں سے آج تک کسی نے اپنے لئے یا اپنے کسی پیشوا کیلئے نبی کریم ﷺ کیساتھ ایسی تساوی و برابری کا دعویٰ نہیں کیا، سوائے مدعیانِ نبوت کے۔ اور اگر اہل اسلام میں سے کبھی کسی کی سبقتِ لسانی یا سکر و مدہوشی کے اثر سے ایسی کوئی بات سرزد ہو بھی گئی تو خود ان کے متبعین نے اسے کتاب وسنت کی تعلیمات کے مقابلہ میں مردود و نا قابلِ قبول قرار دیا، تاریخ میں اس کی مثالیں موجود ہیں، اس کے برخلاف مہدوی قوم ان خلافِ شرع باتوں کو نہ صرف یہ کہ تسلیم کرتی ہے بلکہ ایمان کیلئے لازم وضروری سمجھتی ہے۔ **فیا حسرۃ علیھم**

(۷) میراں صاحب معنوی محمد، مانند احمد، بلکہ ذات احدیت (خدا) ہیں۔

بندگی میاں امین محمد —— جنہیں مصنف نے جماعت مہدویہ کا ایک عارف قرار دیا ہے —— کی مہدی کی شان میں یہ عقیدت جو غلو وافراط کی آخری حد ہے قابل دید ہے:

اے مہدئ آخر زماں معناً محمد آئے تم
بارک اللہ مرحبا مانند احمد آئے تم
مہرولایت نامور پشت مبارک پر لئے
بحرحقائق میں رواں بے میم احمد آئے تم (ص:۱۷)

بے میم احمد ''احد'' بنتا ہے، اوراحد صرف اللہ کی ذات ہے،'' قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ''
مذکورہ منقبت کا آخری مصرعہ کا مطلب تو یہ ہوا کہ گویا اللہ تعالیٰ زمین پر بشکلِ مہدی ظاہر ہوگیا، پھر چونکہ یہ دعویٰ بہت خطرناک تھا، ادھر مصنف اسکو چھوڑنا بھی نہیں چاہتے تھے، اسلئے ان کو اسی کتاب میں دوسری جگہ یہ حاشیہ چڑھانا پڑا کہ

یہ اشارہ انا احمد بلامیم سے تعلق رکھتا ہے سمجھنے والا ہی اس کو سمجھے گا۔(ص:۹۰)

(۸) میراں صاحب ابوبکرؓ وعمرؓ سے بھی افضل ہیں۔

بحکم اجماع مہدی ہی نبی کے تابع تام ہیں، اور ایسی متابعت آپ کے سوا کسی اور کیلئے تسلیم نہیں کی جاسکتی، اگر چہ کہ (وہ) خلفاء راشدین ہی (کیوں نہ) ہوں، کیونکہ خلفاء راشدین (باوجودیکہ) سب کے سب افضل سب تابعین کاملین سے ہیں، لیکن مہدی ان سے بھی افضل ہیں، کیونکہ آپ نظیر نبی اور موعود بزبان نبی ﷺ ہیں دلائل واضحہ سے (ص:۱۸)

کاش! ان'' دلائل واضحہ ''میں سے کچھ ذکر کرنے کی زحمت فرمائی جاتی، جمہورِ امت تو حضرت ابوبکرؓ کو انبیاء کے بعد سب سے افضل تسلیم کرتے ہیں۔

(۹) میراں صاحب کے اخلاق، نبی کریم ﷺ کے اخلاق حمیدہ سے قطعاً ویقیناً بہ ہمہ وجوہ (یعنی ہر طرح) موصوف تھے۔

ایک نبی کی موافقت دوسرے نبی کے ساتھ، اور ایک رسول کی موافقت دوسرے رسول کے ساتھ اخلاق ہی میں ہوتی آئی ہے نہ کہ ترتیب ظاہر میں، مگر یہ خصوصیت حضرت امام آفاق کی ہے کہ اپنے متبوع (حضرت محمدؐ) کے ساتھ ولادت کی نشانیوں میں متحد (ہونے سے لیکر) اور تمام صفات ذات (تک) جو کہ اخلاق محمدی ہیں قطعاًو یقیناً بہ ہمہ وجوہ موصوف تھے، کیونکہ مہدیٔ موعود آپ ہی کی ذات مبارک ہے۔ (ص:۱۸/۱۹)

جس کا صاف سیدھا مطلب یہ ہے کہ سید محمد جونپوری صاحب، نبی کریم ﷺ ہی کا نعوذ باللہ دوسرا ظہور ہیں۔

(۱۰) میراں صاحب کا وجود عین ''نور حق'' تھا۔

واضح ہو کہ وجود ہر دو محمد کا عین نور حق تھا، نص قرآنی ''وَاَنۡزَلۡنَا اِلَیۡکُمۡ نُوۡرًا مُّبِیۡنًا'' کے حکم سے اور حدیث مخصوص ''انا من نور الله و کل شئ من نو ری'' کے حکم سے (ص:۲۵)

''عینِ نور حق'' کے لفظ سے کیا چاہتے ہیں قارئین سمجھ ہی گئے ہوں گے! سوال یہ ہے کہ آیت و روایت کے مصداق میں سید محمد جونپوری صاحب کو شامل کرنے کا جواز کس دلیل سے نکلا؟ جب کہ کسی خاص دعوی کیلئے خاص دلیل کی ضرورت ہوتی ہے اسکی وضاحت مطلوب ہے! اور یہ بھی سوچنے کی ضرورت ہے کہ اگر کوئی دوسرا شخص بھی اس قسم کی آیات و روایات کو اپنی تائید میں پیش کرے تو اس کے دعوے کو کس دلیل سے مہدوی قوم رد کر سکتی ہے؟

(۱۱) میراں صاحب کے اعضاء بھی ''خدا کا نور ذات'' تھے۔

میراں صاحب کے ایک دانت ٹوٹنے کا مفصل واقعہ نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ جب اس دانت کو اپنے پاس رکھنے کے سلسلہ میں انکی اہلیہ اور برادر نسبتی میں جھگڑا بڑھا تو میراں صاحب نے انکی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

یہ خدا کا نور ہے ذاتِ خدا سے ہرگز جدا نہیں رہیگا، پس بہ تحقیق ثابت ہو چکا کہ ذاتِ مہدی تمام نور حق تھی اسی لئے اللہ تعالی نے انکی تاریخ پیدائش ۸۴۷ھ کو ''یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَکُمۡ مِّنَ اللّٰهِ نُوۡرًا وَّ وُجُوۡدًا مُّبِیۡنًا'' میں ظاہر فرمائی ہے (ص:۲۶)

ھذا بھتان عظیم کیسی واہیات دلیل ہے، جس کا علم وخرد سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ظاہر فرمانا تو قرآن کے ذریعہ ہوتا ہے یا نبی کے ذریعہ، حق تعالیٰ کو میراں صاحب کی تاریخِ پیدائش نکال کے نازل کرنیکی جو ضرورت پڑی، وہ نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں! تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مہدویوں کو پہونچی کہاں سے؟

(۱۲) میراں صاحب کی کنیت " دادا " کے نام سے تھی۔

دنیا جانتی ہے کہ کنیت یا تو اولاد کے نام سے ہوتی ہے، یا کسی خاص صفت کی مناسبت سے یا کسی شئے کی نسبت سے ہوتی ہے، مگر میراں صاحب کی کنیت کے بارے میں ان کے والد سے جب سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا:

> ''ہمارے دادا کا نام سید قاسم تھا اس بنا پر کبھی کبھی (ہم ان کو) ابوالقاسم کہا کرتے ہیں''
> (ص:۳۳)

(۱۳) میراں صاحب نے داماد کو حقیقی بیٹا قرار دیا؟

اسی طرح عام طور سے لوگ کسی چھوٹے کی خدمت اور سعادت مندی سے متأثر ہو کر اسکو محبۃً ومجازاً "بیٹا" کہدیا کرتے ہیں، مگر میراں صاحب اپنے داماد کی محبت وعقیدت سے متاثر ہوکر ان کے "حقیقی بیٹا" ہونیکی نامعقول بشارت سناتے ہیں، چنانچہ مصنف نے بندگی سید خوندمیر کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

> دسویں بشارت یہ ہے کہ جب ہر دو سیدینؓ فرہ مبارک میں حضرت محبوب الکونین کی خدمت میں پہونچے تو ایک کے حق میں آنحضرت نے فرمایا بیٹا بیٹا ہوکر آتا ہے، اور بندگیمیاں سید خوندمیر کو آنحضرت نے "پسر حقیقی" کی بشارت دی (ص:۲۹۳)

یہ بات سمجھ سے باہر ہے کہ ایک شخص دو آدمیوں کا "حقیقی بیٹا" کیسے ہوسکتا ہے؟ ممکن ہے کہ یہ بھی کوئی راز ہو جس کا سمجھنا عام لوگوں کے بس میں نہو۔

(۱۴) پسر، پدر کے ہمسر کو کہتے ہیں

اسی طرح عجائب مہدویت میں سے ایک اعجوبہ یہ بھی ملاحظہ کرلیں کہ جب بندگی سید خوندمیر کے ہاں سید شہاب الدین کی ولادت ہوئی تو ان کے حق میں سید خوندمیر صاحب نے فرمایا

> ''سب لوگ کہیں گے کہ (ان کے ہاں) بیٹا پیدا ہوا ہے، جبکہ پسر، پدر کے ہمسر کو کہتے ہیں'' (ص:۵۱۱)

اللہ پاک ہی بہتر جانتا ہے کہ مہدوی حضرات یہ معمے کس طرح حل یا ہضم کرتے ہیں، شاید اسی فلسفے سے ان حضرات نے اپنے امام کو امتی ہونے کے باوجود نبی کا ہمسر مان لیا ہے۔ **فیاللعجب**

(۱۵) میراں صاحب کی دوراندیشی اللہ تعالیٰ سے بھی زیادہ تھی۔

میراں صاحب کی عقل وخرد اور علم وحکمت کا یہ عالم تھا کہ پیدا ہوتے ہی انہیں ''مہدیت'' سے نوازا گیا اور حکم دیا گیا کہ دعویٰ مہدیت ظاہر کرو تو جواباً انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ یہ دعوی جس کا آپ مجھے حکم دے رہے ہیں اسوقت مناسب نہیں ہے۔

> مجھ کو میری پیدائش کے بعد اسی وقت خداوند تعالیٰ کا فرمان ہوا کہ اے سید محمد! دعویٰ مہدیت کر اور خلق کو ہماری طرف بلا، لیکن بندے نے ہضم کرلیا، اور عرض کیا کہ الٰہی! حضرت عیسیٰؑ نے اس حال میں (یعنی بچپن میں) دعوت دی تھی، بہت سے لوگ فتنہ میں پڑ گئے تھے، ایسا نہ ہو کہ امت مصطفےٰ میری دعوت کو قبول نہ کرے اور فتنہ میں پڑ جائے
> (ص:۳۴)

اس طرح گویا اللہ تعالیٰ کو اپنی مصلحت کا قائل کر کے اس کے حکم کو بقول خود ''ہضم'' کر گئے، یعنی تعمیل نہیں کی۔ **سبحان اللّٰہ وبحمدہٖ**۔ آج تک اللہ تعالیٰ کو مشورہ دینے اور اس کے حکم کو ٹالنے کی جرأت کوئی نبی بھی نہیں کرسکا، مہدی کی کیا بساط ہے کہ حکمِ رب سننے کے باوجود اس کی تعمیل کے بجائے الٹا اللہ تعالیٰ کو سمجھانے لگے، ہاں! قرآن کریم میں ابلیس کے

بارے میں ضرور آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو آدمؑ کے آگے سجدہ ریز ہونے کا حکم دیا تو اس نے عمل کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ ہی سے الجھنا شروع کر دیا تھا، پھر جو نتیجہ نکلا سب کو معلوم ہے۔ ہمارا اب بھی یہی خیال ہے کہ سید محمد جونپوری جیسے قابل آدمی کی زبان سے تو یہ باتیں ہرگز نہیں نکلی ہوں گی، سب بعد کے لوگوں کی پیداوار ہے۔

(۱۶) میراں صاحب کا دیدار خدا کے دیدار کی طرح تھا۔

جب شیخ دانیال نے ـــــ جوان کے زمانے اور خاندان کے اکابر اولیاء اللہ میں سے تھے، اور بقول انہی حضرات کے حضرت خضرؑ کی ان کے ہاں آمدورفت رہا کرتی تھی، ـــــ انہیں دیکھا تو

> ''ایسے خوش ہوئے کہ گویا دیدار ذات پروردگار انکو نصیب ہوا'' (ص:۳۵)

اور جب خواجہ خضر نے انہیں دیکھا تو فرمایا:

> یہی وہ لڑکا ہے جس کی ہم کو ایک مدت دراز سے جستجو تھی، اب حق تعالیٰ نے اس کو ظاہر فرمایا (ایضاً)

(۱۷) میراں صاحب کو جو معرفتِ رب نصیب ہوئی تھی اسکے ایک قطرہ کا تحمل بھی انبیاء و مرسلین نہیں کر سکتے تھے۔

جس سمندر کے ایک قطرہ کو انبیاء و مرسلین نہیں برداشت کر سکتے تھے، اس پورے سمندر کو ہضم کر کے میراں صاحب صرف اسقدر متأثر ہوئے کہ ۷ / سال ایسی بے خودی رہی کہ ایک دانہ نہیں کھایا، پھر پانچ سال ہوش اور بے ہوشی کا ملا جلا حال رہا، اور جب ان کی بڑی اہلیہ کی طرف سے اس بے خودی کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا کہ

> ''حق تعالیٰ کی طرف سے تجلی الوہیت پے در پے ایسی ہوتی ہے کہ اگر ان دریاؤں سے ایک قطرہ کسی نبی مرسل یا ولی کامل کو دیا جائے تو تمام عمر (اسکو) کوئی آگاہی نہ رہے''
> (ص:۴۸)

لیکن میراں صاحب کو اس کے نتیجہ میں صرف سات سال بے خودی رہی اور پانچ سال صحو وسکر کا اجتماع رہا اسطرح بارہ سال گذرے، پہلے سات سال میں تو کچھ کھایا ہی نہیں، اور اگلے پانچ سال میں جو کچھ کھایا اسکی مقدار کل ساڑھے ستّر سیر ہوئی۔(ایضاً) کیا اس کا مطلب یہ نہیں ہوا کہ میراں صاحب پر حق تعالیٰ کی جو خصوصی تجلی نازل ہوئی اور انہیں معرفتِ رب کا جو مقام حاصل ہوا تھا اس کو اگر سمندر سے تشبیہ دی جائے تو انبیاء و مرسلین کو نعوذ باللہ اس سمندر کا ایک قطرہ بھی نصیب نہ تھا؟

(۱۸) میراں صاحب ایمان کے خزانے کے مالک اور اس پر حاکم تھے۔

> پہلی مرتبہ ذات باری تعالیٰ کی تجلی ہوئی فرمان پہونچا کہ اے سید محمد! تجھ کو ہم نے اپنی کتاب کا علم بخشا اور مراد اللہ کا علم تجھ کو عطا کیا ہے،اور اہل ایمان پر تجھے حاکم گردانا ہے اور ایمان کے خزانوں کی کنجی (ہدایت کی توفیق) تیرے ہاتھ دی ہے، تجھے ہم نے دین محمدی کا ناصر بنایا ہے،(اور اپنی ذات سے ایسی نسبت عطا کی ہے کہ) تیرا انکار ہمارا انکار اور ہمارا انکار تیرا انکار ہے(ص:۵۰ و ۳۹۱)

جبکہ قرآن وحدیث کی بے شمار نصوص یہ ظاہر کرتی ہیں کہ ایمان اور ہدایت کا فیضان صرف حق تعالیٰ کی عطاء ہے اس میں کسی کا بھی دخل نہیں ہے مثلاً ''اِنَّکَ لاَ تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ'' اے نبی! آپ جسکو چاہیں ہدایت نہیں دیتے، اللہ جسکو چاہے ہدایت دیتا ہے۔(سورہ قصص:۵۶)

(۱۹) میراں صاحب کے ایک خلیفہ دلوں کے بھید جانتے تھے۔

اپنے پانچویں خلیفہ میاں دلاور کے بارے میں میراں صاحب نے خبر دی ہے کہ:

> ''حق سبحانہ وتعالیٰ نے میاں دلاور کو (کیلئے) عرش سے تحت الثریٰ تک (تمام علوم ایسا) روشن کیا ہے جیسے کوئی شخص اپنی ہتھیلی میں رائی کا دانا رکھتا ہو'' نیز نقل ہے آنحضرت نے فرمایا کہ میاں دلاور دل کا حال بہتر جاننے والے ہیں(ص:۵۵تا۵۶)

حالانکہ قرآن وحدیث میں اس قسم کے مفصل ومکمل علم کو صرف حق تعالیٰ کی صفت بتلایا گیاہے، جبکہ دلوں کا بھید جاننا بھی اللہ تعالیٰ کی صفت بتلائی گئی ہے، اِنَّــهٗ عَـلِيۡمٌ بِذَاتِ الصُّدُوۡر وغیرہ آیات اس پر شاہد ہیں، مخلوقات کے علوم ناقص ہوتے ہیں۔

(٢٠) ہر لمحہ میراں صاحب کیلئے ایک تازہ خدا ہوا کرتا تھا۔

نقل ہے کہ حضرت امام علیہ السلام نے میاں شیخ بھیک کو قائم مقام حضرت عیسیٰؑ فرمایا
جب ان کو جذبۂ حق ہوا اور ہر بات کے جواب میں صرف ایک ہی لفظ ''ہمہ حق است'' کہتے رہے تو
حضرت امام الابرار نے تین مرتبہ بہ تکرار فرمایا، کیوں خدائے کہنہ کے ساتھ مقید ہو گئے ہو ؟ آگے بڑھو، اور پھر یہ بیت بھی آنحضرت نے پڑھا
بیزار ہوا ہوں میں تیرے کہنہ خدا سے ہر لحظہ میرے واسطے ایک تازہ خدا ہے۔
(ص:٥٨)

اپنے لوگوں کو نبوت کا مقام بخشتے رہنا تو میراں صاحب کی عام عادت تھی اور کیوں نہ ہوتی جبکہ ایمان پر بھی انہی کو حکومت ملی ہوئی تھی، نبوت کا کیا کہنا؟ مذکورہ عبارت میں غور طلب امر یہ ہیکہ ایک مرید کو پرانے خدا کو چھوڑ کر آگے بڑھنے کی تعلیم اور خود اپنے بارے میں ہر لمحہ تازہ خدا ملنے کی خبر جیسی تعبیرات کی علماء مہدویہ نہ معلوم کیا توجیہ کرتے ہیں؟ اہل اسلام تو ایسی باتوں کو دہریت سمجھتے ہیں۔

(٢١) میراں صاحب کے بچے کی تدفین سے اٹھارہ ہزار مردوں کی بخشش ہوگئی۔

چھوٹے بیٹے میاں سید اجمل کو جس قبرستان میں دفن کیا گیا اسمیں اٹھارہ ہزار قبریں تھیں، میراں صاحب نے انکی تدفین کے بعد بارہا فرمایا:

فرمان حق تعالیٰ ہوتا ہے کہ اے سید محمد! اس مقبرہ کے تمام اہل قبور کو سید اجمل کے واسطے سے ہمیشہ کے لئے ہم نے بخش دیا (ص:٦٦)

(۲۲) میراں صاحب کے ایک خلیفہ میں حضرت ابوبکرؓ کی تمام خصوصیات جمع تھیں۔

ایک مرتبہ ان کے مریدین کے درمیان حضرت ابوبکرؓ کے فضائل کا ذکر چل رہا تھا کہ وہ تین سو سے زائد خصوصیات کے حامل تھے، میراں صاحب کے ایک خلیفہ شاہ نظام نے فرمایا کہ کیا ان صفات میں سے کوئی ایک صفت بھی ہمارے اندر پائی جاتی ہے؟

یہ سن کر حضرت مہدی علیہ السلام نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا ''بل هو كل فیک'' وہ سب کی سب تمھارے اندر ہیں (ص:۷۱)

جبکہ اہل اسلام کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ تو بہت اونچے مرتبے والے ہیں، عام صحابیؓ کے جوتوں کی گرد کو بھی کوئی بڑے سے بڑا ولی نہیں پہونچ سکتا، چہ جائیکہ خلیفۂ اول ابوبکر صدیقؓ کے تمام کے تمام فضائل کسی شخص میں جمع ہو جائیں؟

(۲۳) میراں صاحب نے خواجہ بندہ نواز کی قبر کو جوتوں سے روندا۔

میراں صاحب جب گلبرگہ پہونچے تو خواجہ بندہ نوازسید محمد گیسودرازؒ کی درگاہ پر حاضری دی، کمرہ اندر سے بند کر کے بہت دیر تک مقیم رہے، باہر نکلنے کے بعد کسی نے پوچھا کہ اتنی دیر زیارت میں لگانے کی وجہ کیا تھی؟ تو کہا کہ

سید محمد (خواجہ بندہ نوازؒ) کی روح نے میرا استقبال کیا، اور کمالِ احتیاج کے ساتھ مجھے اپنی قبر پر لا کر انہوں نے سعیٔ بلیغ فرمائی کہ تاوقتیکہ آپ کے جوتوں کی گرد میری قبر پر نہ پڑے، میری خجالت وشرمندگی دور نہ ہوگی، جو مجھ سے دعوائے مہدیت صادر ہونیکی وجہ سے (مجھ پر طاری) ہے، ...... بالآخر انکی آرزو کے بموجب تین بار انکی قبر پر نعلین (جوتوں) کے ساتھ مجھے جانا آنا پڑا (ص:۸۳)

یہ حشر اس شخص کی قبر کا ہو رہا ہے جسکے بارے میں خود انہوں نے کہا کہ وہ مرشد عالم اور مخدوم عالم تھے، ان کی ذات سے رسول اللہ کی خوشبو آتی ہے، اور یہ کہ جنہوں نے انکی قدر نہیں کی ان سے اللہ تعالیٰ قیامت میں مواخذہ فرمائے گا (ایضاً) اسکے باوجود اس مبارک ہستی کی یہ

ناقدری وتوہین چہ معنیٰ دارد؟اور غلطی اس بے چارے کی کیا تھی ؟ انہوں نے زندگی میں مہدیت کا دعوی کرکے ناحق میراں صاحب کے منصب کو چھین نے کی کوشش کی تھی، ظاہر ہے کہ ان کی یہ خطاء عظیم ایسی ذلت ورسوائی کے بغیر معاف نہیں ہوسکتی تھی ! اس جگہ مہدوی حضرات ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ مہدیت کے منصب پرناحق قبضہ کی سزامیں اس کی یہ گت بنی چاہئے تو ولایتِ محمدی پر بنا استحقاق واستدلال زبردستی قبضہ جمانے والے کا کیا حشر ہونا چاہیے؟

(٢٤) میراں صاحب کی کشتی کو ملاحوں کے بجائے مرحوم اولیاءاللہ کھینچتے تھے۔

سفر حج کے دوران جب ایک بستی سے گذر ہوا جہاں کسی بزرگ کا مزار تھا، لیکن میراں صاحب نے خلافِ معمول انکی قبر کی زیارت نہیں کی، تو ان کے ایک صحابی (باعتقادِ خود) کے دل میں اس پر اشکال ہوا کہ میراں صاحب نے ان بزرگ کی زیارت کا ارادہ کیوں نہیں فرمایا؟ یہ اشکال—— جو ان کے دل میں پیدا ہوا تھا—— میراں صاحب پر منکشف ہوگیا، تو انہوں نے اس صحابیؓ پر ایک ایسی نظر ڈالی جس سے اس کی آنکھوں پر سے مادی پردے ہٹ گئے اور عالم غیب کھل گیا، تو ان کے اس صحابی نے یہ منظر دیکھا کہ

> تمام اولیاء اللہ علیھم الرضوان جو ہندوستان کے شہروں میں آرام فرما ہیں (یعنی انتقال فرما چکے ہیں) اس جگہ حاضر ہوکر جہاز کی رسیاں اپنے کندھوں پر لئے کھینچتے چلے جارہے ہیں (ص:٨٩)

(٢٥) میراں صاحب پہلے اللہ تعالیٰ کے عاشق تھے، بعد میں خود اللہ تعالیٰ ان کا عاشق ہوگیا۔

ایک مرتبہ میراں صاحب آرام کررہے تھے قریب میں بیٹھے کسی خادم کے دل میں خیال آیا کہ حضرت کی عمر کتنی ہوگی؟ میراں صاحب نے ان کے پوچھے بغیر اپنی طرف سے جواباً فرمایا۔

تیس سال ہم ذاتِ ذوالجلال کے عاشق تھے ،اور دیگر تیس سال ہورہے ہیں کہ وہ خداوند ذوالجلال اس مشتِ خاک کا عاشق ہے، نیز نقل ہے کہ آنحضرت نے (اس وقت) یہ بیت بھی جو زبانِ ہندی میں ہے، ارشاد فرمایا

میں فدا ہوں ساجن پر اور ساجن مجھ پہ نثار
میں ساجن کا سہرا ساجن گلے کا میرے ہار (ص:۸۹/۹۰)

نیز یہی ارشاد ص:۳۴۳ پر بھی ہے،

مصنف کتاب، میراں صاحب کے اس نا قابل فہم انکشاف کی تشریح میں اس کو مزید پیچیدہ کرتے ہوئے اسطرح رقم طراز ہیں:

ہندوستان کا رواج ہے کہ جس دن شادی کرتے ہیں ،اس دن پھولوں کا سہرا سر پر باندھتے ہیں ،اور ہار گلے میں ڈالتے ہیں ، یہاں حضرت امیرؑ فرماتے ہیں کہ ہم اپنے صاحب (اللہ تعالیٰ) کے سر کا سہرا ہیں، اور صاحب ہمارے (میراں صاحب کے) گلے کا ہار ہے، یہ اشارہ ''انا احمد بلا میم'' سے تعلق رکھتا ہے سمجھنے والا ہی اسکو سمجھے گا۔(ص:۹۰)

سبحان اللہ! خود تو سہرا بن کر اللہ تعالیٰ کے سر چڑھ گئے، اور بیچارے اللہ تعالیٰ کو ہار بنا کر اپنے گلے میں آویزاں کرلیا، کیا خرافات باتیں ہیں، کیا کسی ہادی وراہنما کے ملفوظات ایسی بے سروپا بکواس ہوسکتے ہیں؟

(۲۶) میراں صاحب ہی رسول اللہؐ کے بعد واحد مرد کامل ہیں۔

آپ جب مکہ مکرمہ پہونچ کر کعبۃ اللہ کا طواف کرنے لگے تو

''جو کوئی اعرابی آنحضرت کو دیکھتا تھا حق تعالیٰ ان میں سے اکثروں کی زبانی یہی بات کہلواتا تھا کہ یہ مرد کامل ہے جو رسول اللہ ﷺ کے بعد آیا ہے''(ایضاً)

اعرابیوں کے اچھے تأثر پر تو کوئی اشکال نہیں ،لیکن ''رسول اللہ کے بعد آیا ہے'' کا جملہ محلِ غور ہے، کیونکہ مرد کامل سے مراد اگر پیغمبر ہے تو یہ ختم نبوت کا انکار ہے اور اگر ولی کامل مراد ہے تو یہ حقائق کا انکار ہے، کیا رسول اللہ ﷺ کی امت اسقدر بانجھ ہے کہ ۹۰۰ سال میں نبی کا علم

وعرفان امت میں ایک مرد کامل نہیں پیدا کر سکا؟ جبکہ بزعم خویش خود میراں صاحب نے چند سالوں میں انبیاء جیسی امت تیار کر ڈالی، کیا ابوبکرؓ وعمرؓ مرد کامل نہ تھے؟ کیا عثمانؓ وعلیؓ مرد کامل نہ تھے، اسقدر مبہم اور علم وخرد سے دور دعوؤں کو کس طرح سچا کہا جا سکتا ہے؟

(۲۷) میراں صاحب کعبہ کے رب ہیں اور کعبہ ان کا طواف کرتا ہے

میراں صاحب جب حج کیلئے تشریف لے گئے تھے، اس وقت کا یہ واقعہ بلکہ حادثہ بھی دل پہ جبر کر کے پڑھ لیجئے کہ دورانِ طواف انہوں نے اپنے ایک معتقد اور خلیفہ چہارم شاہ نظام سے دریافت کیا کہ

> تم اول مرتبہ کعبۃ اللّٰہ کو آئے تھے، کیا نشان تم نے دیکھا تھا اور اب کیا دیکھتے ہو؟۔ میاں شاہ نظام نے عرض کیا کہ میراں جی! اول بار کعبۃ اللّٰہ کو بغیر صاحب (کعبہ) کے دیکھا تھا۔ اب کی بار صاحب کے ساتھ دیکھا۔ پھر حضرت نے فرمایا، اے میاں نظام! کچھ دیکھتے ہو۔ انہوں نے کہا ہاں میراں جی! (یہ دیکھتا ہوں کہ) کعبۃ اللہ حضرت میراں کے گرد گھومتا ہے اور کہتا ہے "فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ" (ص:۹۱)

یعنی بجائے اس کے کہ میراں صاحب کعبہ کا طواف کرتے کعبہ خود میراں صاحب کا طواف کرنے لگا، اور یہی نہیں کہ وہ انکا طواف کر رہا تھا بلکہ عمل کے ساتھ قولاً بھی ترغیب دے رہا تھا کہ لوگوں کو چاہیے کہ اس گھر کے مالک یعنی میراں صاحب کا طواف کریں۔ غالباً اسی وجہ سے میراں صاحب کے مقبرہ کو مصنفِ کتاب کعبۃ اللہ کی طرح مقدس سمجھتے ہیں۔ کیا ان ہفوات کی اسلامی دلائل سے تائید مل سکے گی؟؟

(۲۸) میراں صاحب کے دیدار سے دیدار خدا اور مقصد حج دونوں حاصل ہو جاتے تھے۔

ایک شخص (حاجی مالی) جو ہمیشہ دیدارِ خداوندی کے لئے بے تاب رہا کرتا تھا، وہ تمام فقیروں بزرگوں اور عالموں سے مایوس ہونے کے بعد یہ سوچ کر — کہ کعبۃ اللہ کو بیت اللہ

کہتے ہیں اور کوئی گھر گھر والے سے خالی نہیں ہوتا، وہاں چلیں تو ضرور اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہو جائیگا —— وہ حج کے لئے نکلا، اثناءِ راہ کسی صاحب دل سے ملاقات ہوئی، ان سے بھی دیدار خدا کرانیکی خواہش کی، انہوں نے کہا، ارے دیوانے! یہ سب کے بس کا کام نہیں ہے، یہیں قریب میں ایک بزرگ ''سید محمد خدا بخش'' رہتے ہیں، ان کے پاس جا، چنانچہ وہ پھولوں کے دو ہار لیکر فوراً وہاں پہونچا، اور پوچھا کہ تم میں کون ہے جو اللہ تعالیٰ کا دیدار کراتا ہے، یہ سنکر

''حضرت ولایت پناہ نے اپنی زبان دُرر بار گوہر نثار سے فرمایا کہ آ، اور دیکھ! جب یہ نزدیک ہو کر حضرت امام الابرارؑ کے دیدارِ مبارک سے مشرف ہوئے تو بول اٹھے کہ بس جو کچھ ہمارا مقصود تھا (یعنی اللہ تعالیٰ کا دیدار وہ آپ کے دیدار سے) حاصل ہوا (ص:۱۰۸)

لیکن وہ شخص آپ کے یا خدا تعالیٰ کے دیدار کی تاب نہ لا سکا اور تین روز کے اندر انتقال کر گیا، حج کے شرف سے بھی محروم ہو گیا، مگر

آنحضرت نے ان کو ''میاں حاجی'' کا لقب دیا، ان کا نام اور ہی تھا، ''ان کو حاجی کہنے کا سبب یہ تھا کہ ان کو حج کی مراد اسی جگہ حاصل ہوگئی'' (ص:۱۰۹)

ایک دیدار خدا کے طالب کو میراں صاحب کے دیدار سے دیدار خدا کا مقصد کیسے حاصل ہوا؟ اور حج کی نیت کرنے والے کا محض میراں صاحب کے دیدار سے مقصد حج کیونکر پورا ہو گیا، اور حاجی کے لقب سے بھی نواز دیا گیا؟ اس راز پر سے پردہ اٹھانا اور اسلامی دلائل سے مدلل کرنا مہدوی رہنماؤں کی ذمہ داری ہے۔

(۲۹) نبوت اور مہدیت میں صرف نام کا فرق ہے کام ایک ہی ہے۔

مصنف نے اہل بصیرت کے حوالہ سے ایک بحث چھیڑتے ہوئے لکھا ہے کہ ''نبوت'' کے صرف دو ارکان ہیں، ایک دعویٰ (نبوت) دوسرے اظہار معجزہ یا قابلیت نبوت، پھر اسی مفروضہ پر قیاس کر کے آگے لکھا ہے کہ اس بنیاد پر ''مہدیت'' کے بھی یہی دو رکن ہونے چاہئیں۔

''اسلئے کہ مہدیت اور نبوت میں نام کا فرق ہے، کام اور مقصود دونوں کا ایک ہی ہے''۔ (ص:۱۱۲)

چنانچہ میراں صاحب نے جب دعویٰ بہ تکرار فرمایا تو یہ ایک رکن مہدیت ادا ہو گیا، پھر جب علماء وصلحاء نے ان کے اندر صفات اور قابلیت مہدیت بھی تجربہ اور کشف سے معلوم کر لئے تو دوسرا رکن بھی ادا ہو گیا، (یہ مصنف کی تحقیق کا خلاصہ تھا) لیکن مصنف اپنے پیشوا کی مہدیت ثابت کرنے کی رَو میں یہ بھول ہی گئے کہ باتوں باتوں میں انہوں نے ''نبوت'' کا جو گھپلہ کیا ہے کہ ''نبوت ومہدیت میں صرف نام کا فرق ہے'' وہ عقیدتمندوں کی آنکھ سے اگرچہ چھپ جائے لیکن انصاف پسندوں کی نظر سے کیسے چوک جائیگا؟ کیا اس کے ثبوت میں کوئی قطعی دلیل پیش کی جاسکے گی؟ **ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔**

(۳۰) میراں صاحب اوران کے داماد کی باتیں، زبانِ نبوت کی طرح اٹل تھیں۔

مصنف کے بقول ایک دفعہ سید خوندمیر صاحب نماز پڑھ رہے تھے، اسی حال میں فرشتوں نے آکر سر پر آرہ رکھ کر جسم کے دوٹکڑے کر دیے اوران کے جسم کو تمام بشری کثافتوں سے پاک کر دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے مخاطب ہو کر اس احسان کا ذکر فرمایا اور پوچھا کہ اسکے شکرانہ میں مجھے کیا دو گے؟ انہوں نے کہا میرے پاس اور تو کچھ نہیں ہے البتہ اپنا سر ہے جو سب سے اشرف عضو ہے اس احسان کے شکرانہ میں وہ آپ پر قربان کر دیتا ہوں، فرمایا مجھے تمہارا سر ہی تو چاہیے۔ جواباً عرض کیا کہ آپ کے لئے ایک سر کیا؟ سو سر نصیب ہوتے تو وہ بھی قربان کر دیتا! چنانچہ موصوف نے اس کے بعد جو جنگ لڑی اس میں ان کے سو ساتھیوں کے سر کٹے۔ اس موقعہ پر سید خوندمیر صاحب کی زبان سے جو سو سروں کا لفظ نکلا تھا اس میں اور بعد میں پیش آئے واقعہ میں سو سروں کے کٹنے میں یکسانیت اور بزرگانِ خاندان کے دیگر تجربوں کے حوالہ سے مصنف لکھتے ہیں کہ

> بندگی میاں سید خوندمیر کی زبان مبارک سے جو بات نکلتی تھی خالی نہ جاتی تھی جیسا کہ نبی مہدی علیہما السلام کی کوئی بات خالی نہ جاتی تھی۔ (ص:۱۳۶)

(۳۱) میراں صاحب کے داماد "نور علی نور" کے مصداق تھے۔

میراں صاحب آیتِ قرآنی '' اَللّٰـهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالارْض " کی تفسیر میں اپنے داماد امیر سید خوندمیر کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں

> ''مشکوۃ سے مراد تمہارا سینہ ہے، مصباح سے مراد حق تعالیٰ کی تجلی، زجاجۃ سے مراد تمہارا دل ہے، اور مبارک سے مراد میری ذات ہے، چنانچہ چوتھے آسمان پر بندے کا نام سید مبارک ہے.....مہدی کے واسطے سے تم ''نور علی نور'' ہوئے۔(ص:۱۳۸)

مصنف کتاب نے مزید صراحت کی ہے کہ یہ پورا رکوع بندگی میاں کے حق ہی میں نازل ہوا ہے۔ اس سے صرف نظر کہ قرآن کب اترا اور بندگی میاں کب پیدا ہوئے، تمام مفسرین اور علماء دین نے اس آیت شریفہ میں نور سے حق تعالی شانہ کے نور حقیقی کو مراد لیا ہے، کسی مخلوق کو نہیں۔ کیا مہدوی فرقہ کے راہنما تمام امت کے برخلاف اپنے دعوے کی دلیل میں کوئی شرعی اور قطعی ثبوت پیش کر سکیں گے؟

(۳۲) میراں صاحب سے کوئی قول و فعل اللہ کے حکم کے بغیر سرزد نہیں ہوتا۔

ایک موقعہ پر انہوں نے کہا

> جو کچھ معانیٔ قرآن میری زبان سے نکلتے ہیں وہ اللہ کے حکم سے اللہ کی تعلیم سے ہیں......بندہ جو کچھ کہتا اور کرتا ہے اور پڑھتا ہے اللہ کے امر سے کرتا ہے اور کہتا ہے، اور پڑھتا ہے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ دکھلاتا ہے بندہ پڑھتا ہے اور جو بیان اللہ تعالیٰ سکھلاتا ہے بندہ وہی بیان کرتا ہے۔ علمت من الله بلا واسطة جد يد اليوم بندہ کا حال ہے۔
> (ص:۱۶۳و۳۴۰)

میراں صاحب کو ان کی قوم ''اسد العلماء'' کہتی ہے مگر ان کے اس عربی جملہ کی ترکیب سمجھنے سے عقل قاصر ہے، مفہوم و مراد تو کہنے والا ہی جان سکتا ہے۔

(۳۳) میراں صاحب اولین وآخرین کا علم رکھتے ہیں اوران کا منکر کافر ہے۔

میراں صاحب سے حق تعالیٰ نے ایک تفصیلی خطاب کے دوران یہ بھی فرمایا کہ

> اولین وآخرین کا علم اور معانیٔ قرآن کا علم تجھے میں نے دیا ہے، اور ایمان کے خزانوں کی کنجی تیرے حوالہ کی ہے۔ دین محمدی کا ناصر بنایا ہے، جا دعوت دے، جو تجھے قبول کریگا وہ مومن ہے اور جو تیرا منکر ہوگا وہ کافر ہے۔ (ص:۱۶۳)

خزانہائے ایمان کی کنجی سے متعلق ہم دعوی نمبر (۱۸) میں تبصرہ کر چکے ہیں، اس خطاب کے آخری حصہ سے متعلق یہ عرض ہے کہ اس خطاب الٰہی کے ساتھ تو دنیا میں صرف پیغمبرؑ مبعوث ہوئے ہیں، کیا میراں صاحب نے بھی صاف وصریح "دعوائے نبوت" فرمایا تھا، اور کیا مہدوی حضرات اسکے قائل ہیں؟

(۳۴) میراں صاحب کی معرفت ہی حق تعالیٰ کی معرفت ہے

> حق تعالیٰ کا فرمان ہوتا ہے، اے سید محمد! جس نے تجھے پہچانا اس نے مجھے پہچانا، اور جس نے تجھے نہیں پہچانا (اس نے) مجھے بھی نہیں پہچانا۔ (ص:۱۶۳)

(۳۵) میراں صاحب کے اکثر صحابہ تمام اولیاء وعلماء سے افضل واکمل تھے

> امام علیہ السلام کے صحابہ جو اکمل اولیاء اللہ اور افضل علماء باللہ صاحبانِ کشف ویقین تھے۔ (ص:۱۶۴)

واضح رہنا چاہیئے کہ اہل اسلام کے نزدیک ''صحابی'' کی اصطلاح صرف نبی کریم ﷺ کے اصحاب کے لئے استعمال ہوتی ہے، کسی اور کیلئے اس کا استعمال تلبیس محض ہے۔

(۳۶) میراں صاحب کسی پیغمبر سے کم نہیں ہیں۔

میراں صاحب سے متعلق اپنے اس عقیدہ کا ذکر کرتے ہوئے کہ ان کے کشف میں غلطی نہیں ہوسکتی، اور یہ کہ وہ عام اولیاء سلف کی طرح نہیں ہیں، مصنف کتاب لکھتے ہیں

''آنحضرت کی دعوت کی مشابہت پیغمبروں کی دعوت سے ثابت ہورہی ہے، (اس لئے ان سے کوئی خطا نہیں ہوسکتی) البتہ ان کی ذات کو پیغمبر کہنا اسلئے روا نہیں ہے کہ ہمارے پیغمبر کے بعد کوئی پیغمبر نہ ہوگا۔ بلکہ اگر کوئی اس امت میں نازل بھی ہو تو اس کا نام ولی ہوگا نبی نہ ہوگا، پس ذاتِ مہدی اور اولیاء کی ذاتوں سے مستثنیٰ (علاحدہ حقیقت) ہے۔ اس لئے کہ حضرت مہدی نے وہ دعویٰ کیا ہے جو سوائے پیغمبروں کے (اور کسی کے لئے حتی کہ) اولیاء کے لئے بھی سزاوار نہیں۔ دیگر اولیاء اللہ نہ اس دعوے کے لائق ہوئے اور نہ انہوں نے ایسا دعویٰ کیا ہے (ص:۱۶۷)

اس دعوے کو ذرا غور سے پڑھیں تو صاف سمجھ میں آجائے گا کہ مصنف کے خیال میں میراں صاحب پیغمبر ہی ہیں لیکن پیغمبر کہنا اس مشکل کی وجہ سے صحیح نہیں ہے کہ حضرت محمد ﷺ بالاتفاق آخری پیغمبر قرار پاگئے ہیں، پھر یہ جملہ ''اگر کوئی اس امت میں نازل بھی ہو'' بھی توجہ طلب ہے، کیا کتابوں کی طرح انبیاء واولیاء آسمان سے نازل ہوتے ہیں؟

(۳۷) میراں صاحب کی جائے پیدائش ''پیراں پٹن'' کا لقب اُمّ القریٰ ہے۔

جب آنحضرت نے دعوائے مہدیت بفرمانِ رب العزت آشکارا فرمایا تو شہر ''امُّ القریٰ جو کہ مقام بعثت امام ہدیٰ کا ہے، یعنی نہروالہ عشق حوالہ المعروف بہ ''پیراں پٹن'' میں (ص:۱۶۸)

دنیا جانتی ہے کہ قرآن کریم میں ''اُمّ القریٰ'' کا لقب مکہ مکرمہ کو دیا گیا ہے، مگر مصنف نے اپنے امام مہدی کی نبی کریم ﷺ سے ہر ہر امر میں ہمسری و برابری کو ثابت کرنیکی قسم کھا رکھی ہے، اسلئے اس جوڑ توڑ کیلئے مجبور ہیں۔

(۳۸) میراں صاحب تمام صفاتِ انبیاء ومرسلین سے متصف تھے۔

اس (علاقہ) کے علماء پسندیدہ اقوال اور صلحائے پسندیدہ احوال...... حضرت میراں سید محمد کو تمام صفات انبیاء ومرسلین سے موصوف پاکر اور مخبرِ صادق جان کر از روئے صدق ویقین اس جماعت میں جن کی تعریف ''اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ وَالصّٰلِحِیْنَ'' ہے داخل ہوئے۔ (ص:۱۷۰)

یا در ہے کہ مہدویوں کے نزدیک مذکورہ آیت میں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین سے مراد بلا کسی دلیل شرعی کے قوم مہدویہ ہے۔ اس کے علاوہ میراں صاحب کو انبیاء و مرسلین کی تمام صفات سے موصوف پانے کے بعد کہنا تو نبی ہی چاہئے تھا مگر ممکن ہے کہ انہیں وہی دشواری پیش آئی ہو جو (۳۶) میں مذکور ہوئی۔

(۳۹) میراں صاحب کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی ”محمد عبداللہ تھا، محمد بن عبداللہ نہیں۔

فرمایا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ مشرک تھے، عبداللہ ان کا نام کیسے ہوگا؟ یہ سہوِ کاتب ہے۔ اصل میں عبارت محمد عبداللہ ہے۔ اور مہدی بھی (محمد) عبداللہ ہے۔ (ص:۱۷۷)

حاصل یہ کہ دونوں میں نہ نام کا فرق ہے نہ مقام کا لیکن افسوس ہے کہ خود نبی کریم ﷺ نے اپنے والد گرامی کا جو نام بیان فرمایا تھا اس کو تک اپنی مماثلت کی خاطر سہو کاتب کے حوالہ سے قلم زد کرنے کی جرأت کر لی گئی۔

(۴۰) میراں صاحب کے صحابہ کو مقاماتِ انبیاء حاصل تھے بلکہ وہ اس سے بھی آگے بڑھ سکتے تھے۔

کاہہ میں امام اولوالباب کے چوراسی اصحاب واصل بحق ہوئے، جن کو امام صاحب الزماں کی زبانِ مبارک سے مقاماتِ انبیاء کی بشارت ملی، ان میں خصوصاً بندگی میاں عزیز اللہ اور میاں مخدوم مبشر ہوئے ـــــ ان دونوں کے حق میں فرمایا کہ ہر دو کو مقامِ ابراھیم خلیل اللہ صلوات اللہ علیہ کا دیا گیا ہے، اگر زندگی ہوتی تو (حضرت ابراھیمؑ سے) اور آگے بڑھتے ـــــ (ص:۱۹۳)

مہدوی اکابر، مہدی کے نبی سے افضل یا کم ازکم ان کے برابر یعنی ہمسر رسول ہونے کے ثبوت کا قرض ابھی چکا بھی نہیں پائے تھے کہ ان پر اصحابِ مہدی کے نبی کے برابر ہونے اور ان سے بھی افضل ہو سکنے کے ثبوت کی ایک اور ذمہ داری سر پر پڑ گئی ہے، دیکھنا یہ ہے کہ ان

ذمہ داریوں سے وہ کیسے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں!

(۴۱) میراں صاحب کے سب اصحاب کو ایمانِ ابدی حاصل تھا..........

واضح رہے کہ اسی راستے میں ایک بار حضرت ولایت پناہ علیہ السلام نے بفرمان پروردگار اپنے اصحابِ کبار و صغار کو نگاہِ لطف و کرم سے دیکھ کر ایمانِ ابدی کی بشارت مرحمت فرمائی (ص:۲۱۱)

جبکہ اہل اسلام کے نزدیک کسی کو بھی ایمان ابدی کا اطمینان حاصل نہیں ہوسکتا، احادیثِ صحیحہ میں بیسیوں جگہوں پر انجام کے بے اعتباری سے ڈرایا گیا ہے۔ تمام اولیاء حتیٰ کہ صحابہ کرامؓ بھی حق تعالیٰ کی بے نیازی کے مدنظر سوء خاتمہ اور سلبِ ایمان سے ڈرتے اور اس کے سلسلہ میں دعائیں کرتے رہتے تھے۔ نبی کریم ﷺ بھی امت کو اس سے ڈرتے رہنے کا حکم فرماتے تھے، بلکہ نہ ڈرنے والے کیلئے ہلاکت کا خطرہ محسوس کرتے تھے۔ تمام اولیاء و انبیاء کے برخلاف میراں صاحب کے کشف نے اپنے معتقدین کو ایمان ابدی کی خوشخبری کیوں کر سنادی **فیاللعجب !**

(۴۲) میراں صاحب کا علم علومِ سلف سے ماخوذ نہ تھا، نہ وہ کسی تفسیر سے استفادہ کرتے تھے۔

ہم کسی وقت بھی کسی تفسیر کا مطالعہ نہیں کرتے، بیان کے وقت جو آیت بے واسطہ سامنے آتی ہے اور اس آیت کا جو بیان اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکھلایا جاتا ہے، اللہ کے امر سے اللہ کی مراد بیان کی جاتی ہے۔(ص:۲۳۱)

(۴۳) میراں صاحب کے بیان کی گواہی کیلئے پیغمبران کے داہنے بائیں کھڑے رہتے تھے۔

ایک سوال کیا گیا کہ کس دلیل سے آپ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کا اثبات کرتے ہیں۔

فرمایا کہ ہر چیز کے ثبوت کی دلیل دو گواہوں سے ملتی ہے۔ پھر آپ نے اپنے داہنے بائیں اشارہ کر کے فرمایا کہ یہیں محمد رسول اللہ اور ابراھیم خلیل اللہ موجود ہیں جو اس باب میں گواہ ہیں جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو (ان سے) پوچھ لو (ص:۲۳۲)

کیا میراں صاحب اس مرتبہ پر فائز تھے جہاں تک انبیاء علیھم السلام بھی نہیں پہونچے، بلکہ ابراھیم خلیل اللہ اور محمد رسول اللہ جیسے جلیل القدر انبیاء میراں صاحب کے گواہ اور حمایتی بنے ان کے داہنے بائیں پہرہ دیتے رہتے تھے، **نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات** یہ نہ کوئی مکاشفہ ہے اور نہ منام وخواب کی بات، نہ سُکر و بیہوشی کے کلمات! اس لئے ان باتوں کا شرعی ثبوت تو کیا ہوسکتا تاویل کی بھی گنجائش نہیں نکلتی۔

(۴۴) میراں صاحب کا ایمان اور نبی کریم ﷺ کا ایمان یکساں تھا۔

ایک مباحثہ میں بعض علماء نے فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ کا ایمان تمام امت کے ایمان کے ساتھ تولا جائیگا تو ابوبکر صدیق ؓ کا ایمان ہی بھاری رہے گا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ ہی تمام امت پر فضل رکھتے ہیں، اس کے جواب میں آنخضرت (سید محمد) نے فرمایا ابوبکرؓ کا ایمان زیادہ ہے یا محمد مصطفیٰؐ کا ایمان زیادہ ہے، جواب دیا گیا کہ محمد مصطفیٰؐ کا ایمان ہی زیادہ ہے، آنخضرت نے فرمایا کہ ''ہمارا ایمان محمد مصطفیٰ کا ایمان ہے'' پوچھا گیا کہ آپ تو آنخضرتؐ کی امت میں ہیں تو پھر آپ کا ایمان آنخضرتؐ کا ایمان کیونکر ہوگا؟ حضرت مہدیؑ نے فرمایا کہ ''میں اس امت میں اسی طرح داخل ہوں جس طرح آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس امت میں داخل ہیں۔ (ص:۲۳۷)

مہدویوں نے جب یہ تسلیم کرلیا کہ میراں صاحب اور سید ولد آدم حضرت محمد ﷺ کے درمیان بال کے برابر فرق نہیں ہے تو اب جو بھی کہیں کم ہے، افسوس کہ ان باتوں کو نقل کرتے ہوئے مصنف نے یہ تک نہیں سوچا کہ مسلمانوں کا ایک چھوٹا بچہ بھی نبی کی اس ہمسری کو جرأتِ بے جا سے زیادہ کچھ نہیں سمجھتا، بریں عقل و دانش بباید گریست۔

(۴۵) میراں صاحب کے نزدیک قرآن فہمی کیلئے کسی ماخذ کی ضرورت نہیں۔

فرمایا معانیٔ قرآن سمجھنے کیلئے نورِ ایمان کافی ہے۔(ص:۲۴۱)

جبکہ تمام اہلِ اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم کے بیان اور اس کی تفسیر کیلئے قرآن کریم کی آیات، احادیث نبویہ، آثارِ صحابہؓ اقوالِ تابعین، لغتِ عرب اور عقلِ سلیم کم از کم لازمی اورضروری ہیں، ان کے بغیر جو تفسیر ہوگی وہ شخصی رائے ہے مرادِ الٰہی نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر کسی نے قرآن کریم میں اپنی رائے سے کچھ کہا، بعد کو تحقیق سے وہ صحیح بھی نکل گیا، تب بھی اپنی طرف سے تعیینِ معانی کی جرأت کی پاداش میں اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

(۴۶) میراں صاحب قرآن کے وہ معانی بتانے کیلئے آئے ہیں جو نبیؐ کے زمانہ میں کبھی سنے نہیں گئے تھے۔

جن احادیث مبارکہ میں مہدی علیہ السلام کے بارے میں یہ آیا ہے کہ وہ اپنے ظہور واقتدار کے زمانہ میں —— جو کہ قیامت سے متصل زمانہ ہے —— روئے زمین کے اس قدر خزائن نکال کر لوگوں میں تقسیم فرمائیں گے کہ ہر شخص آسودہ و مالدار ہو جائیگا۔ ان احادیث کی ظاہری اور متفق علیہ مراد کے برخلاف میراں صاحب کی ایک الگ اور انوکھی تحقیق ہے، وہ فرماتے ہیں

علماء، حدیث کا اصل مطلب جاننے سے محروم رہے۔ مال زمین سے نکال کر لوگوں کو دینا اور گمراہ کرنا (تو) دجال کی صفت ہے، (مہدی کی کیسے ہوسکتی ہے؟) حدیث کی مراد یہ ہیکہ مہدی خزانہ ولایت مقیدہ کو آشکارا کریگا اور قرآن کے وہ معانی جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں نہیں سنے گئے تھے سنائے گا" (ص:۲۴۴/۲۴۵)

علماء اسلام ایسے ہی معانی کو جو زمانہ نبوت میں نہیں سنے گئے تھے بعد میں کسی نے کہے اور کہنے والے نے کتاب وسنت سے اس کی دلیل بھی نہ دی تو ان معانی کو تفسیر و بیان نہیں، الحاد وزندقہ کہتے ہیں! تفصیل کیلئے اصول تفسیر یا علوم القرآن کی کتب ملاحظہ کریں۔

(۴۷) میراں صاحب بحکم رب، اولین وآخرین کے سردار ہیں۔

ایک موقعہ پر فرمایا

> آنحضرت (مہدی) نے فرمایا اولین وآخرین کی روحیں حاضر کی گئی تھیں اور حق تعالیٰ کی طرف سے (مجھے) فرمان ہوا کہ اے سید محمد! ان تمام ارواح کی پیشوائی (سرداری) قبول کر۔ (ص:۲۴۶)

جبکہ اہل اسلام کے نزدیک سرداری کا یہ منصب سوائے نبی کریم ﷺ کے اور کسی کو حاصل نہیں ہے۔ ارشادِ نبوی ہے: **انا سید ولد آدم یوم القیٰمة الحمد لله ولافخر**

(۴۸) میراں صاحب کا علم انبیاء اولیاء اور جمیع موجودات کو محیط تھا۔

> حق تعالیٰ نے بندے کو تمام انبیاء اولیا مومنین اور مومنات کے مراتب اور جملہ موجودات کے احوال اسطرح معلوم کردیئے ہیں جیسا کہ کوئی شخص کوئی چیز اپنے ہاتھ میں رکھتا ہو اور ہر طرف سے پھرا کر اسکو کما حقہ پہچانتا ہو، جیسا کہ صراف کیا کرتا ہے تا کہ سونے چاندی کے کھرے کھوٹے سے واقف ہو۔ (ص/۲۴۶)

جبکہ قرآن وحدیث کے مطابق علم کا ایسا احاطہ صرف حق تعالیٰ کی صفت ہوسکتی ہے ''**اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْئٍ عِلْماً**'' کسی مخلوق کی نہیں! ایسے دعاوی تو ہمیں امام الانبیاء والمرسلین سیدنا وسید ولد آدم حضرت محمد ﷺ کے ارشاداتِ عالیہ میں بھی نہیں ملتے۔ یہ بھی یاد رہے کہ علم کا یہی مرتبہ ان کے علاوہ ان کے خلیفہ دُوم سید خوند میر صاحب اور خلیفہ پنجم میاں سید دلاور صاحب کو بھی حاصل تھا، جو پیچھے گذر چکا۔ دیکھئے دعوی نمبر (۱۹)

(۴۹) میراں صاحب اور نبی کریم ﷺ میں فرق کرنا نقصان دہ ہے۔

میراں صاحب کے ایک خاص معتقد بندگی میاں ملک نے فرمایا

> حضرات ''محمدین'' یعنی نبی اور مہدی علیہما السلام کے درمیان اور حضرات سیدین یعنی میراں سید محمود اور میراں سید خوند میر رضی اللہ عنہما کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، (دونوں کے مرتبے میں فرق کرنا) فرق کرنے والے کیلئے نقصان (دہ) ہے۔ (ص/۲۷۵)

(۵۰) میراں صاحب کے بیٹے اور داماد کو اللہ تعالیٰ سے براہِ راست فیض پہونچتا تھا۔

میراں سید محمود (صاحبزادۂ مہدی) کے بارے میں

> ''فرمان حق تعالیٰ ہوتا ہے کہ اے سید محمد! ہر دو برادر، ہر دو جوانان صالح جو ترے سید ھے اور بائیں جانب (کیلئے) منتخب ہوئے ہیں ان کو بغیر کسی واسطہ کے ہمارے حضور سے فیض پہونچتا ہے، اگر میں تجھ کو مہدی نہ بناتا محمد رسول اللہ کو (نبی بنا کر) نہ بھیجتا، آسمان وزمین کو نہ پیدا کرتا (حتی کہ) اپنی خدائی کو ظہور میں نہ لاتا تب بھی یہ دونوں ذات اس مقام کو پہونچتے اور اس مقام کے لائق ہوتے (ص:۲۷۷)

یعنی چاہے کسی کو کوئی مرتبہ نہ ملتا، یہاں تک کہ خود حق تعالیٰ بھی اپنی خدائی کا اظہار نہ فرماتے تب بھی میراں صاحب کے بیٹے داماد اپنے مرتبہ ومقام ہی پر ہوتے، خدا جانے اپنے بیٹے اور داماد کی محبت کے جذبات میں میراں صاحب کیا کیا کہہ گئے، اور اس کی ضرورت کیا تھی؟

(۵۱) میراں صاحب کی صحبت کی تمنا بہت سے پیغمبروں نے کی تھی۔

> بندے کو خدا تعالیٰ نے (ازل ہی میں) مہدی موعود بنا کر بندے کا تعارف سب پیغمبروں کو کرادیا تھا بنا بریں اکثر پیغمبروں نے بندے کی صحبت میں رہنے کی تمنا کی تھی۔ (ص:۲۸۰)

اس کی تفصیل سلسلہ نمبر ۸۴ اور ۱۱۳ پر ملاحظہ کیجئے۔

(۵۲) میراں صاحب کے بیٹے اور داماد کا مقام۔

قرآن کریم کی آیت ''وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ اِلَّا قَلِيلًا''میں

> حضرت امام نے بحکم خداوند علام اس آیتِ کریمہ کے معنی کے بیان میں یہ فرمایا تھا کہ ''الا قلیلا'' (بجز تھوڑوں کے) سے مراد بھائی سید محمود اور بھائی سید خوندمیر ہیں۔ (ص:۲۸۲)

کس دلیل اور کس قاعدہ سے دونوں کو مراد لیا ہے وہ تو میراں صاحب ہی بتا سکتے تھے، جو اب نہیں رہے، لیکن مہدوی رہنما بتلائیں کہ وہ میراں صاحب کو نبی مانتے ہیں یا مہدی؟ اگر مہدی مانتے ہیں تو وہ امتی ہیں، اور تمام امتی بشمول مہدی قرآن وحدیث کے پابند ہیں اور قرآن وحدیث میں اس دعوے کی کوئی دلیل نہیں ہے، اور اگر نبی مانتے ہیں تو انہیں چاہیے کہ پہلے اپنے اس عقیدہ کو ثابت کریں جو کہ قیامت تک نہیں کرسکیں گے۔ یہ معمہ بھی ناقابلِ فہم ہے کہ میراں صاحب اپنے داماد کو تو پسر حقیقی کہتے ہیں اور اپنے حقیقی بیٹے کو بھائی کہتے ہیں۔

ناطقہ سر بگریباں ہے کہ اسے کیا کہیۓ!

(۵۳) میراں صاحب کے بعض اصحاب کے برابر دربارِ الٰہی میں کوئی دوسرا نہ تھا۔

میراں صاحب کے چند جانباز جو کسی جنگ میں کام آئے تھے، وہ سب لوگ مقتول ہو جانے کے بعد کرشماتی طور پر اپنے اپنے سر اپنے ہاتھوں میں لیکر میاں سید خوندمیر کی قیادت میں میراں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میراں صاحب نے اللہ تعالیٰ کے سامنے انکی قربانیوں اور جان نثاریوں کا ذکر کیا، اسی وقت

> فرمانِ خدا پہونچا کہ ''اے سید محمد! جان اور آگاہ رہ کہ ہماری درگاہ میں ان کے برابر کوئی دوسرا نہیں''۔ (ص:۲۸۳)

(۵۴) پوری امت میں صرف میراں صاحب کے بیٹے اور داماد ہی کامل مسلمان تھے۔

> تمام انبیاء ومرسلین میں (صرف) حضرات محمدین خاتمین علیہم السلام (محمد نبی ومحمد مہدی) ہی قطعی ویقینی طور پر مسلمانانِ تام ہیں، اور ان کے تابعین میں یہی دوسیدین صدیقین صاحبانِ سیر وسلوک خاتمین علیہم السلام (میاں سید محمود اور میاں سید خوندمیر) مسلمانانِ تام ہوئے۔ (ص:۲۸۴)

جس کا مطلب یہ ہوا کہ پوری انسانیت میں صرف چار مسلمان کامل ہیں اور باقی تمام مسلمان بشمول انبیاء واولیاء ـــــ نعوذ باللہ ـــــ ناقص مسلمان تھے، سبحان اللہ! یہ ہے میراں صاحب کا ''علم محیط'' کہ اس خاندانی سیادت بلکہ سیاست میں ابوبکر وعمر، عثمان وعلی رضی اللہ عنھم تک کا کوئی ذکر نہیں ہے، جبکہ تمام اہل اسلام ان کو امت میں سب سے کامل اور افضل مانتے ہیں۔

(۵۵) میراں صاحب کے ایک لڑکے سید محمود "صاحبِ مقام محمود" ہیں۔

ثانی مہدی میراں سید محمود ـــــ صاحبزادۂ میراں صاحب ـــــ کے مراتب ومقامات کا تذکرہ کرتے ہوئے مصنف نے نمبر ایک پر یہ بشارت رقم کی ہے۔

> پہلی بشارت نام مبارک بندگی میراں سید محمود رکھا جانا ہے، (کیونکہ وہ) صاحبِ مقامِ محمود ہونے کی بشارت بزبانِ مہدیٔ موعود ہے، یہی عین بشارتِ قاطعہ تھی، (اور یہ ایسا معمہ ہے،) جسے سمجھنے والے ہی سمجھتے ہیں۔ (ص: ۲۸۴)

(۵۶) میراں صاحب کے بیٹے سے بڑھکر اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی اور نہیں ہے۔

اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر یہ انکشاف ہوا کہ جب میراں صاحب کے لڑکے سید اجمل کا انتقال ہوا تو ان کے بھائی میراں سید محمود بہت آزردہ خاطر تھے، کیونکہ وہ انہی کے ساتھ جھگڑے میں غصہ ہو کر آگ میں کود گئے یا ڈھکیل دیئے گئے تھے، ان کی آزردگی اللہ تعالیٰ کو اچھی نہ لگی اور تسلی کیلئے

> فرمان حق تعالیٰ پہونچا اے سید محمد! جا اور سید محمود سے کہدے کہ ہمارے نزدیک تم سے بڑا کوئی نہیں۔ (ص: ۲۸۵)

یہ تو اللہ تعالیٰ کا ان پر انعام تھا لیکن خود ان کو اللہ تعالیٰ سے اس قدر بدگمانی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے اس قدر منانے اور غلطی معاف کر کے اتنا بڑا مقام دینے کے باوجود بھی جب ایک مدت کے بعد ان کا بچہ کسی حادثہ کے دوران آگ میں جل گیا تو انہوں نے فوراً کہا "اے منتقم! تو نے اس واقعہ کا بدلہ لے لیا"

(۵۷) میراں صاحب کے داماد اس مقام پر پہونچے جسکی تمنا تمام انبیاء کو تھی۔

ایک موقعہ پر اپنے داماد سے فرمایا

> خوشی مناؤ کہ جس بار ولایت کی تمام انبیاء واولیاء نے آرزو کی تھی وہ (انہیں[۱] تو نہیں مل سکا) خدا تعالیٰ نے تم کو عطا فرمایا ہے۔ (ص/۲۹۷)

(۵۸) میراں صاحب کے داماد" الکوثر " کے مصداق ہیں۔

میاں سید خوند میر کو مخاطب کر کے میراں صاحب نے فرمایا:

> فرمان حق تعالیٰ ہوتا ہے کہ (آیتِ قرآنی) "اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ " میں الکوثر سے مراد تمہاری ذات ہے۔ (ص:۳۰۲)

"الکوثر" کے علماء و مفسرین نے متعدد مطلب بیان کئے ہیں، لیکن کسی تفسیر، کسی حدیث میں اس سے مراد خوند میر صاحب کو نہیں بتایا گیا۔ مہدوی حضرات ایسے انوکھے انکشافات اس لئے مان لیتے ہوں گے کہ ان کے خیال کے مطابق میراں صاحب کی بعثت قرآن کا وہ بیان لیکر ہوئی تھی جسے عہدِ رسالت میں کبھی سنا نہیں گیا تھا۔

(۵۹) میراں صاحب کے داماد خود "خدا" تھے؟

مصنف نے سید خوند میر صاحب کے بارے میں میراں صاحب کی بشارتوں کے سلسلہ میں ایک نقل یہ بیان کی ہے کہ ان کی روحانی تربیت[۲] و تلقین کے بعد ان کے بارے میں:

> آنحضرت نے فرمایا کہ خدا کو خدا ہی دیکھتا ہے، (اسی طرح) اللہ تعالیٰ کے ارشاد "اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ " کو اخیر رکوع تک آنحضرت نے بندگی میاں کے حق میں بیان فرمایا، (ص:۲۹۲)

یعنی ارض وسماء کا نور اللہ تعالیٰ کے بجائے اپنے داماد کو قرار دیا۔

---

[۱] نہ ملنے کی صراحت انہی کی کتب میں دوسری جگہ موجود ہے۔ [۲] آثار وقرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ "تربیت" ہونا مہدویت میں ایک خاص اصطلاح ہے، جس کے ذریعہ غالباً دیدار الٰہی کے فریضے کو مرشد کے ذریعہ پورا کیا جاتا ہے۔

(۶۰) میراں صاحب اور نبی کریم ﷺ ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔

جب حضرت امام علیہ السلام مقام فرہ تشریف لائے تو اس خاتم ولایت کو بخار کی زحمت شروع ہوئی جو چھ یا سات روز رہا، اس بخار کی حرارت کی کیفیت بعینہ رسول ﷺ کے بخار کی حرارت کی سی تھی، اس لئے کہ حضرات خاتمین (یعنی حضرت محمدؐ اور سید محمد جونپوری) ذات وصفات میں موت وحیات میں بہر حالت ایک وجود تھے۔(ص:۳۱۵)

وہ کیفیت جو نبی کریم ﷺ پر بیتی تھی اسکی تحقیق کیسے ہوئی؟ یا محض اس مفروضے کی وجہ سے کہ دونوں میں تساوی اور برابری ضروری ہے نبی کی مواجید وکیفیات میں بھی شرکت کو ضروری سمجھا گیا؟

(۶۱) میراں صاحب سے اسی طرح تکمیل دین ہوئی جسطرح نبیؐ سے ہوئی تھی۔

فرمایا (دین بوجہ شریعت کامل ہونے پر) حضرت رسول علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو اس آیت میں ''اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ '' سے مخاطب فرمایا تھا، (مجھے بھی) فرمان حق تعالیٰ ہوتا ہے اے سید محمد! تو بھی اپنے اصحاب کو دین بوجہ شریعت کامل ہونے پر اس آیت سے مخاطب کر۔(ص:۳۱۶)

(۶۲) میراں صاحب نے فرمایا ''ہم انبیاء کے گروہ میں ہیں''۔

آنخضرت نے فرمایا'' ہم انبیاء کے گروہ میں ہیں، جو نہ کسی کے ظاہری اثاثہ کے وارث ہوتے ہیں نہ ظاہری اثاثہ کا کسی کو وارث کرتے ہیں'' آنخضرت کے اس فرمان کی بناء پر بندگی میاں سید محمود نے آنخضرت کی رحلت کے بعد اس ذات پیغمبر صفات کے جامہ مبارک اور چند تلواریں جو اصحاب کے ہاتھوں میں بطریق محافظت تھیں، تمام فقراء کو بخش دیئے آنخضرت کا متروکہ وارثین کو نہیں دیا (ص:۳۱۶)

(۶۳) میراں صاحب کو انبیاء علیہم السلام پر بھی فضیلت حاصل تھی۔

میراں صاحب کے انتقال پر کہے گئے مرثیوں میں سے ایک مرثیہ کا یہ مصرعہ بھی قابل ملاحظہ ہے ؎

(فارسی) فضلش کہ بر جمیع پیمبر شداز خدا (اردو) نبیوں پر فضل اسکو خدانے عطا کیا۔ (ص:۳۲۴)

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمام نبیوں پر فضیلت عطا فرمائی تھی۔

(۶۴) میراں صاحب اور نبی کریم ﷺ ذات اور صفات دونوں میں قطعاً ایک ہیں۔

تمام کلام اللہ میں جہاں کہیں محمد رسول اللہ ﷺ کے نام مبارک کا ذکر آیا ہے حقیقت میں وہی نام حضرت محمد مہدی علیہ السلام کا ہے ،اسلئے کہ آنحضرت نے فرمایا مہدی کا نام میرا نام ہوگا ،اور صفات وذات میں ہر دو (یعنی نبی ومہدی) قطعاً ویقیناً ایک ہوئے ہیں (ص:۳۳۴)

قطعی ویقینی کس کو کہتے ہیں ،آخر اس کا کوئی معیار بھی ہے؟ یا قطعی کہتے ہی کوئی بات قطعی ہو جاتی ہے؟ ممکن ہے آپ اولوالباب کے پاس یہی منطق چلتی ہو، ہم اہل اسلام دلائل کتاب وسنت سے کسی چیز کا قطعی ہونا معتبر سمجھتے ہیں، محض دعووں سے نہیں!

(۶۵) میراں صاحب ظاہراً وباطناً نبی کریم ﷺ کے مرتبہ پر تھے۔

(دونوں کی کنیت ایک کرکے) حق سبحانہ نے

"تابع کو اپنے متبوع کے مرتبہ پر ظاہرا اور باطنا پہونچا دیا" حضرت رسول اللہ ﷺ کو ابوالقاسم اس سبب سے کہتے ہیں کہ آپ نے فیضان ختم نبوت کی تقسیم کی ،اس طرح امام آخرالزماں سے حق تعالیٰ نے فیضان ختم ولایت کی تقسیم کی۔ (ص:۲۳۵)

سبحان اللہ! کنیت کی یکسانیت سے ظاہری وباطنی مراتب کی یکسانیت پر استدلال بھی علمی دنیا میں کسی اعجوبے سے کم نہیں!

(۶۶) حضرت آدمؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک سب کے سب میراں صاحب کے فیض یافتہ ہیں۔

ایک معتقد نے دوران تعریف ان کی شان میں کہا ہے ۔

ہانکہ زتو جملہ مضی وصبیح،
شد زصفی تا کہ نزول مسیح (ص:۳۳۵)

یعنی حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء آپ کے فیض سے حسن اور نور پائے ہوئے ہیں، اعتقاد میں غلو کی اس سے بدترین مثال ـــــ مرزا قادیانی اور چن بسویشور جیسے بدنصیبوں کو چھوڑ کر ـــــ اور گمراہوں میں بھی ملنی مشکل ہے۔

(٦٧) میراں صاحب کے زمانہ میں شہید ہونے والوں کا اللہ تعالیٰ خود خون بہا ہو گیا۔

بہت سارے لوگ اس خلیفۂ رحمان کے زمانہ میں اللہ کی راہ میں شہید ہوکر اللہ کی ذات کو دیت میں حاصل کئے ہیں۔ (ص:۳۳۸)

حیرت ہے ان کے عقل وعلم پر، آپ سوچئے کہ کیا کسی مخلوق ومملوک بندے کی ذات کا ''خون بہا'' اللہ کی ذاتِ عالی ہوسکتا ہے؟ جو تمام بندوں کی ذاتوں کا خالق ومالک ہے۔

(٦٨) میراں صاحب کے احکام کا منکر عنداللہ ماخوذ ہوگا۔

فرمایا آپ نے جو کوئی حکم میں بیان کرتا ہوں خدا کی طرف سے اور خدا کے حکم سے بیان کرتا ہوں جو کوئی ان احکام سے ایک حرف کا (بھی) منکر ہوگا وہ اللہ کے پاس پکڑا جائیگا (ص:۳۴۰)

اسلامی عقائد میں ایسا مواخذہ صرف نبی کے حکم کی نافرمانی پر ہوتا ہے اور من جانب اللہ وہ آخری ذات صرف حضورؐ کی ہے نبی آخر الزماں ﷺ کے بعد کسی کے حکم کی خلاف ورزی قابلِ مواخذہ نہیں ہے۔

(٦٩) میراں صاحب اللہ تعالیٰ کے نور کا نور اور راز کا راز تھے، ان کا مرتبہ بیان سے باہر ہے، انکی ناقدری اللہ تعالیٰ کی ناقدری ہے۔

آنحضرت نے بحکم خدائے تعالیٰ فرمایا

> مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا ہے ائے میرے نور کے نور! اور اے میرے راز کے راز! اور اے میرے معرفت کے خزانے! میں نے تجھ پر فدا کیا اپنا ملک اے محمد! (ص:۳۴۲)

اسکی تشریح میں مصنف کتاب نے صراحت کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کا نور اور اس کا راز ہیں "القلم" کو جب اللہ کے نور اور اسکے راز یعنی حضرت محمد ﷺ کا اسم گرامی لکھنے کا حکم دیا گیا تھا تو وہ اس کی ہمت نہ کر سکا، کانپ اٹھا اور شق ہو گیا تھا، اب سوچنا چاہیے کہ جب اللہ کے راز اور اس کے نور یعنی حضرت محمد کا نام لکھنے کی مجال "القلم" کو نہ ہو سکی تو پھر نور کے نور اور راز کے راز یعنی سید محمد جونپوری کا مرتبہ اور مقام کیا ہو سکتا ہے؟ اس لئے کسی کی مجال نہیں ہے کہ نور کے نور اور راز کے راز اللہ کی معرفت کے خزانے اور اللہ کے معشوق (میراں سید محمد جونپوری) کے مرتبہ کو بیان کر سکے! اسلئے اس سلسلہ میں میراں سید خوند میر کی اس وضاحت پر اکتفاء کر لینے ہی میں عافیت ہے کہ (انہوں نے فرمایا)

> مہدی موعود جیسے آئے تھے ویسے گئے، کوئی شخص آنحضرت کو جیسے پہچاننا تھا نہیں پہچانا، اس باب میں بندگی میاں نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی "وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ" انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسی کہ قدر چاہیئے تھی، اس راز کو سمجھنے والا ہی سمجھے گا (ص:۳۴۳)

یعنی میراں صاحب آخر ہیں کیا؟ رازِ خدا، یا نورِ خدا، یا راز کا راز، یا نور کا نور، یا خود خدا؟ یہ معمہ خود ایک ایسا راز ہے جو مصنفِ کتاب جیسے راز دانوں کے سوا اور کسی کی سمجھ کی بات نہیں ہے، کاش! ایسی نا قابلِ فہم بات نہ کہتے تو پڑھنے والوں پر کرم ہوتا۔ جہاں تک ہم سمجھتے ہیں کہ کم از کم میاں سید خوند میر صاحب تو اس راز سے نا آشنا نہ ہوں گے، کیونکہ ان کی نورانی نگاہوں نے میراں صاحب کو پہلی ہی ملاقات میں دیکھ لیا تھا کہ یہ مہدی نہیں، مہدی کے روپ میں خود خدا تعالیٰ ہیں، اسی لئے تو وہ ان کے ناقدروں کی شان میں وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ بھی فرما رہے ہیں۔

(۷۰) میراں صاحب کی امت دیگر انبیاء کی امتوں کی طرح مستقل امت ہے اوراس کا نام ”اولواالالباب ہے“

قرآن کریم کی آیت ”اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَاماً “ کے بارے میں فرمایا کہ حق تعالیٰ کا فرمان ہوتا ہے:

> اے سید محمد ! یہ آیت صرف تیرے گروہ (مہدوی قوم) کی شان میں ہے، پھر آنحضرت فرمایا کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو یہود، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کو نصاریٰ، حضرت محمد ﷺ کی قوم کو مسلمان کہا جاتا ہے، اسی طرح ہماری قوم کا خطاب ”اولواالالباب“ ہے (ص:۳۴۷)

اللہ کا شکر ہے کہ ان کا خطاب ”امتِ محمدیہ“ نہ ہوا، اس جگہ یہ بات سمجھنے کی ہے کہ حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام اوران کی اقوام کی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اوران کی قوم کوبھی مستقل اور علاحدہ ذکر کر کے پھر اپنی قوم کا مستقل ذکر فرمارہے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے کو مستقل نبی اوراپنی قوم کو مستقل قوم سمجھتے ہیں، اس کے بعد حضرت محمد ﷺ کے تابع تام ہونے کی باتیں لفاظی اورفریب کاری کے علاوہ اور کیا سمجھی جاسکتی ہیں ۔جبکہ قرآنی آیات کے ساتھ تحریف کا بدترین جرم اپنی جگہ ہے۔

(۷۱) میراں صاحب کا دیدار نبی کریم ﷺ ہی کا دیدار ہے:

> حضرت مہدی موعود بارہا اللہ کے حکم سے فرماتے رہے ”من لم یر محمد فلیرانی “ یعنی جس شخص نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہو (اسے) چاہیے کہ مجھے دیکھ لے، نیز آنحضرتؑ نے فرمایا اگر یہ بندہ ، ابراھیم خلیل اللہ ، اور محمد رسول اللہ ایک زمانے میں ہوتے تو (ظاہر وباطن کی یکسانیت کی وجہ سے) کوئی شخص ان تین کے درمیان تمیز نہیں کرسکتا تھا۔اور نہ پہچان سکتا تھا کہ کون مہدی ہے کون رسول اللہ ہے، کون خلیل اللہ ہے۔
> (ص:۳۵۲)

حیرت یہ ہے کہ میراں صاحب کبھی خدا بن جاتے ہیں اور کبھی نبی، اور کبھی ظاہر و باطن کی تمام تر یکسانیت کے باوجود مہدی کے ہی منصب پر اکتفا کر بیٹھتے ہیں ان متضاد باتوں کا اسلامی عقائد سے کیا جوڑ ہوسکتا ہے۔

(۷۲) جو شخص میراں صاحب کا حلیہ معلوم کرنا چاہتا ہے وہ نبی کریم ﷺ کا حلیہ کتابوں میں دیکھ لے کیونکہ دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

> جو کچھ بیان حضرت رسول اللہ کے حلیہ مبارک کا تھا وہی بیان از ابتداء تا انتہا حضرت مہدی موعود کے حلیہ مبارک میں حق تعالیٰ نے ظاہر فرمایا، کیونکہ بحکم دلیل قاطعہ و حجتِ بالغہ یہ ہر دو ذات صورت و سیرت میں ایک وجود تھے (ص:۳۵۳).........پس جو کوئی چاہے کہ حضرت مہدی موعود کے حلیہ پر نظر کرے تو اسکو لازم اور مناسب یہی ہے کہ پیغمبر ﷺ کے حلیہ مبارک دیکھ لے (ص:۳۵۴)

(۷۳) میراں صاحب کی ذات میں خدا نظر آتا تھا۔

میاں سید خوندمیر سے منقول ہے کہ انہوں نے

> اس ذات پیغمبر صفات سے پہلی ہی ملاقات میں (انہیں دیکھ کر) فرمایا کہ پھوٹ جائیں وہ آنکھیں (جو یہ سمجھتی ہیں کہ انہوں نے) مہدی کو دیکھا ہے، بندے نے تو ذاتِ مہدی میں اپنے خدا کو دیکھا ہے۔(ص:۳۵۸)

چنانچہ میراں صاحب کے ایک اور معتقد نے ان کی شان میں کہا ہے ۔

> مہر ولایت نامور پشت پر لئے
> بحر حقائق میں رواں بے میم احمد آئے تم
> (ص:۳۵۸)

مہدوی حضرات بتلائیں کہ مہدی کی ذات میں خدا کا نظر آنا اور مہدی کا بے میم احمد یعنی "احد" بنکر دنیا میں آنا کیا ہندوؤں کے عقیدہ حلول کے مماثل نہیں ہے؟۔

(۷۴) میراں صاحب معصوم عن الخطاء تھے۔

مہدی علیہ السلام کا تمام کلام خطا سے پاک ہونا ثابت ہے، دیگر اولیاء معصوم عن الخطا نہیں ہیں، کیونکہ خطا سے عصمت نبی علیہ السلام کے فرمان سے مخصوص اسی امام مہدی کی ساتھ ہے،اور جو چیز کسی کے ساتھ مخصوص کر دی جائے اسکے غیر میں نہیں پائی جاتی (ص:۳۷۱)

آگے حضرت ابو بکر صدیق ؓ کا یہ ارشادِ گرامی —— جو باتیں میں کہتا ہوں وہ اگر حق ہیں تو منجانب اللہ ہیں اور اگر غلط ہیں تو میری اور شیطان کی طرف سے ہیں—— نقل کر کے میراں صاحب کی معصومیت کو اور ان کی حضرت ابو بکرؓ پر فضیلت کو ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں

پس اس قول سے معلوم ہوا کہ آپ (حضرت ابو بکرؓ) بھی خطاء سے محفوظ نہ تھے،اور مہدی علیہ السلام کا معصوم عن الخطاء ہونا قطعی ہے.........پس یہ دلیل اس بات کی ہے کہ مہدی علیہ السلام ابو بکر صدیق ؓ وغیرہ سب سے افضل ہیں (ص:۳۷۲)

حضرت ابو بکرؓ کا ارشاد موافقِ کتاب وسنت ہے لیکن میراں صاحب کا معصوم عن الخطاء ہونا کس دلیل سے قطعی ہو گیا؟۔

(۷۵) میراں صاحب کے واسطہ کے بغیر انبیاء بھی خدا کو نہ دیکھ سکتے تھے۔

''فصوص الحکم'' کے حوالہ سے میراں صاحب کے تمام اولیاء سے افضل ہونے کا ذکر نقل کیا ہے

جو کوئی نبی و رسول ہے (وہ) مشکوٰۃِ رسول خاتم ہی سے نور بصیرت پاتا ہے اور جو بھی اولیاء اللہ میں ہے (وہ) مشکوٰۃ ولی خاتم سے نور بصیرت پاتا ہے، یہاں تک کہ مرسلین بھی خدا کو بغیر خاتم الاولیاء (سید محمد مہدی) کے مشکوۃ کے نہیں دیکھتے، پس معلوم ہوا کہ خاتم الاولیاء ،اور سب اولیاء سے افضل ہیں، (ص:۳۷۵)

(۷۶) تمام اولیاء قیامت کے دن میراں صاحب کے جھنڈے تلے ہوں گے۔

قیامت کے روز بجز خاتم نبوت اور خاتم ولایت کے اور کوئی صاحبِ لوا نہ ہوگا، تمام انبیاء ومرسلین خاتم الانبیاء ؐ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوں گے،اور تمام اولیاء خاتم الاولیاء کے جھنڈے کے نیچے حاضر ہوں گے،(ص:۳۷۶)

جبکہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ تمام انسان حضرت محمد ﷺ کے جھنڈے تلے ہونگے ، اور وہی تمام بنی نوعِ انسانیت کے سردار ہوں گے۔مگر ہر چیز میں ہمسری اور برابری کا جو بھوت سوار ہے اس کا کیا علاج ہے؟

(۷۷)میراں صاحب کے توسط کے بغیر نبی کریم ﷺ بھی معرفتِ رب حاصل نہیں کر سکتے تھے۔

> تمام انبیاء ومرسلین اللہ کی معرفت حاصل کرتے ہیں خاتم رسل سے، انکی ختمیت رسالت کی وجہ سے، اور خود خاتم الرسلؐ فیض معرفت اپنے باطن سے حاصل کرتے ہیں جو کہ خاتم الاولیاء ہے، انکی ختمیت ولایت کی وجہ سے (ص:۳۷۵)

مذکورہ بالا اقتباس کتاب کی اردو عبارت سے قدرے مختلف ہے، لیکن فارسی کی اصل عبارت کے بالکل مطابق ہے، اس جگہ یہ اشکال نہ ہو کہ جب حضرت محمد ﷺ اپنے ہی باطن سے کسبِ فیض فرماتے ہیں تو اس پر اعترض کیا ہے؟ جی نہیں! مہدوی حضرات نبی کریمؐ کا باطن اپنے امام ہی کو مانتے ہیں، اس کے علاوہ یہ بات جب سید محمد جونپوری کے خصائل وفضائل کے ضمن ہی میں ذکر کی جارہی ہے تو مصنف کا مدعا متعین ہے اس میں اشکال کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(۷۸)میراں صاحب مرتبے میں رسول اللہ ﷺ کے برابر تھے۔

> اگر چہ ابوبکرؓ کا پوری امت میں افضل ہونا خبر مشہور ومعتبر سے ثابت ہے لیکن حضرت مہدی موعود مرتبہ میں رسول اللہؐ کے برابر تھے، چنانچہ آنحضرت کا فضل بعض انبیاء اور ابوبکر صدیقؓ وغیرہ پر حق تعالیٰ نے ظاہر فرمادیا۔حضرت مہدی کے ایک صحابیؓ بندگی میاں الہداد حمید نے اپنی ایک نظم میں فرمایا ہے،
>
> نبیوں پر فضل اس کو خدا نے عطا کیا
> روزِ محشر اہلِ شفاعت دہ از خدا
>
> (ص:۳۷۷)

سوال یہ ہیکہ کہاں ظاہر فرمایا؟ کیا اجماعِ امت کے برخلاف محض آپ کے دعوی سے شانِ صدیق ؓ میں یہ گستاخی وحق تلفی بلکہ بے ایمانی تسلیم کر لی جائے؟۔

(۷۹) میراں صاحب کی اطاعت نبی کی اطاعت کی طرح فرض ہونا قطعی امر ہے۔

اگر بالفرض (سید محمد) مہدی، خلفاء راشدین، سلف صالحین، ائمہ مجتہدین کے زمانہ میں ہوتے تو وہ سب مہدی کے متبع ہوتے، کیونکہ

> اللہ اور اللہ کے رسول کی خلافت آپ کیلئے قطعی طور پر ثابت ہے، اور دعوت الی اللہ کیلئے آپ کا (اللہ تعالٰی کی طرف سے) مبعوث ہونا اور آپ کی اطاعت کا نبی کی اطاعت کی طرح وہ بھی قطعی طور فرض ہونا پر ثابت ہے، اور یہ شان خلفائے راشدین کیلئے ثابت نہیں، چنانچہ یہ امر پوشیدہ نہیں، پس ظاہر ہو گیا کہ حضرت مہدی ہی ان سب سے افضل واکرم ہیں (ص:۳۸۲)

یہ صحیح ہے کہ خلفاء راشدین کی اطاعت نبی کی اطاعت کی طرح قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے، لیکن مہدی کی اطاعت کا نبی کی اطاعت کی طرح فرض ہونا قطعی طور پر کہاں سے ثابت ہوا ہے؟ کاش کہ زحمتِ دلیل گوارا کی جاتی!

(۸۰) بندوں کا مقبول ومردود ہونا پہلے میراں صاحب کے پاس طئے ہوتا ہے۔

> فرمایا کہ اس بندے کے آگے (بندوں کی مقبولیت کی) تصحیح ہوتی ہے جو اس جگہ (میرے نزدیک) مقبول ہوا وہ (ہی) خدا کے آگے مقبول ہے، اور جو کوئی اس بندے کے سامنے صحیح نہیں ہوا وہ اللہ کے پاس (بھی) مردود ہے۔(ص:۳۸۸)

(۸۱) میراں صاحب کی تفسیر کے خلاف کوئی تفسیر معتبر نہیں ہے۔

> فرمایا کہ جو کوئی حکم اور جو کوئی بیان تفسیر (کی کتابوں) یا ان کے سوا اور (دوسری) کتابوں میں اس بندے کے بیان کے مخالف واقع ہو وہ صحیح نہیں ہے، اور جو کوئی عمل اور بیان اس بندے کا ہے (وہ) خدا کی تعلیم اور مصطفے کے اتباع سے ہے۔(ص:۳۸۹)

جبکہ جنابِ والا کے ملفوظات کا بیشتر حصہ کتاب وسنت کے خلاف ہے، نہ خدا تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق ہے اور نہ ہی اتباعِ مصطفیٰ کے تقاضہ کے موافق!

(۸۲) میراں صاحب کا شیطان مسلمان ہو چکا تھا۔

فرمایا کہ بندے کا خناس (یعنی شیطان) مسلمان ہو چکا ہے، چنانچہ ایسی ہی روایت حضرت نبی ا (کے خناس کے متعلق بھی) آئی ہے۔

رہا ہمزاد ہر انساں کا کافر
مسلمان ہیں ان ہی دوتن کے ہمزاد

(ص:۳۹۰)

(۸۳) میراں صاحب کی اجازت کے بغیر جو مہاجر گھر واپس ہو گئے تھے وہ منافق ہیں۔

جو کوئی مہاجر ہو کر اپنے گھر سے نکلا، پھر بغیر آنحضرت (مہدی) کی اجازت کے گھر لوٹ گیا تو وہ حکم خدائے تعالیٰ سے منافق قرار پایا، کیونکہ آنحضرت تابعِ تام نبی علیہ السلام کے تھے اور ہجرت نبی علیہ السلام کے ساتھ فرض تھی، آپ کا ساتھ چھوڑنے والے کا اللہ کے حکم سے منافق ہونے کا حکم آنحضرت ہی کیلئے خاص تھا، جو ابوبکر وعمرؓ وغیرہ کیلئے نہیں رہا، پس ظاہر ہوا کہ آنحضرت مہدی ان دونوں حضرات سے افضل ہیں۔ (ص:۳۹۰)

نفاق ایک قلبی روگ ہے، اور قلوب کی حالت سوائے علیم وخبیر کے اور کسی کو نہیں معلوم ہو سکتی، اسی وجہ سے نبیٔ کریم ﷺ کے بعد کسی پر نفاقِ حقیقی کا الزام لگانا کسی کے لئے درست نہیں ہے، مگر مہدوی حضرات چونکہ یہ طے کر چکے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی کوئی خصوصیت ایسی باقی نہ رہے جس میں وہ اپنے امام کو شریک وسہیم نہ بنا دیں، اسلئے یہاں بھی زبردستی نبی کریم ﷺ پر قیاس کر کے اپنے امام کے نافرمانوں پر نفاق کا ناحق حکم لگا دیا۔

(۸۴) اکثر انبیاء مہدویوں میں شامل ہونے کے متمنی اور دعا گو تھے۔

اکثر انبیاء مرسلین علیہم السلام مہدی علیہ السلام کے صحبت کے متمنی تھے، دعاء کے ساتھ اس امر کے طالب تھے کہ اے بار خدا امتِ محمدی اور گروہ مہدی میں ہم کو شامل فرما۔ (ص:۳۹۲)

پھر ایک روایت بیان کرنے کے بعد کہ ''بارہ نبیوں نے نبی کریم ﷺ کے امتی ہونے کی تمنا کی تھی'' لکھتے ہیں.........

پس قطعی طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ یہ فضیلت اور یہ رتبۂ عالی نہیں دیا گیا اولین وآخرین میں سے کسی کو بھی سوائے محمدین خاتمین نبی ومہدی علیہما السلام کے، کیونکہ یہی دو ساری مخلوق کے سردار ہوئے ہیں۔ فقط (ص:۳۹۳)

سمجھ میں نہیں آتا کہ نبی کریم ﷺ کے امتی ہونیکی تمنا سے مہدی کے صحابی بننے کی تمنا کیسے ثابت ہوگئی، وہ بھی قطعی طور پر! آخر یہ مذہب ہے یا مذہب کے نام پر ہفوات کا عجائب خانہ؟

(۸۵) میراں صاحب کا حال اور قرآن مجید ہی حجت ہیں احادیث کا صحیح ہونا مشکل ہے۔

حضرت شمس تجلی (میراں صاحب) علیہ السلام نے فرمایا کہ احادیث میں اختلاف بہت ہے، ان کی صحت مشکل ہے، (اسلئے) جو کوئی حدیث اللہ تعالیٰ کی کتاب اور بندے کے حال کے موافق ہو وہ صحیح ہے۔ (ص: ۳۸۹)

یہ میراں صاحب کے علم کا حال ہے، یہاں امت حفاظتِ حدیث کو معجزاتِ نبی میں شمار کررہی ہے، اس کی صحت کا بھی انتظام ہے، ان میں جو اختلاف محسوس ہوتا ہے وہ حقیقت میں نہیں ہوتا، ہاں کم علمی سے محسوس ہوسکتا ہے، پھر بھی پرکھنے کے لئے کتاب اللہ سے رجوع کرنا تو سمجھ میں آسکتا ہے، مگر میراں صاحب کے حال کی طرف رجوع کیسے جائز ہوسکتا ہے؟۔

(۸۶) میراں صاحب کی قوم کے جو فضائل ہیں وہ کسی کیلئے نہیں ہوسکتے، کیونکہ قوم مہدی کے افراد انبیاء کے مرتبہ پر ہیں۔

حضرت مہدی علیہ السلام کی قوم جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رضوانِ ابدی کا (وعدہ) ہے، کیونکہ خاص فرمادیا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں آنحضرت (مہدی) کی قوم کو ایسے اوصافِ مخصوصہ کے ساتھ (کہ) بجز اس قوم (مہدویہ) کے اور کسی کے لئے (ان

اوصاف کا ثبوت) ممکن نہیں ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کے ارشادات "فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ " "فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَاۤءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْماً" "وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْماً غَيْرَكُمْ "وغیرہ بہت سی آیات کی مصداق مہدوی قوم ہی ہے، حضرت محمد ﷺ نے حضرت امام مہدی موعودؑ کے اصحاب کو اپنے ہم منزلت ہونے کی بشارت کے شرف سے مشرف فرمایا اور کسی کیلئے ایسی بشارت واضح نہیں ہیں (ص:۳۹۴)

اسکی دلیل میں بہت سی حدیثیں موجود ہونے کے دعوے کے ساتھ نمونہ کے طور پر تین روایات نقل کی ہیں، صرفِ نظر اس سے کہ وہ حدیثیں کس معیار کی ہیں؟ ان میں سے کسی حدیث سے بھی قوم مہدی کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ وہ مطلقاً قربِ قیامت کے مسلمانوں کے فضائل پر مشتمل ہیں اور عام ہیں کسی گروہ کے ساتھ خاص نہیں۔ اور جو آیات متن میں پیش کی گئی ہیں افسوس ہے کہ بنا کسی دلیل وثبوتِ تفسیری کے محض میراں صاحب کے دعوے یا نفسانی تلبیس وتحریف سے انہیں اپنے اوپر چسپاں کرلیا گیا ہے، اور یہ سب کچھ اسلئے کہ میراں صاحب اوران کے خلفاء نے پہلے ہی یہ اشارہ دیدیا کہ قرآن فہمی کے لئے ایمان کافی ہے نہ کسی حدیث کی ضرورت ہے اور نہ علماءِ سلف سے رجوع کی! آگے فرماتے ہیں:

اس مقام ومنزلت کی بشارت پانیوالوں (یعنی مہدویوں) کا مرتبہ سمجھنے کے لئے پہلے رسولؐ کا مرتبہ معلوم کرنا چاہیے۔ (ص:۳۹۶)

ظاہر ہے کہ جو قوم نبی کریمؐ کی ہم منزلت ہے ان کی معرفت رسول کی معرفت کے بغیر کیسے ممکن ہوسکے گی؟ والعياذ بالله من الشيطان الرجيم .

آگے فرماتے ہیں:

بطریقِ انصاف سمجھنا چاہیے کہ جب قوم ایسی ہو تو اس کے متبوع (امام مہدی) کا شرف کیسا ہوگا؟ پس ظاہر ہے کہ حضرت مہدی سب سے افضل ہیں، فظهر انه افضل من الكل (ص:۳۹۶/۹۷)

(۸۷) میراں صاحب کے فضائل ومراتب پوری زندگی میں بھی نہیں لکھے جاسکتے۔

امام علیہ السلام کی خصوصیات جو حدیث نبوی اور آیات کلام الٰہی سے ثابت ہیں وہ اسقدر بے حد وشمار ہیں کہ اگر تمام عمر لکھتے رہینگے تب بھی ختم نہ ہوں گی۔(ص:۴۰۰)

تمام عمر نہ سہی مہینہ بھر میں ہی سہی ان میں سے کچھ لکھ کر بتلا دیتے تو شاید امت کو ان باتوں کے ماننے میں کچھ مدد مل جاتی۔لیکن خدارا ان ہفوات کو اسلامی عقائد سے نہ جوڑا جائے تو بہتر ہوگا تا کہ اسلام کی شبیہ خراب نہ ہو۔

(۸۸) میراں صاحب کی برکتیں نبی کریم ﷺ کی برکات ہی کی طرح ہیں۔

۲۳واں معجزہ یہ ہے کہ آنخضرت نے فرمایا اس بندے کی ایک نظر ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے، یہی وجہ ہے کہ جملہ تاثیریں —— خواہ آنخضرت کی نظر مبارک کی ہوں یا اس سرور کی پسخوردہ کی —— (سب) خاتم النبیین ﷺ کی تاثیرات کے مانند تھیں۔ (ص:۴۱۱)

اس جرءت بے جا پر سوائے اس مصرعہ کے اور کیا تبصرہ کیا جا سکتا ہے؟ کہ۔

چہ نسبت خاک را باعالمِ پاک

(۸۹) میراں صاحب مبدأ وغایت کا خلاصہ تھے۔

۳۰واں معجزہ یہ ہے کہ وہ شمس ولایت ،مظہر ہدایت ، اور خلاصہ مبدأ وغایت جس کسی کو چاہتے حکم خدائے تعالیٰ سے ہدایت بخش سکتے تھے،(ص:۴۱۶)

جب وہ خود خدا تھے تو حکمِ خدائے تعالیٰ کے منتظر و پابند کیوں تھے؟اس تضاد بیانی کا مہدوی قوم کے پاس کوئی حل ہے؟

(۹۰) میراں صاحب کا ایمان بذاتِ خود ''خدا'' ہے۔

ایک صاحب نے ایمان کی حقیقت کے بارے میں میراں صاحب سے سوال کیا تو جواباً فرمایا

بندہ کا (میرا) ایمان ''اللہ کی ذات'' ہے،اور تمہارا ایمان ''اللہ کا ذکر'' ہے۔ (ص:۴۳۶)

(۹۱) میراں صاحب نے چار چیزوں پر شریعت وطریقت کی بنیاد رکھی ہے۔

وہ چار حکم جن پر سب شریعت وطریقت کا دار و مدار ہے یہ ہیں (۱) تصدیقِ مہدی (۲) ترک دنیا (۳) ہجرت از خانماں (۴) صحبتِ صادقین۔ چنانچہ بندگی میراں سید محمودؓ نے فرمایا کہ جو شخص ترکِ دنیا کرے مگر ہجرت اور صحبت کا شرف حاصل نہ کرے تو ایسا شخص طلبِ دنیا و ترک (دنیا) کے درمیان ہے، اس پر فرض ہے کہ ہجرت وصحبت کے فریضے کو پورا کرے، بصورتِ دیگر اس کو کچھ بھی دین نصیب نہ ہوگا۔
(ص:۸۷۴ برحاشیہ　بحوالہ حاشیہ ۹۹)

نبی کریم ﷺ جو تمام مسلمانوں کے نبی وہادی ہیں، اور مسلمانوں کیلئے صرف انہی کی اطاعتِ مطلقہ فرض ہے، انہوں نے دینِ اسلام کی بنیاد جن چیزوں پر رکھی ہے، یہ چار چیزیں ان سے بالکل جدا دوسری ہیں، اور نبی کریم ﷺ نے کبھی ان کو دین کی بنیاد نہیں فرمایا۔ پھر کس کا یارا اور ہمت ہے کہ ان باتوں کو دین کا دار ومدار قرار دے؟۔

دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ ان بنیادوں کی روشنی میں مہدویوں کی اکثریت کو کچھ بھی حصہ دین کا نصیب نہیں ہے، اسلئے کہ ان چار ارکان میں سے سوائے تصدیق مہدی کے اور کوئی رکنِ دین ان کے اندر آج کل نہیں پایا جاتا، اسطرح بیچارے نہ اہل اسلام میں ہو سکے نہ ہی مہدویہ میں!

(۹۲) میراں صاحب کا بیٹا رسول اللہؐ کے مقام پر اور داماد مہدی کے مقام پر!

حضرت امام مہدیؑ نے ان دونوں سیدین عالی مقام (سید محمود، سید خوندمیر) کو خصوصاً سیر نبوت و سیر ولایت سے منسوب فرمایا ہے کہ ایک کے حق میں مقام محمد رسول اللہؐ کی اور دوسرے کے حق میں مقامِ مہدی علیہما السلام کی بشارت عطا فرمائی۔ (ص:۴۹۰)

(۹۳) میراں صاحب کے بیٹے کی ثناء نبیؐ فرماتے ہیں

میراں سید محمود ثانی مہدی کے فضائل بیان کرنے سے اپنا عجز ومجبوری ظاہر کر کے مختصراً عرض کرتے ہیں۔

ہے کسے یہ قدرت و طاقت مُیسر در بیان
تا کرے شرحِ فضائلِ ثانی مہدی عیاں
مدح اس کی نبیؐ و مہدی نے فرمائی ہے
نص من صلح من آباء سے عیاں ہے اس کی شاں
(ص:۴۹۰)

واضح رہے کہ مہدویوں کے عقیدہ میں سورۃ المؤمن کی آیت ۹۔ میں حاملین عرش کی دعاؤں کے درمیان ومن صلح من اٰبائھم سے میراں صاحب کے بیٹے ثانی مہدی ہی مراد ہیں۔ جبکہ ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں۔

(۹۴) میراں صاحب کے داماد کی ثناء اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔

مجھ سے ہو کیونکر ثنائے خوند میر
جب کہے نعت اس کی خود علیم وخبیر
خود نبی ومہدی ہی نے فرمایا ہے
نص قاطع مثل سلطان نصیر
(ص:۴۹۱)

واضح رہے کہ مہدوی حضرات سورۂ بنی اسرائیل کی آیت" سلطاناً نصیراً" کا مصداق میاں سید خوندمیر کو سمجھتے ہیں۔ جو سراسر قرآنی آیت کا مذاق ہے۔

(۹۵) میراں صاحب کی قئے پینے والے کو حضرت یحییٰؑ کے ہم مرتبہ فرزند کی بشارت حاصل ہوئی۔

ایک روز حضرت امام علیہ السلام کو قئے ہوئی، اس وقت (وہاں) بندگی میاں سید عبدالمجید حاضر تھے، اپنے ہاتھوں میں لے کر پی گئے، حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا کہ برادرم عبدالمجید! تم کو خدا تعالیٰ ایک فرزند دے گا جو قائم مقام حضرت یحییٰ پیغمبر کے ہوگا۔
(ص:۵۲۷)

مہدویوں کا اعتقاد ہے کہ وہ قئے نہیں تھی، خدا کا نور تھا، اسی وجہ سے میاں عبدالمجید کا لقب ان لوگوں نے "نورنوش" رکھا ہے، اس کی کچھ تفصیل سلسلہ نمبر (۱۱۴) پر ملاحظہ کیجئے۔

(۹۶) میراں صاحب کے ذریعہ درجِ ذیل امور فرض کئے گئے۔

مصنف فرماتے ہیں کہ خاتم الانبیاء کے زمانہ میں اصولِ دین میں اسلام کے احکام، ایمان کے ارکان، ایمان کی تعریف جیسے ارکان کا بیان ہو چکا تھا جو سب کو معلوم ہیں، لیکن

> ان تمام کے ساتھ خاتم الاولیاء، نظیر خاتم الانبیاء کے زمانہ میں بھی چند چیزیں بحکمِ دلائل قطعیہ کلامِ الٰہی و بمقتضائے سنت نبوی اظہار میں آئیں (۱) ایک فرضیت حضرت امام (مہدی) کی تصدیق اور تسویت کا اعتقاد ہے یعنی حضرت مہدی کو حضرت رسولِ مقبول ﷺ کے ساتھ برابر جاننا ہے، (باوجود تابع ومتبوع، فرزند و پدر کی نسبت کے) اسی طرح ان کے صاحبِ امر اور مخبر صادق ہونے کا اعتقاد (رکھنا)، اور آنحضرتؑ کے انکار کو کفر جاننا (۲) ترکِ دنیا، دنیا کی محبت کو آنحضرت نے کفر فرمایا ہے، میرا آنا بے کار و بے اختیار بنانے کے لئے ہوا ہے، (۳) علائق دنیا کا ترک کرنا (۴) ترک وطن (۵) راہِ خدا میں ہجرت (۶) صادقین کی صحبت (۷) خلوت در انجمن (۸) رزق حلال طیب (۹) شب بیداری باری باری۔ (ص: ۴۴۰ تا ۴۵۰)

(۹۷) میراں صاحب کی بڑی اہلیہ قرآن کے حکم سے "فخر نساء العالمین" تھیں؟

> آنحضرت علیہ السلام کی چار زوجہ کامل الحال (اور) بارگاہِ حضرت رحمٰن میں برگزیدہ ہوئی ہیں، ایک ان میں فخر نساء عالمین بحکمِ قرآن، خدیجۃ الزمان اور سیدۃ النسوان آنحضرت علیہ السلام کے چچا میاں سید جلال الدین کی دختر تھیں، ....نام مبارک اس بی بی کا فارسی میں "بی بی کلاں" عربی میں "عطیۃ اللہ"، اور ھندی میں "بی بی الہدتی" ہے (ص: ۴۵۸)

یہاں تک "شواہد الولایت" کا مطالعہ ختم ہوا، آگے بعض دیگر کتبِ قوم سے مزید چند اقتباسات ہدیۂ ناظرین ہیں!

(۹۸) میراں صاحب از جنس بشر نہیں تھے۔

قرآن کریم میں مذکور اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کی صفات کے بارے میں یہ لکھتے ہوئے کہ وہ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک تیس صفتیں ہیں، لیکن میراں صاحب کے بقول وہ چالیس صفتیں ہیں، دعویٰ کیا ہے کہ وہ سب میراں صاحب کی ذات میں موجود تھیں، اسکے بعد اسکی حکمت اسطرح نقل کی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اوصاف مذکورہ کے زیور سے امام کی ذات مبارک کو (اسلئے) مزین فرمایا تاکہ ارباب بصیرۃ ان اوصاف کا معائنہ کریں اور ان کو دیکھ کر متلذذ ہوں یہاں تک کہ وہ (بے ساختہ) کہدیں کہ یہ (میراں صاحب) بشر نہیں ہیں (ہژدہ آیات ص:۶)

(۹۹) میراں صاحب مفترض الطاعۃ تھے۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ یہاں متبوع (نبی کریمؐ) کا تابع (میراں صاحب) مفروض الدعوت (دعوت کا حکم دیا گیا) اور مفترض الطاعۃ (جسکی اطاعت فرض کی گئی) اور جمیع حالات میں وہ اپنے متبوع (نبی کریمؐ) کے برابر ہے۔ (ص:۷)

(۱۰۰) میراں صاحب کی خوشبو تین ہزار کوس تک پھیلی رہتی تھی۔

ایک درویش اس مقام پر آیا، امام علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، اور عرض کیا ہم یہاں سے تیس سو کوس (   ) کے فاصلے سے آئے ہیں، اپنے مقام میں مشغول تھے، یکایک ہماری ناک میں بے حد خوشبوئی پہونچی، حق سے معلوم ہوا کہ فلاں مقام میں مہدئ موعود کی ذات مبعوث ہوئی ہے اور آپ نے بالغ ہو کر خدا تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کی ہے، جا اور اس سے بیعت کر (حجۃ ص:۶/۵)

اور مابقیہ دنیا کو اس خوشبو سے کیوں محروم رکھا گیا اسکی بھی کوئی دلیل ہونی چاہیئے؟۔

(۱۰۱) میراں صاحب کو نہ کسی نے جنا، نہ انہوں نے کسی کو جنا۔

ثانی مہدی میراں سید محمود سے میراں صاحب کے ایک عمل کے حوالہ سے پوچھا گیا کہ آپ ایسا کیوں نہیں کرتے؟ تو اسکے جواب میں میراں سید محمود نے بہت عاجزی سے فرمایا

میں کون شخص ہوں جو تم مجھ کو امام علیہ السلام کے برابر کرتے ہو، (جبکہ) حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ نہ میں کسی کو جنا اور نہ میں کسی سے جنا گیا (پنج فضائل ص:۱۴)

مصنف نے حاشیہ پر اسکی کچھ توجیہ کی سعی کی ہے، مگر قارئین وہاں ملاحظہ کرینگے تو خود سمجھ جائینگے کہ اس فضول توجیہ سے بات کو نباھنا ممکن نہیں ہے۔

(۱۰۲) میراں صاحب نے فرمایا میں "اللہ رب العالمین" ہوں۔

نقل ہے کہ ایک دن فرح میں مہدی علیہ السلام نے بندگی میاں شاہ نعمت کے سامنے آکر فرمایا

''میں اللہ رب العالمین ہوں'' تو شاہ نعمت نے (حیرت سے) فرمایا میراں جی کیا آپ خدا کی ذات ہیں؟ (مہدی نے) فرمایا ''بندہ بندہ ہے، لیکن بندہ ذاتُ اللہ ہے''
(پنج فضائل ص:۵۵)

شاہ نعمت نے تین دفعہ دہرا کر یہی سوال کیا اور میراں صاحب ہر دفعہ اصرار کے ساتھ یہی کہتے رہے کہ "بندہ بندہ ہے، لیکن بندہ اللہ کی ذات ہے''

(۱۰۳) میراں صاحب کیا خدا تھے؟

نقل ہے کہ میراں صاحب کے پاس کہیں سے ایک عمدہ نسخہ قرآن مجید کا آیا تھا، انہوں نے وہ اپنے خلیفہ میاں شاہ نظام کو ہدیہ کردیا، ایک دن اسی قرآن میں میراں صاحب میاں نظام کو تلاوت کروا رہے تھے، اس اثناء میں ایک اور معتقد ملاقات کیلئے آنے لگے تو میراں صاحب نے اشارہ سے روکدیا، پھر بعد میں ان سے اسکی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا

تم جس وقت آئے تھے، اسوقت خدا اپنے بندے کو اپنی زبان سے (قرآن کی) تعلیم دے رہا تھا، اگر تم کچھ اور قدما آگے بڑھکر آجاتے تو (جلال الٰہی سے) یقیناً جل جاتے۔
(پنج فضائل ص:۶۸)

مہدویت کے ان نظریات وخیالات کو دیکھ کر بس یہی دعا کرنے کو جی چاہتا ہے اللہ پاک ہر مسلمان کو ہدایت کے بعد گمراہی سے اور دماغی توازن بگڑ جانے سے آخری سانس تک محفوظ رکھے، آمین۔

۷۸۶

اللہ اپنے دین کا آپ ناصر ہے

حجت المنصفین

آنحضرتؐ نے فرمایا "دین سراپا انصاف ہے"

(مولفہ)

حضرت بندگی میاں ولی جیؒ

جلیل القدر تابعی حضرت مہدی موعودؑ

مولف انصاف نامہ

باہتمام دارالاشاعت کتب سلف صالحین جمعیت مہدویہ

دائرہ زمستان پور

بار دوم ۱۹۸۶ء

معاونین کو بلا ھدیہ

ھدیہ پانچ روپئے 5/-

از: کتاب حجۃ المنصفین

یہ کتاب بندگی میاں ولی جی کی ہے، جو کہ صاجزادہ ہیں بندگی میاں یوسف کے، جو میراں صاحب کے حواری (صحابی) کہلاتے ہیں۔یعنی مصنف مہدیوں کے اعتقاد کے مطابق صحابی زادہ اور حواری کے حواری (تابعی) ہیں، انہوں نے کتاب کے اندر منقول اکثر باتیں صحابہ ٔمہدی کی مجلسوں میں براہِ راست سنی ہیں ،اس لئے انہوں نے ان باتوں کے ماننے والے کو منصف اور نہ ماننے والوں کو غیر منصف قرار دیا ہے۔

(۱۰۴) میراں صاحب کے قبضہ میں خدا کے خزانے ہیں۔

میراں صاحب جب کعبۃ اللہ حاضری کیلئے سفر میں تھے، اثناءِ راہ سمندر میں طوفان آ گیا اور جہاز بھنور میں پھنس گیا۔میراں صاحب کے سالے صاحب دوڑتے ہوئے اور شور و ہنگامہ کرتے ہوئے میراں صاحب کی خدمت میں پہونچے، اس وقت وہ مراقبہ میں مشغول تھے، انہوں نے میراں صاحب سے جہاز اور طوفان کی صورتحال سنائی،

میراں صاحب نے فرمایا مجھ سے کیا کہتے ہو، کیا میں خدا کے حکم پر قادر ہوں؟

اس پر انہوں نے عرض کیا کہ اگر یہ صحیح ہے کہ آپ خدا کے حکم پر قادر نہیں ہیں، تو

’’آپ قسم کھاؤ کہ آپ کے ہاتھ میں خدا کے خزانوں کی کنجیاں نہیں ہیں‘‘

میراں صاحب یہ جھوٹی قسم نہیں کھا سکتے تھے، اپنی قدرت کا راز فاش ہونے پر ہنسے اور

ہنس کر سر اٹھا کر آسمان اور دریا کی طرف دیکھا، اسی وقت طوفان دور ہو گیا، اور منزل بھی سامنے آ گئی۔ جبکہ ابھی پندرہ دن کے بقدر مسافتِ سفر باقی تھی۔

اس کے بعد میراں صاحب نے حق تعالیٰ کے فیصلوں میں اس طرح مداخلت کروانے کی غلطی پر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا

"کچھ صبر تو کئے ہوتے (تاکہ دیکھ سکتے) کہ حق تعالیٰ نے یہ طوفان کس لئے پیدا کیا (تھا)"

مصنف نے اس واقعہ سے متاثر ہو کر میراں صاحب کی شان میں یہ شعر گذرانا ہے ۔

اے میرے سردار! جب تو خازنِ رحمت ہے تو رحم کر
خازن کیا ہے! یقیناً تو خود صاحبِ رحمت ہے (ص:۹)

(۱۰۵) میراں صاحب کو مہدی نہ ماننا شرک ہے۔

میراں صاحب کی خدمت میں ایک شخص نے شرکیہ وساوس کی شکایت کی، تو انہوں نے اسکے پیٹ پر کچھ اسطرح ہاتھ پھیرا کہ اس کا تیڑھا دل سیدھا ہو گیا اور وساوس کی یہ کیفیت ختم ہو گئی، اس واقعہ کو نقل کر کے مصنف نے ان کی شان میں یہ شعر کہا ہے ۔

اے حاذق اور ہادی تو ہے، ہادیوں کا سردار مہدی! تو ہے
اگر میں تجھ کو مہدی نہ کہوں، مشرک ہو جاؤں گا، شاہد تو ہے (ص:۱۶)

اسی طرح یہ شعر بھی ملاحظہ ہو ۔

تیری ابرو میرا قبلہ بن گئی ہے
میں کھویا ہوں سجدہ کہاں کروں (ص:۱۷)

یعنی اللہ کے سامنے یا مہدی کے سامنے؟

یہ منقبت بھی قابلِ ملاحظہ ہے

اگر اس کی زلف اور اس کے رُخ کو گبر و مومن دیکھ لیتے
تو مومن اسلام سے اور گبر کفر سے بیزار ہو جاتے (ص:۱۹)

کسی کو دیکھ کر کافر کفر سے بیزار ہو جائے یہ تو اس کا کمال ہو سکتا ہے، مگر جس کو دیکھ کر مومن اسلام سے بیزار ہو جائے کیا یہ بھی کوئی کمال ہے؟

نوٹ: اس کتاب کے بیشتر مشمولات ''شواہد الولایت'' میں آچکی ہیں، اعادہ سے بچنے کیلئے ترک کردی گئی ہیں، تاہم یاد رہے کہ یہ کتاب تصنیف کے اعتبار سے شواہد الولایت سے متقدم ہے، اور وہی سب باتیں اس میں بھی پائی جاتی ہیں، اس سے ''شواہد الولایت'' سے نقل کردہ مہدوی خیالات ونظریات کی مزید تائید ہو جاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وما تفرق الذین اوتوا الکتب الا من بعد ما جاءتھم البینۃ

اور جن کو کتاب دی گئی وہ اس وقت متفرق اور پراگندہ ہوئے

جب ان کے پاس بینۃ آیا

در ثبوت حضرت امام مہدی موعود علیہ السلام

مسمی بہ

بینۃ اللہ

مولفہ

حضرت سید میران سامیاں صاحب ابن فقیر سید قاسو میاں مہدوی

ساکن چیچونڈ پٹیل ضلع احمد نگر مہاراشٹر

(باہتمام)

انجمن دائرۃ الاسلام

... پور مشیر آباد حیدرآباد ... انڈیا

معاونی کیلئے

ہدیہ

از: کتاب بینۃ اللہ

یہ کتاب حضرت سید من سا میاں ابن فقیر سید قاسو میاں احمد نگری کی ہے، اگرچہ کتاب کا اکثر حصہ سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے ''نظریہ انکارِ مہدی'' کی تردید میں ہے، تاہم ساتھ ہی ''نظریۂ مہدیت'' کے سلسلہ میں اپنی مزعومات کو قوم کی معتبر کتابوں کے حوالہ سے ثابت کرنے کی کوشش بھی کی گئی ہے۔

(۱۰۶) میراں صاحب دعائے خلیل ونوید مسیحا ہیں

مصنف سورۃ البقرہ کی آیت ۲۲ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ الآیۃ اور سورۃ الصّف کی آیت ۶ وَاِذْ قَالَ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ الآیۃ کے حوالے سے حضرت نبی کریم ﷺ کا دعاءِ ابراهیمؑ اور بشارتِ عیسیٰؑ ہونا ثابت کرنے کے بعد لکھتے ہیں

> اے عزیز! ہمارے امام عالی مقام (سید محمد جونپوری) علیہ السلام بھی دعاء ابراھیمؑ اور مُبشَّر عیسیٰؑ ہیں۔ (ص:۲۳)

پھر اس دعوے کے استدلال میں سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۲۴ وَ اِذِا بْتَلٰى اِبْرٰهِيْمَ رَبُّهٗ الآية نقل کر کے بتلاتے ہیں کہ حضرت ابراھیمؑ کے ارشاد ''وَمِنْ ذُرِّيَّتِي'' سے مراد سید محمد جونپوری ہیں:

> حضرت مہدی سے مروی ہے، آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ کا حکم ہوا ہے کہ ابراھیمؑ نے اپنی ذریت میں امام بنانے کی جو دعا کی ہے اس امام سے مراد فقط تیری ذات ہے کوئی اور نہیں۔
> (ص:۲۴)

افسوس! قرآنی آیات میں اگر اس قسم کی بدترین تحریف و مذاق کو اسلام کہا جائے تو پھر کفر وزندقہ کس چیز کا نام ہوگا؟؟

مہدی کا دعاء خلیل ہونا خود میراں صاحب کے دعوے سے ثابت کرنے کے بعد ان کا بشارتِ عیسیٰؑ ہونا ''انجیل یوحنا باب ۱۴ کے حوالہ سے اسطرح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

وہ فارقلیط جس کو میرا باپ فارقلیط کے نام سے بھیجے گا وہ تم کو ہر بات بتا دے گا، اور وہ ہر بات کو یاد دلائیگا جو میں نے تم سے کہی ہے۔
محقق جلال الدین فرماتے ہیں فارقلیط عبرانی لفظ ہے جس کے معنی ہیں حق و باطل میں فرق کرنے والا اس سے مراد ''ولایت کا مظہر'' ہے جو باطنِ نبوت ہے یعنی مہدی ہے۔
ہماری اس تحریر سے ثابت ہوا کہ حضرت خاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خاتم الولایت محمدی حضرت مہدی علیہ السلام (دونوں) خاتمین دعاء حضرت ابراھیم خلیل اور مُبشّر حضرت عیسیٰؑ روح اللہ ہیں۔ (ص:۲۶/۲۷)

ایک عام مسلمان اور ادنیٰ پڑھا لکھا شخص بھی فرق کرسکتا ہے کہ دعاءِ خلیل و بشارتِ مسیح کا مصداق نبی کریم ﷺ ہونا کسی شک وشبہ کے بغیر واضح ہے، اور سید محمد جونپوری پر اس کا اطلاق بالجبر اور بے جوڑ تاویلات کے ذریعہ کرنیکی ناکام کوشش کی گئی ہے، افسوس! کوئی حد ہے ہمسری کے اس لالچ کی؟

(۱۰۷) میراں صاحب نبی کریم ﷺ کی روح اور انکی ولایت کا مظہر ہیں۔

حضرت مہدی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ کلام اللہ میں جہاں جہاں حضرت محمد ﷺ مخاطب ہیں وہاں بندہ بھی مخاطب ہے، کیونکہ ذاتِ مہدی ''نبوتِ محمدیؐ'' کی دوسری جہت ''ولایت محمدیؐ'' کا مظہر ہے، اسلئے (محمد و مہدی) ہر دو ایک ذات و ایک صفات ہیں سر مو فرق نہیں ہے، یا یوں سمجھئے کہ (بدن و روح) ایک دوسرے کے ہیں، بغیر روح کے بدن مردہ ہے، اور بغیر بدن روح کا ظہور نہیں ہے، اگر چہ روح پوشیدہ ہے اور اسکی پوشیدگی وجہ انکار نہیں (ہوسکتی) پس نبوت وولایت یہ ہر دو حضرت محمدؐ کے دو منصب ہیں، (پھر) نبوت کا مظہر آپ کی ذاتِ مقدس (ہی) ہے، اور ولایت کا منصب آپ کے فرزند، فاطمہؓ کے دلبر، حضرت امام حسینؓ کے لختِ جگر سید محمد بن عبداللہ (جونپوری) سے ظاہر ہوا، چونکہ ذات نبیؐ اپنی ہی ولایتِ محمدی (سید محمد جونپوری) سے حق تعالیٰ کی جانب سے فیض حاصل کرتی ہے، اور نبوت کے ذریعہ خلق اللہ کو (وہ فیض) پہنچاتی ہے، اسلئے کلام اللہ میں لفظ محمد سے دونوں ذاتوں کا مخاطب ہونا حیران ہونے کی بات نہیں ہے۔ (ص:۵۲ ۵۱)

(۱۰۸) میراں صاحب کی پیشین گوئیاں قرآن میں مبہم مذکور ہیں، جیسا کہ کتبِ سابقہ میں حضورؐ کا ذکر مبہم تھا۔

امام مہدی نے حق تعالیٰ کے حکم سے فرمایا ہے کہ کلام اللہ میں خاص کر اٹھارہ مقامات پر بندہ کا اور قومِ مہدی کا ذکر آیا ہے—— کلام اللہ (میں مہدی) کی یہ پیشین گوئیاں ایسی مبہم اور اشارۃً وکنایۃً مذکور ہیں جیسی کہ حضرت محمد نبیؐ کی پیشین گوئیاں اسفار انبیاء میں (مبہم) ذکر کی گئی ہیں،——. یہ پیشین گوئیاں (جو مہدی کے متعلق ہم مانتے ہیں) کسی مفسر کے بیان سے نہیں، بلکہ خلیفۃ اللہ، معصوم عن الخطاء امام مہدی علیہ السلام کے بیان سے ثابت ہیں، جس میں خطاء کا احتمال ہرگز باقی نہیں ہے، اس (بیانِ مہدی) کے خلاف کسی بھی مفسر کا بیان (خواہ) وہ کیسا ہی علامہ زماں ہو، مسترد سمجھا جائیگا۔ (ص:۵۲)

یہاں یہ بات محلِ غور ہے کہ اسفارِ انبیاء میں ہمارے نبیؐ کے ذکر کو مصنف نے مبہم بتلایا ہے، جبکہ پچھلی کتابوں میں آپ کا ذکر اسقدر واضح تھا کہ قرآن کہتا ہے یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَائَهُمْ چنانچہ علماء اہل کتاب جو مسلمان ہوئے انہوں نے پچھلی کتابوں میں آپ سے متعلق ان وضاحتوں کا صاف اعتراف واظہار فرمایا، جو احادیث میں موجود ہیں۔

(۱۰۹) میراں صاحب پر قرآن کے معانی کا نزول ہوا تھا اور نبی کریمؐ پر صرف الفاظِ قرآن کا!

مصنف نے مہدی علیہ السلام کی بعثت کی غرض وغایت کا عنوان قائم کرکے درجِ ذیل چار مقاصد بیان کئے ہیں۔ ۱۔ بیانِ قرآن ۲۔ تعلیم احسان کی تکمیل ۳۔ دینِ محمدی کو کمال پر پہونچا کر ختم کرنا ۴۔ امتِ محمدی کو ہلاکت سے نجات (دلانا)

(الف) پہلے مقصد کی دلیل میں سورۂ رحمٰن کی چار آیات اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ نقل کرکے ترجمہ وتشریح میں اسطرح تحریفات کی ہیں:

ترجمہ: حق تعالیٰ نے محمد (ﷺ) کو مبعوث فرما کر بذریعہ جبرئیل کلام اللہ کی تعلیم دی، اور مہدی کو مبعوث فرما کر آپ کو بیانِ کلام اللہ کی تعلیم بلا واسطہ دی، ان آیتوں میں حق تعالیٰ نے دو باتوں کا اظہار فرمایا ہے (۱) خاتم النبی پر نزولِ قرآن (۲) خاتم ولایت پر (نزولِ) بیان قرآن، —— پس اس سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء کا کام یہ ہیکہ وہ کلام لائیں، اور مہدی کا کام خاص یہ ہیکہ اسکا بیان لائیں —— یہ بھی ظاہر ہیکہ بیانِ قرآن کے لئے حق تعالیٰ تو آنہیں سکتا، اسلئے اس نے مہدی علیہ السلام کو مبعوث فرما کر آپ کو بلا واسطہ بیان کلام اللہ کی تعلیم دی۔ حضرت امام فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا فرمان ہوتا ہے ''خَلَقَ الإِنْسَانَ'' میں الانسان سے فقط تیری (مہدی کی) ذات مراد ہے، کوئی اور نہیں۔ (ص: ۱۴۱ تا ۱۴۴)

(۱۱۰) میراں صاحب نے دنیا میں دیدارِ الٰہی کو ہر مرد و عورت پر فرض کیا۔

دوسرے مقصد کے ثبوت کیلئے ایک تو ''حدیث جبرئیل'' نقل کی ہے جسمیں لفظ احسان کے معنی زبردستی ''دیدار خدا'' بتلائے ہیں اور دوسرے ''بنی اسرائیل'' کی آیت نمبر ۷۲ کو پیش کر کے اسمیں لفظ اعمی کے معنی ''دیدار خدا سے محروم'' قرار دئے ہیں، اور مذکورہ آیت میں ''وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى'' کی تفسیر یوں رقم کی ہے۔

جو شخص اس دنیا میں رویت اللہ کے بغیر اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا رہا، اس کا یہ مطلب ہوا کہ حق تعالیٰ کو اس دنیا میں دیکھنا چاہیئے، اگر اس دنیا میں نہ دیکھے گا تو آخرت میں بھی اللہ کے دیدار سے محروم رہے گا —— زمانہ نبوت میں حضرت نبیؐ نے رویت اللہ کی عام دعوت نہیں دی، چند قابل صحابہؓ اس سے مستفیض ہوئے —— (لیکن) حضور کونینؐ کی ولایتِ محمدی کے مظہر اتم امام عالی مقامؑ نے شہر جونپور سے ہجرت فرماتے ہوئے جس جگہ بھی علم احسان کی تبلیغ کی ہر جگہ بیانِ کلام اللہ میں رویت اللہ کی دعوت دی، اور کلام اللہ سے ثابت فرمایا کہ حق تعالیٰ کا دیدار دنیا میں ممکن ہے، اور اسکی طلب ہر مرد و زن پر اللہ کے حکم سے فرض ہے، اور آپ نے ہزاروں لاکھوں مصدقوں (مہدیوں) کو اس نعمتِ عظمیٰ سے مشرف فرمایا (ص: ۱۵۰)

توجہ طلب امر یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو دیدارِ الٰہی کی عام دعوت نہیں دی، صرف چند قابل صحابہؓ اس سے مشرف ہوئے، لیکن میراں صاحب نے اس کی عام دعوت دی اور انکی قوم کے خواص وعوام سب ہی اس سے مشرف کئے گئے، کیا— نعوذ باللہ — نبی کریم ﷺ میں مہدی کے برابر بھی قوت دعوت نہ تھی، یا صحابہ کرامؓ میں چند کے علاوہ کوئی قابل دیدار نہ تھا، جبکہ قوم مہدی میں ہزاروں لاکھوں اس کے اہل نکلے؟ جواب اسی کتاب کے مصنف سے سنئے! استدلال کی قوت اور ترجمہ آیت میں تحریف کی داد بھی دیجئے! یا ماتم کیجئے!

> دیدارِ حق تعالیٰ کا مسئلہ لوازماتِ نبوت (میں) سے نہیں ہے، بلکہ وہ ولایتِ محمدی (سید محمد جونپوری کے منصب) سے متعلق ہے (ص:۱۵۴)

اس کے بعد فصوص الحکم کی ایک بے ربط عبارت نقل کرنے کے بعد —— جس کا بابِ عقائد میں کوئی وزن نہیں ہے —— یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ:

> پس معلوم ہوا کہ (دیدارِ الٰہی کے فرض ہونے کا) یہ مسئلہ شریعت سے (متعلق) نہیں ہے، اس کا تعلق حقیقت سے ہے، اسے اصول شرعی پر جانچنا فضول ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِىْٓ اَدْعُوْٓ اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِىْ" کہہ دو کہ اے نبی! یہ میرا راستہ ہے، اور میرا تابع تام مہدی بصیرت (رویت) کی اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں یعنی حق تعالیٰ فرما رہا ہے اے محمد! تم اور تمہارے تابع تام دونوں خلق اللہ کو میری رویت کی دعوت دو، (ص:۱۵۰ تا ۱۵۸)

(III) میراں صاحب نے دینِ محمدی کی تکمیل کی، کیونکہ نبیؐ کے زمانہ میں لوگ اس بوجھ کے اٹھانے کے قابل نہ تھے۔

(ج) تیسرے مقصد کی دلیل کے لئے حدیث جبرئیل مفصلاً ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ''دین اللہ'' تین باتوں کے مجموعے کا نام ہے، اسلام، ایمان، اوراحسان، (احسان) کی تعلیم چند مخصوص صحابہ کو دی گئی جو کہ اس کے قابل تھے، عام لوگوں کو اس کی تعلیمات کا حکم نہیں تھا (کیونکہ نبیؐ کا) یہ زمانہ ابتدائی نبوت کا زمانہ تھا، اورلوگ اس بوجھ کو اٹھانے کے قابل نہ تھے، کیونکہ اس کے احکام سخت تھے، اوراس کی برداشت کی ان میں قوت نہ تھی، اس لئے اللہ کے فرمان پر (آپؐ نے دینِ محمدی کی تکمیل کا) یہ کام اپنے فرزند مظہر ولایتِ محمدی مہدی (سید محمد جونپوری) کیلئے اٹھارکھا، (ص: ۱۵۹/۶۰)

چنانچہ سید محمد جونپوری کے ظہور کے بعد جب اس بوجھ کو اٹھانے کی اہل مہدوی قوم ظاہر ہوگئی تو میراں صاحب نے دین کی تکمیل کی ذمہ داری پوری کردی، گویا ظہورِ مہدی وقومِ مہدی تک دینِ اسلام ناقص تھا، نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات

(۱۱۲) میراں صاحب نے دین کے اختلاف کو ختم کر کے خیر القرون کا دین قائم کیا۔

(د) چوتھے مقصد کو ثابت کرنے کے واسطے غیر ضروری وغیر متعلقہ گنجلک مباحث اکٹھا کرنے کے بعد پہلے چند مفروضہ مقدمات ترتیب دیتے ہیں

جب اسلام میں اختلاف پیدا ہوا تو اسپر عمل کر کے نجات حاصل کرنا غیر ممکن ہوا، اس لئے ان اختلافات کو دفع کر کے منہاجِ نبوت پر اول زمانہ کا اسلام قائم کرنے کی ضرورت پیش آئی، اور (ظاہر ھیکہ) اس ضرورت کا پورا کرنیوالا داعی الی اللہ ہونا چاہیے، اور خطاء سے معصوم بھی (ہونا چاہیے)

ان مزعومہ ومفروضہ مقدمات اور ان کے ذریعہ زبردستی اخذ کردہ نتیجہ یعنی مہدی کے معصوم عن الخطاء اور من جانب اللہ تعلیم کردہ ہونیکی ضرورت کو بزعمِ خویش ثابت کرنے کے بعد مصنف فرماتے ہیں:

اس سے ظاہر ہوا کہ مہدی علیہ السلام حضرت نبی کریمؐ کی قدم بہ قدم بے خطا پیروی کریں گے، اور اللہ اور اس کے رسول سے (براہِ راست) معلومات حاصل کر کے اول زمانہ کا اسلام قائم فرمائیں گے، اور دین کے اختلاف کو ختم کریں گے، تاکہ اس پر چلنے والوں کو نجات حاصل ہو (ص: ۱۶۷تا۱۶۹)

ہماری اس تحریر سے ثابت ہوا کہ حضرت امام عالی مقام علیہ السلام نے مہدیت کی تبلیغ (کی دعوت) میں دینِ اسلام کو اختلافات سے پاک کیا اور اول زمانہ کا اسلام پیش فرما کر امتِ محمدی کو ہلاکت سے بچالیا، (لیکن یہ شرف) انہی لوگوں کیلئے ہے جنہوں نے آپ کی تصدیق کی ہے، جیسا کہ زمانہ نبوت میں (بھی) آنحضور کی تصدیق کرنیوالے (ہی) آپ کی رحمت میں داخل ہیں (ص:۱۷۳)

اب یہ معمہ حل کرنا مہدوی مرشدین کی ذمہ داری ہے کہ کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ مہدی وہ سنانے کے لئے آئے ہیں جو نبی کے زمانہ میں کبھی نہ سنا گیا تھا، کبھی کہا جاتا ہے کہ وہ حقیقتِ دین کے احکام من جانب اللہ براہِ راست لائے ہیں، کبھی کہا جاتا ہے کہ وہ ہر دن تازہ وحی کے ذریعہ تعلیمِ الٰہی حاصل کرتے ہیں، کبھی فرائض نبوت کو دورِ نبوت کی تعلیم قرار دے کر دور ظہور ولایت میں مستقل فرائضِ دین بیان کئے جاتے ہیں، پھر کبھی مہدی کے متبع کامل ہونے، امتی رسول ہونے اور اول زمانہ کے اسلام کے داعی ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے، ان متضاد باتوں اور دعوؤں میں سے آخر حق کیا ہے؟ بہ یک وقت سب صحیح تو نہیں ہو سکتے! مہدی یا تو محض ایک امتی اور اعلیٰ درجہ کے ولی ہونگے یا پھر نبی، صاف بتائیں کہ آپ کیا مانتے ہیں؟

(۱۱۳) میراں صاحب کا مرتبہ پانے یا کم از کم ان کے اُمتی ہونیکی تمنا نبیوں نے کی ہے

سلسلہ نمبر (۸۴) پر ''شواہد الولایت'' کے حوالہ سے یہ بات مختصراً نقل ہو چکی ہے کہ انبیاء علیھم السلام نے تک مہدی کے امت میں داخل ہونے کی تمنا کی تھی، زیر مطالعہ کتاب میں اس کی مزید تشریح ملاحظہ فرمائیں۔

یہی وہ منصبِ ولایت ہے جس کے مظہر حضرت مہدی علیہ السلام ہیں اور اسی منصب (کو حاصل کرنے) کی تمنا اولوالعزم نبیوں نے (بھی) کی تھی، چنانچہ ''عقد الدرر'' میں تحریر ہے

موسیٰؑ نے توراۃ کی پہلی جلد (کے مطالعہ کے دوران) میں "قائم آلِ محمدی" یعنی مہدی کو دئے جانیوالے مرتبہ کو دیکھا تو حق تعالیٰ سے عرض کیا، اۓ اللہ! مجھ کو "قائم آلِ محمدی" بنادے، (اللہ تعالیٰ کا) فرمان ہوا، اۓ موسیٰؑ! مہدی تو احمد کی اولاد سے ہوگا، (تمہیں یہ مرتبہ کیسے مل سکتا ہے؟)

پھر جب موسیٰؑ نے دوسری اور تیسری[۱] جلد میں بھی مقامِ مہدی کا ذکر دیکھا تو پھر ان کا دل اس مرتبے کو پانے کے لئے ترس گیا اور انہوں نے اللہ پاک سے اس سلسلہ میں دعاء کی مگر اس مرتبہ بھی محرومی ہی کا جواب پایا۔ ابوجعفر بن علی کی "عقد الدرر" میں مروی اس روایت کی توثیق کیلئے مصنف نے اپنے مذہب کی معتبر کتاب "حاشیہ" کے حوالہ سے ایک نقل پیش کی ہے،

حق تعالیٰ نے مہدی اور گروہِ مہدی کی خبر توریت میں موسیٰؑ کو دی تھی، موسیٰؑ نے دعا کی کہ اس گروہ کو میرے ساتھ کردے یعنی مجھے مہدی بنادے فرمان آیا، اے موسیٰؑ! (تجھے اس کی حرص کیسے ہوگئی؟) تیرا مقام رکھنے والے اس گروہ میں ہوں گے، (پھر) حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو انجیل دی اور انجیل میں (بھی) مہدی و گروہِ مہدی کی خبر تھی، عیسیٰؑ (کو بھی اس کی تمنا ہوئی انہوں) نے دعا کی کہ یا اللہ! ہم کو اس (مہدویوں کے) زمانے میں بھیج، (چنانچہ) خدا نے آپ کی دعا قبول کر لی اور عیسیٰ کو زندہ اٹھالیا، (اسی طرح) حضرت ابراھیمؑ کو حق تعالیٰ نے صحیفہ دیا تھا، اس میں (بھی) مہدی و گروہِ مہدی کی خبر تھی، ابراھیمؑ نے فریاد کی یا اللہ! ان (مہدویوں کی مبارک) زبان پر میرا نام جاری کر! چنانچہ حق تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کی، اس سبب سے ہر نماز میں ہم درودِ ابراھیم پڑھتے ہیں، قال اللہ تعالیٰ وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْآخِرِیْنَ (ص:۴۵/۴۴)

(۱۱۴) میراں صاحب کی قئے بھی خدا کا نور ہے اس میں اور لعاب میں کوئی فرق بھی نہیں۔

سلسلہ (۹۵) پر میاں عبدالمجید کے میراں صاحب کی قئے پی لینے اور اس پر ان کی طرف

[۱] توراۃ کا متعدد جلدوں میں ہونا بھی عجیب انکشاف ہے۔

سے پیغمبر کے ہم مرتبہ بیٹے کے پیدا ہونیکی بشارت مذکور ہے، اس واقعہ پر خود بعض مہدویوں کے اعتراض کا حوالہ دیتے ہوئے مصنف ''ایک غلط فہمی کا ازالہ'' کے عنوان سے رقم طراز ہیں

> دراصل بات یہ ہے کہ لعابِ دہن، پس خوردہ، اور قئے (یہ ایسی چیزیں ہیں) ان میں کچھ نمایاں فرق نہیں ہے، جب تک کہ کھائی ہوئی کوئی چیز فُضلہ (پاخانے) کی شکل میں خارج نہ ہو وہ ناپاک نہیں ہوتی، پھر خلیفۃ اللہ (حضرت مہدی) کا وہ ارشاد کہ "یہ قئے نہیں اللہ کا نور ہے" ہماری تسکین کیلئے کافی ہے۔ (ص:۱۷۳)

بعدازاں حضرت عمرؓ کا حجر اسود کو بوسہ دینے کے لئے خلافِ عقل کام ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ کے عمل کی وجہ سے تسلیم کر لینے کا حوالہ دیتے ہوئے قئے کے نورِ الٰہی ہونیکی نامعقول توجیہ کے تسلیم کر لئے جانے کو بھی حق بجانب قرار دیا ہے۔ اور اطمینان دلایا ہے کہ یہ کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں ہے، جن لوگوں کو اعتراض ہوا ہے وہ مہدی کے مقام و مرتبہ سے ناواقفیت اور نادانی کے نتیجہ میں ہوا ہے۔

اللہ پاک ایسی اندھی عقیدت اور مراتب میں غلو سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے، اور مہدوی بھائیوں کو بھی واقعی "اولوالالباب" بنادے۔ آمین

۷۸۶

الدین کلہ انصاف ۔ انصفوا رحمکم اللہ
دین سراپا انصاف ہے ۔ انصاف کرو خدا تم پر رحم کرے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالْمِنَّۃ

انصافنامہ

اَلْمَعْرُوف بِہٖ

متن شریف

مولفہ

حضرت بندگیمیاں ولیؒ ابن حضرت بندگیمیاں یوسفؓ صحابی مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام

مترجم

(باہتمام)

دارالاشاعت کتب سلف صالحین جمعیت مہدویہ دائرہ زمستانپور مشیرآباد
باردوم ۔ ۱۴۰۷ ہجری م ۱۹۸۷ عیسوی

از: کتاب انصاف نامہ المعروف بہ متن شریف

یہ کتاب بندگی میاں ولی جی کی ہے، جو میراں صاحب کے جلیل القدر تابعی کہلائے جاتے ہیں اور ان کے والد بندگی میاں یوسف کا شمار میراں صاحب کے صحابہ میں ہوتا ہے، مصنف کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ وہ اس مذہب کے اکابر واساطین کے صحبت یافتہ اور مجالس میں شریک رہ چکے ہیں چند اقتباسات اس کتاب سے بھی ہدیۂ ناظرین کئے جارہے ہیں، یہ کتاب بیس ابواب اور بیس فصلوں پر مشتمل ہے، اکثر ابواب کا تعلق انہی باتوں سے ہے جن کا ذکر" شواہد الولایت" سے متعلق اقتباسات میں آچکا ہے، اسلئے تکرار سے بچتے ہوئے صرف زوائد کو لیا جارہا ہے۔

(۱۱۵) میراں صاحب کے کُتے بلکہ اسکے قدموں کی نسبت بھی انسانوں کیلئے شرف ہے۔

☆ حمد ونعت کے بعد واضح ہو کہ فقیر، (بلکہ) احقر الفقراء سید محمد مہدی موعودؑ کی درگاہ کے کتوں سے ایک کمترین کتا ولی ابن یوسف اسم بلا مسمیٰ عرض کرتا ہے۔ ☆ حضرت مہدی علیہ السلام کے دائرہ میں ایک کتا تھا، اس کتے کی موت (دائرہ مہدی میں) جیسی ہوئی، خدائے تعالیٰ مہدی موعود علیہ السلام کے صدقہ سے اور سید السادات بندگی سید خوندمیر رضی اللہ عنہ کے صدقے سے اس فقیر کی موت (ویسی ہی) دائرہ مہدی میں عطا کرے، لیکن اس کمینے کی کیا اصل (کیا حقیقت) ہے کہ اس کتے کی موت کی آرزو کرے۔ ☆ اے باری تعالیٰ مہدی کے دائرہ کے کتے کے قدموں کے نیچے اس کمینہ کا حشر کر! (ص:۳،۴)

حق تعالیٰ "لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ اٰدَمَ" اور "لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ اَحْسَنِ

تَقْوِیْمٍ "فرما کر انسانیت اور آدمیت کو تمام مخلوق پر فضیلت عطا فرمارہے ہیں، لیکن مصنف کتوں کی نسبت، کتوں کی موت، بلکہ اسکے قدموں کے نیچے محشور ہونے کو باعث صد افتخار اور وجہ عزو وقار سمجھ رہے ہیں۔

(۱۱۶) میراں صاحب کی تعیین کے بغیر محض مہدیٔ موعود پر ایمان لانا کافی نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں مہدی پر تو ایمان لاتا ہوں لیکن اس مہدی (سید محمد جونپوری) پر ایمان نہیں لاتا تو اسکی مثال بعینہٖ ایسے آدمی کی ہے جو رسول اللہ کے زمانہ میں یہ کہے کہ میں محمد رسول اللہ پر ایمان لاتا ہوں لیکن اس ''محمد'' کو محمد رسول اللہ نہیں مانتا۔ (ص:۱۴)

توجسطرح اسکا یہ ایمان معتبر نہیں تھا اسی طرح سید محمد جونپوری کی تعیین کے بغیر مہدی کو ماننے والے کا ایمان بھی معتبر نہیں ہوگا۔

(۱۱۷) میراں صاحب نے جو کچھ فرمایا ہے وہی شریعت حقیقی و محمدی ہے۔

پس مہدی حکم نہیں کرے گا مگر وہی جو ڈالے گا اسکی طرف فرشتہ اللہ کے پاس سے، (وہ فرشتہ) جس کو اللہ نے اس لئے بھیجا ہے کہ اسکو مضبوط کرے، اور یہی شرع حقیقی محمدی ہے، (حتی کہ) اگر محمد ﷺ زندہ ہوتے اور مہدی کے دیئے ہوئے احکام آنحضرت کے سامنے پیش کئے جاتے تو آنحضرت ﷺ (بھی) وہی حکم فرماتے جو امام مہدی موعودؑ نے فرمایا تھا، اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے حکم مہدی بعینہٖ شرع محمدی ﷺ ہے۔ (ص:۱۷)

جب یہ دعویٰ ہی ثابت نہ ہوسکا کہ ''مہدی وہی حکم دے گا جو اللہ کی طرف سے فرشتہ اسکو پہونچاے گا'' تو یہ نتیجہ ''کہ ان کے فرامین ہی حقیقی شرع محمدی ہیں'' کہاں سے معلوم اور ثابت ہوگیا؟ ''رَبِّ اَعُوْذُبِکَ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْجَاھِلِیْنَ '' یہ بھی غور کرنیکی ضرورت ہے کہ اس جگہ تعلیم انہی میں فرشتہ کا توسط تسلیم کرلیا گیا ہے، حالانکہ بارہا گذر چکا ہے کہ مہدی بلاواسطۂ جبرئیل اللہ تعالیٰ سے تعلیم پاتے ہیں۔ اسی لئے کہا جاتا ہے

دروغ گو را حافظہ نہ باشد!

(۱۱۸) میراں صاحب جس زمانے میں آئے اسوقت مجذوبوں کے علاوہ سب مسلمان گمراہ تھے۔

حضرت مہدی علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ اس بندے کو مہدی کر کے اسوقت بھیجا کہ تمام عالم سے دین چلا گیا تھا، مگر (صرف) مجذوبوں میں باقی تھا۔ (ص:۲۱)

(۱۱۹) میراں صاحب کا انکار خدا کا انکار ہونیکی وجہ۔

میراں صاحب کو پہلی تجلیٔ الوہیت کے دوران مراد الٰہی کا علم، قرآن کی میراث اور اہل ایمان کی حاکمیت جیسے مناصب عطا ہوئے، اور منجانب اللہ یہ فرمایا گیا کہ "تیرا انکار میرا انکار ہے" اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں:

ہاں! کیوں نہ ہو کہ مہدی علیہ السلام کی ذات محمدؐ کی خاص ولایت ہے، چنانچہ رسول اللہا نے اللہ تعالیٰ سے حکایت کرتے ہوئے اس مرتبہ ولایت کی خبر دی ہے، اگر تو نہ ہوتا تو میں اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا اے میرے نور کے نور، اے میرے سِر کے سِر، اے میری معرفت کے خزانے فدا کر دیا میں نے مرا ملک تجھ پر اے محمد! پس انکار اس (مہدی) کا انکار، خدا کا انکار کیوں نہ ہو (گا) یہ حکایت ہم نے مہدی علیہ السلام کی زبان سے سُنی ہے، بطور خود نہیں کہہ رہے ہیں، پس کوئی شخص قبول کرے یا نہ کرے بندے کے (ہمارے) لئے تو فرمانِ مہدی (ہی) حجت ہے، (مثل مشہور ہے) جس نے چاند دیکھا اس پر روزہ لازم ہے۔ (ص:۳۷)

(۱۲۰) میراں صاحب کے منکرین کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے۔

حضرت میراں سید محمد مہدی علیہ السلام نے اپنے منکروں کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، اور فرمایا ہے کہ اگر سہواً نماز پڑھ لئے ہو تو لوٹا کر (پھر سے) پڑھ لو، (ص:۴۰)

کچھ لوگ کسی کام سے شہر گئے تھے، انہوں نے وہاں مسجد میں نماز باجماعت میں شرکت کر لی، میراں صاحب کو معلوم ہوا تو انہیں بھی لوٹانے کا حکم دیا، لوگوں نے پوچھا ایک دو آدمی

کبھی کسی کام سے شہر جاتے ہیں ، جب منکرین کے پیچھے نماز نہیں ہوتی اسلئے الگ پڑھ لینا چاہئے تو ہماری جماعت کا کیا ہوگا ؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ منکرین کی مساجد میں ۔

چند لوگ ملکر جاؤ اور اپنی مہدویوں کی جماعت (بنا کران) کے ساتھ پڑھ لو....... (پھر) حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ (ایسی جگہوں پر) کس لئے جاتے ہو کہ جہاں منکر ان مہدی علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھنا پڑے ۔ (ایضاً) (چنانچہ ایک منکر مہدی شخص نے) بندگی سید خوندمیر کے سامنے امامت کرنا چاہا تو انہوں نے ہاتھ پکڑ کر پیچھے کر دیا اور فرمایا کہ تو منکر مہدی علیہ السلام ہے (اسلئے تیرے پیچھے نماز نہیں ہوگی) (ص:۴۱)

(۱۲۱) میراں صاحب زیادہ علم حاصل کرنے سے منع کرتے تھے ۔

☆ حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص بہت پڑھتا ہے بہت ذلیل ہوتا ہے ، اور دنیا کو طلب کرتا ہے ، اور جو دنیا طلب نہیں کرتا تو (پھر) اس کو غرور بہت ہوتا ہے ، (اسلئے) جو کچھ بندہ کہتا ہے ویسا ہی کرو (یعنی کثرت علم کے بجائے کثرتِ ذکر میں لگو) (ص:۲۱۵)
☆ حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کے طالبوں کو خدا کی حکایتیں نقصان دیتی ہیں ، بلکہ (آپ نے طالبان خدا کو) قرآن پڑھنے اور علم پڑھنے سے بھی منع فرمایا ، سوائے ذکر کے (کہ اسکی کثرت کا حکم دیا) (ص:۲۴۳)

(۱۲۲) میراں صاحب کو پڑھے لکھے لوگ مہدی نہیں مان سکتے تھے اسی لئے حصول علم سے منع کرتے تھے ۔

☆ بندگی میاں نعمت نے حضرت مہدی کے حضور میں عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو کچھ پڑھوں (مطالعہ کیا کروں) حضرت مہدی علیہ السلام نے منع کیا اور فرمایا کہ اگر تم کچھ علم پڑھے ہوتے (تو) اس بندہ کی مہدیت کو قبول نکرتے ، ☆ ایک خادم نے پوچھا کہ میراں جی ! اگر اجازت ہو تو (صرف) قیلولہ کے وقت کچھ پڑھ لیا کروں ؟ حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا اسوقت بھی مت پڑھو (بلکہ) سو جاؤ ! ☆ ایک شخص کے بارے میں پوچھا گیا کہ فلاں شخص قرآن بہت پڑھتا ہے ، تو کیا اس سے (اسکو) کچھ فائدہ ہوگا ؟ بندگی میاںؓ نے فرمایا

اگر قرآن کو "یتلونه حق تلاوته" کے طور پر پڑھا جائے تو بھی (اس سے) بندے اور خدا کے درمیان نور کا پردہ پیدا (حائل) ہوجاتا ہے، (اسکے برخلاف) خدا کے ذکر سے نور کا پردہ بھی پھٹ جاتا ہے۔ (ص ۲۰۹)

(۱۲۳) میراں صاحب کے نزدیک علوم ظاہر سے خالی ہوئے بغیر علوم باطن حاصل نہیں ہو سکتے۔

حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا جو امی ہوتا ہے اسکو حق تعالیٰ کی طرف سے علم لدنی عطا ہوتا ہے، (اور اگر کسی عالم کو دینا چاہتا ہے تو) اسکو جعلی امی کرتا ہے پھر حق تعالیٰ کی طرف سے علم لدنی عطا ہوتا ہے......(خود) اس بندے کو دعوے مہدیت سے پہلے جو علم ظاہری (حاصل) تھا (وہ) فراموش کرادیا گیا، اس (کے بعد) علم عطا کیا (گیا آپ نے فرمایا) غیر امی کو حق تعالیٰ کی طرف سے علم باطن عطا نہیں ہوتا، یا اصلی (حقیقی) امی ہوتا ہے یا جعلی امی ہوتا ہے، (یعنی) اسکے کسبی علم کو فراموش کرادیا جاتا ہے۔ (ص:۲۱۲/۲۱۱)

یہ سمجھ میں نہ آسکا کہ علم ظاہر (یعنی شریعت کا علم) اور علم باطن (یعنی روحانی علوم) میں آخر تضاد وٹکراؤ کیا ہے؟ جب سب علوم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہیں تو اسمیں اختلاف کیسا؟ **"لو كان من عندغير الله لوجدوا فيه اختلافا كثيرا"** علماء اسلام تو شریعت بلا طریقت کو فسق، طریقت بلا شریعت کو زندقہ اور دونوں کے اجتماع کو حق قرار دیتے ہیں، حقیقت یہ ھیکہ میراں صاحب کی اس تحقیق کے سامنے آنے کے بعد پتہ چلا کہ ان کے ملفوظات عموماً خلاف شرع محمدیؐ کیوں ہوتے ہیں؟ جب علوم ظاہری فراموش کردئے گئے تو خود انہیں سمجھ میں نہ آتا ہوگا کہ وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں، وہ علم شریعت کی کسوٹی پر کھرا اتر رہا ہے یا کھوٹا؟

(۱۲۴) میراں صاحب کے ذریعہ تکمیل دین کی ترتیب

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم کو حق تعالیٰ مخصوص اسلئے بھیجا ہے کہ جو احکام اور بیان ولایت محمدیؐ سے متعلق ہیں مہدی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ظاہر ہوں..........

یہ بات مزید وضاحت کے ساتھ انہوں نے اس پیرایہ میں بیان کی ہے جسے ملک پیر محمد نے نقل کیا ہے

آدم صفی اللہ نے (دین کا) گیہوں بویا، نوح نجی اللہ نے (اسکی کھیتی کو) پانی دیا، ابراہیم خلیل اللہ نے کھیتی پاک کی کچرا دور کیا، موسیٰ کلیم اللہ نے (اس) کھیت کو کاٹا، عیسیٰ روح اللہ نے ڈھیر لگایا، اور محمد رسول اللہ ﷺ نے آٹا بنا کر روٹی پکائی، (اسمیں سے) خود چکھا اور اپنے فرزند مہدی علیہ السلام کیلئے (اٹھاکے) رکھا، اور (پھر) مہدیؑ نے (آکر) مہاجروں (اپنے اصحاب) اور سید خوندمیر رضی اللہ عنہ کو چکھایا، اسی لئے اہل سلوک وحقائق کہتے ہیں کہ قرآن کا بیان دو محمدوں محمد نبی و محمد مہدی کے ذریعہ ہوگا۔ (ص:۶۶/۲۶۵)

تعجب ہے کہ کبھی کہتے ہیں کہ نبی کا کام صرف تنزیل لانا ہے اور مہدی کا کام بیان لانا ہے، یہاں یہ دعویٰ بھول گئے، اور دونوں کا کام "بیانِ قرآن" بتا دیا۔

(۱۲۵) میراں صاحب کے نزدیک بدعت کی عجیب تعریف۔

جو کچھ مہدیؑ و یارانِ مہدیؑ کی روش کے خلاف ہے وہ بدعت ہے، اور نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں ہے۔ (ص:۳۴۲)

شجرۃ طیبۃ اصلها ثابت وفرعها فی السماء

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے گویا ایک پاکیزہ درخت ہے اسکی جڑ مضبوط ہے اُس کی ٹہنیاں آسمان میں ہیں

الحمد للہ والمنۃ

جامع الاصول

مؤلفہ
حضرت بندگیمیاں شاہ قاسم مجتہد گروہ مصدقان امام مہدی موعود خلیفۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

مترجم

باہتمام جمعیۃ مہدویۃ دائرہ زمستان پور
مشیرآباد حیدرآباد

سنہ ۱۴۰۲ھ م سنہ ۱۹۸۲ء

بار دوم (۵۰)

قیمت (دو روپیئے)

اعجاز پرنٹنگ پریس چھتہ بازار حیدرآباد

کتابت سرورق
از سید نصرت خوشنویس

از: کتاب جامع الاصول

یہ کتاب مجتہد گروہ مہدویہ بندگی میاں شاہ قاسم کی ہے، انہوں نے علم عقائد کی اہمیت کے مدنظر کہ...... عقائد ہی کا نور انسان کے افعال اور وجود پر ظاہر ہوتا ہے، اس رسالہ میں مختصراً مگر سند متصل اور حوالۂ معتبر سے مہدوی مذہب کے عقائد کو بیان کیا ہے، چند عبارتیں دوران مطالعہ اسکی بھی نوٹ کی گئی ہیں، ملاحظہ ہوں۔

(۱۲۶) نبوت اور ولایت دونوں کے اعتقاد کے بغیر توحید کامل نہیں۔

اعتقادات میں (اہم اعتقاد) توحید باری تعالیٰ اور ذات باری تعالیٰ کی صفات کا علم ہے اور اسکی کنجی نبوت اور ولایت کی بزرگی کا اعتقاد ہے، اسکے بغیر توحید کے دروازے کی کشایش اور دیدار الٰہی سے حجاب کا اٹھنا ممکن نہیں، (ص:۲/۱)

(۱۲۷) نبی کی ولایت میراں صاحب کے وجود میں موجود ہے بلکہ انکی ذات ہی ولایت محمدی ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا "ولایت نبوت سے افضل[۱] ہے" وہی ولایت وجود مہدی میں موجود (ہے) اور پوری ولایت مہدی کے ظہور میں ہے، اور محمد کی ولایت سید محمد بن سید عبداللہ کی ذات ہے اور وہی مہدی موعود ہے جسکی بعثت رسول اللہ ﷺ کے بعد سنہ ۹۰۵ء پر ہوئی۔ (ص:۲)

[۱] واضح رہے کہ یہ حدیث جس پر مہدوی مذہب کی پوری عمارت کا دارومدار ہے، محدثین کے نزدیک سرے سے حدیث ہی نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ کسی بزرگ کا قول ہے اور اس کا مفہوم اہل اسلام کے نزدیک اس مفہوم سے بالکل مختلف ہے جو مہدویہ نے لئے ہیں۔

(۱۲۸) میراں صاحب کی ولایت کا منکر نبوت کا منکر ہے۔

تحقیق کہ مہدی آئے اور گئے، جو شخص ولایت ذات مہدی کی فضیلت کا انکار کیا وہ شرف نبوت کا منکر ہوا، ......اور جس نے انکار کیا مہدی کا تو پس تحقیق کہ وہ منکر ہوا ان تمام امور کا جو محمدؐ پر نازل ہوئے۔(ص:۴۲/۲)

(۱۲۹) مہدوی مذہب میں درج ذیل امور پر ایمان لانا ضروری ہے، انکار کفر ہے۔

(۱) نبوت کو چاند کی طرح اور ولایت کو سورج کی طرح سمجھنا ایمان ہے، ایسا نہ سمجھنا کفر ہے۔(۲) میراں صاحب کے پاس بلاواسطۂ جبرائیل فرمانِ خدا پہونچنے کا یقین ایمان ہے اوراس کا انکار کفر ہے۔ (۳) میراں صاحب کے کلام ذاتِ الٰہی کے بیان پر مامور ہونے کا یقین ایمان ہے، انکار کفر ہے۔(۴) میراں صاحب نے بلاحجاب دیدار الٰہی اسی دنیا میں کیا، اس کو ماننا ایمان ہے، انکار کفر ہے۔(۵) محمد نبیؐ اور محمد مہدی کو حقیقۃً مساوی جاننا ایمان ہے اور نہ جاننا نور محمد سے کفر ہے۔(۶) ایمان کو اللہ تعالیٰ کی ذات، غیر مخلوق غیر لفظی ماننا ضروری ہے، انکار کفر ہے۔(۷) ایمان اور تصدیق مہدی کو متحد سمجھنا، کیونکہ ایمان اللہ کی ذات ہے اور مہدی اللہ کی ذات کا نور ہے۔(۸) اسی طرح دیدار الٰہی اور تصدیق مہدی دونوں کو متحد سمجھنا ایمان ہے اس کا انکار نفاق ہے۔(۹) دنیا میں چشم سر سے یا چشم دل سے یا خواب میں دیدار الٰہی ہونا لازمی ہے، اس کا انکار کفر ہے۔(۱۰) طلب دیدار خدا، ذکر خفی بشرط دوام، ترک حیات دنیا، ترک علائق، صحبت صادقان، ہجرت از وطن، یہ سب امور فرض ہیں، ان کا ترک نماز روزہ کے ترک کی طرح ہے، اوران کا انکار کفر ہے۔ (۱۱) بندگی میاں کی جنگ کو جنگ بدر کی طرح ماننا حق ہے، اور اسکو بدر نبی کی طرح نہ ماننا نفاق ہے اور صاف لفظوں میں انکار کر دینا کفر ہے۔(۱۲) مہدی کو خاتم الاولیاء ماننا تصدیق ہے، جو کوئی یہ کہے کہ آپ کے بعد بھی کوئی ولی ہوسکتا ہے تو وہ (مہدی کی) ختمیت کا منکر ہے۔(۱۳) مہدویوں کیلئے انبیاء اولیاء کے مراتب کا ہونا حق ہے، جو کوئی یقینی طور پر اس حق کا انکار کرے وہ مہدی کی مہدیت کا منکر ہے۔(۱۴) مہدی کے کلام اور ائمہ مجتہدین کے کلام کو برابر نہ سمجھنا ضروری ہے، جو دونوں کے کلام کو برابر سمجھے وہ منافق ہے۔

(۱۵) شب قدر کا ۲۷/ ویں رمضان میں یقینی ہونا اور اسمیں دو رکعت نماز متابعت مہدی کی نیت سے پڑھنا واجب ہے، اس کا یقین نہ رکھنے اور اسکو ضروری نہ سمجھنے والا بدعتی بلکہ منافق ہے۔ (۱۶) کامل مرشد سے تربیت ہونا اور اس سے تصدیق مہدی کا یقین حاصل کرنا بھی واجب ہے اور دین کا رکن اعظم ہے، جو شخص اسکے وجوب کا انکار کرے وہ منافق ہے۔ (۱۷) مہدی کا انکار کرنے والا بھی کافر ہے، اور اس سلسلہ میں سکوت اختیار کرنیوالا بھی کافر ہے۔

یہ یاد رہے کہ مہدی سے ہر جگہ سید محمد جونپوری ہی مراد ہیں، مطلق کسی مہدی کا مسئلہ نہیں ہے۔

(۱۳۰) میراں صاحب کے خرق عادت کو معجزہ کہنا ضروری ہے، کرامت نہیں کہہ سکتے۔

اور جو خوارق عادت مہدی سے ظاہر ہوئے (وہ) معجزہ سے موسوم ہیں، ان کو کرامت نہیں کہنا چاہئے، بالخصوص وہ معجزے جو حالت دعوت میں ظاہر ہوئے، وہی خاص الخاص معجزے ہیں، مثلاً مسواک کا درخت بن جانا، ہاتھ میں پتھروں کا تسبیح پڑھنا، ہر چیز کا علانیہ طور پر آپ کی مہدیت کا گواہی دینا، تلوار پانی اور آگ کا آپ کی ذاتِ مبارک پر حرام ہو جانا وغیرہ۔ (ص:۵)

(۱۳۱) میراں صاحب صاحبِ فرمان ہیں اور ان کا دین مطلق ہے۔

(ائمہ) مجتہدین کا جو کلام، کلام مہدی کی موافق ہو وہ صحیح ہے، ورنہ ان کے اجتہاد میں خطا ہے، کیونکہ مہدی صاحبِ فرمان ہیں......اور دین مہدی مطلق ہے۔ (ص:۸)

(۱۳۲) میراں صاحب کے سب اصحاب صاحبِ ارشاد اور مثل ستاروں کے ہیں۔

مہدی کے تمام صحابہ اہلِ ارشاد ہیں، اور وہی مصدقین کے ہادی ہیں، انکی مثال (وہ حدیث ہے جس میں) یہ ھیکہ میرے اصحاب ستاروں کے مانند ہیں، ان میں سے جس کسی کی پیروی کروگے (سیدھی) راہ پاؤگے۔ (ص:۸)

ان کے درمیان جو اختلافات ہوئے ہیں انکی تحقیق ممکن نہیں ہے، اسلئے اس سلسلہ میں زبان نہیں کھولنا چاہئے، جیسا کہ نبی ﷺ نے بھی اپنے اصحاب کے بارے میں کچھ کہنے سے منع فرمایا۔ (ص:۱۲)

(۱۳۳) میراں صاحب کے حکم میں کمی بیشی کرنیوالا مسلمان نہیں ہے۔

میراں سید خوند میر نے فرمایا: جس نے حکم مہدی میں کمی یا بیشی کی تو اس کو اہل اسلام میں شمار کرنے کا ہم کو کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ (ص:۱۱)

(۱۳۴) میراں صاحب کی اہلیہ اللہ تعالیٰ کا قرب خاص رکھتی ہیں، انکی صحبت و تعلق یقینی مغفرت کا سبب ہے۔

ہم اعتقاد رکھتے ہیں کے بی بی الہدتیؓ کو مقام اللہ میں خاص قرب حاصل ہے، اور جنت کا بی بی کی میراث ہونا حق ہے، مہدی نے فرمایا بی بی مغفور ہے، انکی اولاد سات کرسی تک مغفور ہے، ان کا پڑوسی مغفور ہے، جو عورتیں انکی صحبت میں رہیں وہ مغفور ہیں، جو انکی دیوار کے سائے سے گذر گیا، جو ان کے گھڑے سے پانی پی لے جس نے ان کی مدد کی، اور جس نے بازار سے سودا سلف لا کر دیدیا وہ سب مغفور ہیں۔ (ص ۱۳)

(۱۳۵) میراں صاحب کے احکام کو حق نہ جاننے والا منافق ہے،

مصنف نے نفاق اور اسکے انجام ـــــ جہنم کے نچلے طبقہ میں ہونا اور کبھی نہ نکلنا ـــــ پر تفصیلی روشنی ڈالنے کے بعد لکھا ہے کہ

اور منافقوں کے اعمال خصوصاً تین ہیں (۱) منکر مہدی کے کفر کا قائل نہونا (۲) مہدی کے احکام کو حق نہ جاننا (۳) مخالف امام کے پیچھے بہ خوشی اور بلاشک نماز پڑھ لینا۔ (ص:۱۶/۱۵)

(۱۳۶) میراں صاحب کے منکرین کا حکم اہل کتاب کا سا ہے۔

کچھ احکام حلال وحرام کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

(۱) جس نے مخالف (میراں صاحب) کے پیچھے سہواً نماز پڑھ لی تو اسکو چاہیے کہ اسے دہرالے۔ (۲) مخالفین کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا جائز ہے۔ (۳) مخالفین کی لڑکیوں سے نکاح کرنا جائز ہے۔ (۴) مہدوی لڑکیوں کا مخالفین کے لڑکوں سے نکاح کرنا بالاتفاق منع ہے۔ (۵) نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا مخالفین کا طریقہ ہونیکی وجہ سے درست نہیں ہے۔ (۶) نمازوں کے بعد نوافل ممنوع ہیں۔ (۷) اور تسبیح کے دانے ڈھالنا بھی مخالفین کی علامت ہونیکی وجہ سے ممنوع ہے۔ (۸) منکرین مہدی کی قبر پر فاتحہ پڑھنا (دعائے مغفرت کرنا) منع ہے، البتہ جو ظہور مہدی سے قبل مرگئے ہیں وہ مستثنیٰ ہیں۔ (۹) منکرین کے جنازہ پر نماز پڑھنا بھی جائز نہیں ہے۔ (۱۰) اور بلاضرورت مخالفین منکرین سے میل جول بھی درست نہیں ہے۔ (ص:۱۶/۱۷)

(۱۳۷) قرآن کی اصطلاح مہدی کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

اور جان رکھو کہ قرآن کی اصطلاح کما حقہ مہدی علیہ السلام کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (ص:۱۹)

یہ بات بھی تشنۂ ثبوت اور دعوئے بلا دلیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ اپنے دین کا آپ ناصر ہے

حضرت مہدی موعود خلیفۃ اللہؑ کے خلفائے صالحین کے فضائل

الموسوم بہ

پنج فضائل

مؤلفہ

حضرت بندگی میاںؒ سید روح اللہ رحمۃ اللہ علیہ

باہتمام دار الاشاعت کتب سلف صالحینؒ
جمعیتہ مہدویہ حیدرآباد

مطبوعہ
اعجاز پرنٹنگ پریس چھتہ بازار فون 520773

معاونین کو بلا ہدیہ

ہدیہ
RS. 15/= پندرہ روپے

از: کتاب پنج فضائل

یہ کتاب بندگی میاں سید روح اللہ کی ہے، جو تقریباً ساڑھے تین سو سال قبل لکھی گئی ہے، ۹۴؁ ھ میں ایک محاضرہ کے دوران اسکی مشمولات پر معاصرین نے تنقیدی نظر کر کے غیر معتبر باتوں کو نکال دیا، اور معتبر کو برقرار رکھا، گویا اسکی صحت پر اکابر قوم کا اجماع ہو گیا ہے، مصنف موصوف میراں صاحب کی (بڑی زوجہ سے) اولاد میں سے ہیں، جنکی اولاد سات کرسی تک مغفور ہے، موصوف پانچویں کرسی میں ہیں، اس شرف سے ہٹ کر متعدد فضائل ہیں، جو اصل رسالہ میں یا تاریخ سلیمانی میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں اس کتاب کا اصل موضوع میراں صاحب کے خلفائے خمسہ کے فضائل ومناقب ہے، کچھ اقتباسات اسمیں سے بھی ناظرین کی نظر نواز کی جاتی ہیں۔

(۱۳۸) خلیفۂ اول میراں سید محمود ثانی مہدی کے فضائل

(۱) ان کا نام اللہ تعالیٰ نے رکھا اور فرمایا عرش پر میرے حبیب محمدؐ کا نام محمود ہے، یہی نام میں نے تمہارے بیٹے کا رکھدیا ہے، اسی سے اسکو یاد کیا جائے۔ (۲) چودہ سال کی عمر میں جذبۂ حق سے متاثر ہو کر گر پڑے، اللہ تعالیٰ نے میراں صاحب کو انکی خبر گیری کا حکم فرمایا، میراں صاحب نے فرمایا ان کا ایک ایک عضو بلکہ ہر ہر رونگٹا ”لا الہ الا اللہ“ ہو گیا ہے، (۳) جو کچھ منجانب اللہ میراں صاحب کو دیا گیا تھا وہ سب کچھ انہیں بھی دیا گیا تھا، اسی وجہ سے انہیں ثانی مہدی بھی کہا جاتا ہے۔ (۴) وہ میراں صاحب کے فیض باطنی کے وارث، خانۂ دل کے مالک اور ان کے سر کا تاج تھے۔ (۵) انکی پسند کے برخلاف مشاطہ نے دھوکہ سے ایک سیاہ فام وکم سن لڑکی سے نکاح کروادیا تو اسے دیکھ کر جب وہ کبیدہ خاطر اور مغموم ہوئے اور دوسری طرف پلٹ کے سو گئے تو اس لڑکی کی حمایت میں انہیں منانے کے لئے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نداء آئی کہ

یہ لڑکی میری مقرب ہے اسے قبول کرلیں، پھر خود نبی کریمؐ نے یکا یک تشریف لاکر انہیں اطمینان دلایا کہ یہ لڑکی لائق اور بہت اچھی ہے، چنانچہ اللہ ورسول کی سفارش پر انہوں نے اسے اپنالیا اور محبت فرمانے لگے۔(۶) جب وہ سلطان کی عطا کردہ جاگیر اور اہلیہ ہی میں مگن رہنے لگے تو انہیں اس غفلت سے نکالنے کے لئے ایک رات جبکہ وہ اہلیہ کے ساتھ سورہے تھے، اچانک محمد رسول اللہ و محمد مراد اللہ علیہما السلام خوابگاہ میں پہونچے، انہیں اٹھا کر گھر کے باہر لائے اور فرمایا کہ تمہارا مقام یہ نہیں (کہ بیوی کے ساتھ پڑے رہو، مشغول بحق ہونا چاہیئے) چنانچہ صبح کو جب انہوں نے اپنے کو گھر کے باہر پایا تو سمجھ گئے اور اپنے والد کی خدمت میں لوٹ آئے۔(۷) جب انکی اہلیہ میراں صاحب کے گھر میں داخل ہوئیں تو میراں صاحب نے اٹھ کر انہیں سینہ سے لگایا اور اپنا تکیہ سامنے کرکے اس پر بٹھادیا اور فرمایا کہ بہوکا ایسا ہی اکرام ہونا چاہیئے۔(۸) قرآن کریم سورۂ احزاب کی آیت "اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ" کے بارے میں میراں صاحب نے خبر دی کہ یہ آیت انہی میاں بیوی کے حق میں نازل ہوئی ہے، یعنی مُسْلِمِیْنَ سے میراں سید محمود اور مُسْلِمَاتِ سے بی بی کد بانو مراد ہیں۔(۹) جب ان کے اٹھارہ مہینے کے بھائی اور ان کے درمیان اس بات پر اختلاف ہوا کہ دونوں میں عنداللہ بزرگ کون ہیں تو چھوٹا بھائی جذبات میں آکر آگ میں کود گیا اور جان دیدی، اس پر انہیں سخت صدمہ ہوا اور حالت متغیر ہوئی، اسپر حق تعالیٰ نے میراں صاحب کو حکم دیا کہ جاؤ اور میراں سید محمود کو تسلی و بشارت دیدو کہ تمہارے مقام پر خدا نے کسی کو پیدا نہیں کیا ہے۔(۱۰) وہ اور ان کے والد گرامی دونوں کا عرش پر ایک ہی مرتبہ تھا، دونوں ایک تن ایک ذات تھے۔(۱۱) میراں صاحب کی روش اور ان کے فرزند کی روش کے درمیان کوئی فرق نہ تھا، اسی وجہ سے وہ صدیق ولایت کہلاتے ہیں۔(۱۲) میراں صاحب نے فرمایا کہ اگر کوئی ہزار سال بھی عبادت کرے تو وہ انکی ایک نظر کے برابر نہیں ہوسکتی۔(۱۳)" فَاَوْحیٰ اِلٰی عَبْدِهٖ مَآاَوْحیٰ" سورہ نجم کی ان آیات میں جن نو باتوں کا ذکر ہے وہ سب کی سب انہی کے حق میں ہیں۔

(۱۳۹) میراں صاحب کے خلیفہ دوم میراں سید خوندمیر کے فضائل

(۱) میراں صاحب انکی مشت خاک کے طالب تھے۔(۲) وہ سید الشہداء تھے۔(۳) وہ قرآن کریم سورۂ فاطر کی آیت "وَاَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا" الآیہ کے مکمل مصداق

تھے۔(۴)سورۂ احزاب کی آیت ''اِنَّا عَرَضْنَا الاَمَانَۃَ'' میں ''وَحَمَلَھَا الاِنْسَان ''سے مراد وہی تھے۔(۵)بنی اسرائیل کی آیت (۸۰) میں ''سُلْطَاناً نَّصِیْرًا ''سے مراد بھی وہی تھے۔ (۶)''اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ ''الآیہ کے مصداق بزبان حق تعالیٰ وہی تھے۔(۷)وہ دن رات مسافرت میں تھے،روزانہ عرش مجید سے (دنیا میں) آتے جاتے تھے۔(۸)ان کیلئے کسب کی ضرورت نہیں تھی ،کیونکہ منجانب اللہ عطا ہوتی رہتی تھی۔(۹) وہ اور مہدی دونوں ایک ہی ذات تھے۔(۱۰) وہ مقام ولایت میں اسداللہ الغالب تھے (یعنی حضرت علی کے مثل تھے)(۱۱)ان کی بیوی یعنی صاحبزادیٔ مہدی کا لقب''فاطمہ الزہراء ولایت خاتون جنت'' تھا۔ (۱۲) انہیں خود خدا کی کشش نے اپنا لیا تھا۔(۱۳) انہوں نے جب غایت تواضع سے مرشد بننے سے انکار کردیا تو غیب سے آواز آئی ،اے سید خوندمیر! میں نے تجھے برگزیدہ کیا اور سید محمد کی جانشینی کے لائق بنادیا،قرآن کو تیری میراث بنادیا قرآن کے معنی تجھ پر کھولے اور میری مراد کے علم کیلئے تجھے الہام کا ذریعہ بخشا،(اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنی ہمت دلانے کے باوجود وہ عذر و معذرت کرتے رہے تو پھر ذرا خفگی آمیز خوشامد کی گئی کہ) ان باتوں کو چھوڑ کیونکہ مجھ کو تجھ سے بہت کام ہے (تیری بہت ضرورت ہے) واپس اپنے دائرہ میں جا،کہاں نکل کر جارہا ہے ؟ چنانچہ وہ واپس اپنی مرشدی پڑ لوٹ آئے۔(۱۴) سورۂ نساء کی آیت ۸۳ میں ''یستطبونہ'' کے مصداق وہی تھے۔(۱۵)ان کی تصدیق مہدی اسقدر پختہ تھی کہ مہدی کے صدقے میں وہ سورۂ فاتحہ کے الف سے والناس کی سین تک ہر ہر حرف قرآن سے مہدی کی ذات کو ثابت کرسکتے تھے۔(۱۶) ان کے سر کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے کاٹ کرلے لیا وہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہی رہا،ایک نماز بھی عصر کی اس درمیان انہوں نے بغیر سر ہی کے پڑھ لی، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے واپس ان کے تن پر اسے نصب کردیا،اور فرمایا گیا کہ تمہارا سر ہماری امانت ہے جب ہم چاہیں گے تب ہمیں دیدینا۔(۱۷)ان کے بیٹے کا خدا تعالیٰ ہمنشیں تھا،اور ہمیشہ ساتھ کھیلتا رہتا تھا۔(۱۸)ان کا بیٹا بچپن ہی میں لوح محفوظ میں دیکھ دیکھ کر خبریں دیتا تھا،اور جو کچھ وہ کہتا تھا وہی ہوتا تھا ۔ (۱۹) وہ فرمانِ خدا کے پابند نہیں تھے مہدی موعود کا فرمان ان کے لئے کافی تھا۔

(۱۴۰) میراں صاحب کے خلیفۂ سوم شاہ نعمت کے فضائل

(۱) وہ میراں صاحب کے تین صفتوں کے حامل تھے۔(۲) اللہ تعالیٰ نے میراں صاحب کو اپنے دامن میں انہیں لے لینے کا حکم فرمایا تھا۔(۳) آیۃ قرآن "وَلَايَأْتَلِ اُولُوْاالْفَضْلِ مِنْكُمْ" الآیۃ ان کے حق میں خود اللہ تعالیٰ نے قرار دی ہے۔(۴) ان کو اللہ تعالیٰ نے سر سے پاؤں تک مجسم نور بنا دیا تھا۔(۵) ان کا مرتبہ اصحاب مہدی میں مثل عمر فاروق کا تھا۔(۶) وہ شرم وحیاء میں عثمانِ ثانی تھے۔(۷) میراں صاحب نے انہیں مقراض بدعت کا لقب دیا۔ (۸) وہ اور میراں صاحب دونوں ایک ہی وجود تھے۔(۹) خدا تعالیٰ نے ان کو انکی اولاد سمیت بخشد یا تھا۔(۱۰) ان کو میراں صاحب کی خلعت وخلافت خدا کے حکم سے ملی تھی۔(۱۱) وہ کبھی خدا ہو جاتے تھے، اور کبھی بندہ ہو جاتے تھے، کبھی عین حق ہو جاتے تھے، کبھی عین حق کو دیکھنے لگتے تھے، اور کبھی اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا تھا کہ مجھ سے تو ہے تجھ سے میں ہوں۔ وغیرہ

(۱۴۱) میراں صاحب کے خلیفۂ چہارم میاں شاہ نظام کے فضائل

(۱) وہ جب میراں صاحب کی خدمت میں آئے تو اس سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے میراں صاحب کو حکم دیا کہ میرا بندہ تمہارے پاس آرہا ہے اس کا استقبال کرو۔(۲) ان کے بارے میں میراں صاحب نے فرمایا نظام اپنے وجود میں نہ رہا سرتا پا ذات احدیت ہو گیا۔(۳) ان کے اندر رسول اللہ ﷺ کے تمام صفات واخلاق تھے۔(۴) انہیں میراں صاحب نے شمع ولایت کا لقب دیا۔(۵) جب وہ آہ کرتے تھے تو عرشِ خدا لرز کر گرنے کے قریب ہو جاتا تھا۔(۶) ان کا کشف عرش سے فرش تک، فلک سے سمک تک سب پر حاوی تھا۔(۷) آیت قرآن "رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ" الآیۃ کا مصداق اللہ تعالیٰ نے میراں صاحب کے ذریعہ انہی کو قرار دیا تھا۔(۸) ان کے بچے کو بھوک لگتی تو وہ اپنا انگوٹھا اسکے منہ میں دیکر نور پلاتے تھے، اسلئے وہ کبھی بھوکا نہ رہتا تھا۔(۹) وہ اللہ تعالیٰ کے علم قدیم (علم ذاتی) پر نظر رکھتے تھے اور باصرار تقدیر کو بدلوا لیتے تھے۔(۱۰) انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی بلا کسب براہ راست عطاء یا پیغمبروں کیلئے تھی یا ہم لوگوں کے لئے ہے، باقی سب کو کسب کے ذریعہ ملتی ہے۔(۱۱) انکی ایک نظر نے ایک برھمن کو اس مقام پر پہونچایا کہ روح نکلتے ہی فرشتے اس کا وجود عرش پر لے گئے۔

(۱۲) انہوں نے کانٹوں سے جڑا ایک ہلکا لباس پہنا تو اللہ تعالیٰ نے تین دن تک آسمان کے تمام فرشتوں کو ایسے ہی لباس میں رہنے کا حکم دیا۔

(۱۴۲) میراں صاحب کے خلیفۂ پنجم شاہ دلاور کے فضائل

(۱) وہ میراں صاحب کے بقول عالمِ دل تھے ان سے معاملات میں رجوع ہونیکی تلقین کی گئی تھی۔ (۲) میراں صاحب نے فرمایا ان (کے مرتبہ) کو خدا کے علاوہ کوئی نہیں پہچانتا۔ (۳) ان کے سامنے عرش سے تحت الثریٰ تک تمام حقائق ایسے روشن تھے جیسے ہتھیلی میں رائی کا دانہ۔ (۴) ان کا فیض قیامت تک جاری رہے گا۔ (۵) وہ خدا تعالیٰ کے حکم سے میراں صاحب کے خلیفہ منتخب ہوئے۔ (۶) وہ ہر شخص کے ساتھ موجود رہتے تھے میراں صاحب نے فرمایا میں اول ہوں تم آخر ہو۔ (۷) انہیں بھی دیدار خدا بچشم سر اس دنیا میں حاصل ہوا تھا۔ (۸) جس نے حضرت ابوبکرؓ کو نہیں دیکھا اسے چاہئے کہ انہیں دیکھ لے۔ (۹) ان کے بچے کے لئے روزانہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام آتا تھا۔ (۱۰) ان کے مریدین رسول اللہ کے بھائی اور ان کے مرتبے والے تھے۔ (۱۱) ان میں سے چار تو اس سے بھی بڑے رتبے کے تھے۔ (۱۲) ان کے حجرہ پر پچھلی شب میں اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرماتا تھا۔ (۱۳) ان کے حجرے کا ۳ بار طواف کرنا حج کے برابر ہے اور اس سے دیدارِ الٰہی کی دولت حاصل ہو جاتی ہے۔ (۱۴) سورہ توبہ کی آیت "التائبون العابدون" الآیۃ ان ہی کے حق میں نازل ہوئی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قال اللہ تعالیٰ من یھد اللہ فھو المھتدی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ جس کو ہدایت دے وہی ہدایت پائے (پ۹ رکوع ۲)

الحمد للہ والمنة

خصائص امام مہدی موعود

حضرت سید محمد جونپوری خلیفۃ اللہ خاتم الاولیا خاتم ولایت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام

مولفہ

حضرت بندگیمیاں عبد الملک سجاوندی عالم باللہؒ
خلیفۂ حضرت بندگی میاں شاہ دلاورؓ صحابی مہدی موعودؑ

مترجم

حضرت پیر و مرشد سید دلاور عرف گورے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

باہتمام

دار الاشاعت کتب سلف صالحین جمعیت مہدویہ

دائرہ زمستان پور مشیر آباد

مطبوعہ

اعجاز پرنٹنگ پریس چھتہ بازار حیدرآباد دکن

بار دوم
سنہ ۱۴۰۸ھ

معاونین کو بلا ہدیہ
ہدیہ غیر معاونین سے 1=50

منقول از: رسالہ خصائص امام مہدی سید محمد جونپوری

(۱۴۳) میراں صاحب کی وہ خصوصیات وامتیازات جو کسی اور کو حاصل نہیں۔

یہ رسالہ بندگی میاں عبدالملک سجاوندی کا ہے جو میراں صاحب کے خلیفۂ پنجم میاں شاہ دلاور کے خلیفہ ہیں، اور قوم میں بڑے عالم وعارف مانے جاتے ہیں، انہوں نے ایک مستقل رسالہ اپنے امام مہدی کے خصائص وفضائل پر مشتمل لکھا ہے، یہ خصوصیات بلا تبصرہ قارئین کی خدمت میں پیش ہیں، سب خصوصیات ہی حیرت زدہ ورح فرسا ہیں لیکن بارہویں خصوصیت کو لکھتے ہوئے یارائے تحریر جواب دے جاتی ہے، مگر امت کے سامنے ان حقائق لانیکی ضرورت نے نقل پر مجبور کردیا۔ **اعاذنا اللّٰہ من ھذہ الھفوات والخرافات**

پہلی خصوصیت:- بلا واسطہ اللہ کے حکم اور حجت قاطعہ سے جو معائنہ اور مشاہدہ سے حاصل ہوا مخلوق کو اللہ کی طرف بلانا جبکہ انکے علاوہ تمام اولیاء کے علوم استدلال واخبار سے تعلق رکھتے ہیں اور "**لیس الخبر کالمعاینۃ**" (خبر مشاہدہ کے برابر نہیں ہوسکتی)

دوسری خصوصیت:- مہدی خلق اللہ کو اللہ کی طرف بلانے پر اسی طرح مامور ہیں جسطرح رسول اللہ اس دعوت (الی اللہ کے کام) پر مامور تھے۔

تیسری خصوصیت:- مہدی کا خلیفۃ اللہ ہونا نبیؐ کے فرمان سے بلا اختلاف ثابت ہے یہ شرف کسی کو حاصل نہیں ہے حتی کہ ابوبکرؓ کی خلافت بھی فرمان نبیؐ سے ثابت نہیں ہے۔

چوتھی خصوصیت:- امت کی ہلاکت کی حفاظت صرف تین آدمیوں سے ہوگی نبی، مہدی، اور عیسیٰ مسیح، یہ خصوصیت ان کے علاوہ امت میں کسی کو بھی حاصل نہیں ہے۔

پانچویں خصوصیت:-ان کے ذریعہ دین کی تکمیل ہوگی اور وہ خاتم اولیاء ہیں، یہ خصوصیت کسی ولی کو حاصل نہیں۔

چھٹی خصوصیت:-وہ تمام اولیاء سے افضل ہیں یہ خصوصیت ابوبکرؓ کو بھی حاصل نہیں ہے، بلکہ آدم سے لیکر قیامت تک کسی ولی کو بھی حاصل نہیں ہے۔

ساتویں خصوصیت:-وہ شرائط ولایت کی تحصیل کے بغیر اسوقت بھی حقیقۃً ولی تھے، جبکہ آدم پانی اور کیچڑ کے درمیان تھے۔ یہ مرتبہ ابوبکرؓ کو بھی حاصل نہیں،

آٹھویں خصوصیت:-یہ کہ ان کا ہمزاد مسلمان ہوگیا تھا اور انہیں بجائے بُرائی کے، نیکی کا حکم کرتا رہتا تھا۔

نویں خصوصیت:-اللہ تعالیٰ نے انہیں روحوں کی جانچ اور تصحیح کے کام پر مامور فرمایا، چنانچہ وہ پچھلے گذرے ہوئے اور قیامت تک آنے والے مومنوں کی ارواح اور مراتب کو جانتے ہیں۔

دسویں خصوصیت:-قیامت کے دن تمام اولیاء ان کے جھنڈے تلے جمع ہوں گے اور یہ فضیلت کسی اور ولی کو حاصل نہیں ہے۔

گیارھویں خصوصیت:-ان کے ساتھ ہجرت فرض ہے۔

بارھویں خصوصیت:-ان کے ساتھ جو گھر سے نکلا اور بغیر اجازت واپس ہوگیا تو وہ منافق ہے۔ مذکورہ بالا کوئی خصوصیت بھی صدیق اکبرؓ کو حاصل نہیں ہے، جب انہیں نہیں ہے تو اولین و آخرین کسی کو حاصل نہیں ہے، پس معلوم ہوا کہ میراں صاحب سے افضل کائنات میں کوئی نہیں ہے۔ حتیٰ کہ نبی کریمؐ بھی (ان سے افضل نہیں ہیں) اسلئے کہ وہ نبی کا باطن اور انکی ولایت ہیں اور ظاہر ہیکہ باطن ظاہر سے افضل ہی ہوتا ہے۔

نوٹ: واضح رہے کہ مہدی کے نام سے یہ تمام خصوصیات میراں صاحب ہی کے بارے میں تحریر کی گئی ہیں کوئی دوسرا شخص یا مہدی مطلق مراد نہیں ہے۔ جبکہ مہدیٔ موعود کے بارے میں بھی کوئی مسلمان ان باتوں کا قائل نہیں ہے۔

ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان آمنوا بربکم فآمنا
ایک منادی (مہدی) کو جو ایمان کی ندا کرتا تھا کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر تو ایمان لائے

الحمد للہ والمنۃ

رسالہ ہژدہ آیات

مولفہ

حضرت بندگی میاں عبد الغفور سجاوندی رحمۃ اللہ علیہ

و

رسالہ خلاصۃ الکلام

فی عدم اجتماع
المہدی و عیسیٰ علیہما السلام

مع توضیح معنی ختم نبوت و ختم ولایت

تالیف

حضرت علامہ بندگی میاں شیخ علائی شہید رحمۃ خلیفہ حضرت بندگی میاں لاڑ شاہ رضی اللہ عنہ

باہتمام دائرۃ الاشاعت کتب سلف الصالحین جمعیۃ مہدویہ ضلع اٹرکہ زمستاپور

ہدیہ ۸ روپئے

از: رسالہ ہژدہ آیات

یہ رسالہ بندگی میاں عبدالغفور بن عبدالمجید سجاوندی کا مصنفہ ہے، جومہدوی قوم کے اکابر میں سے ہیں اس رسالہ کا موضوع میراں صاحب کے وہ اقوال ہیں جوقرآن کریم کی تفسیر سے متعلق ہیں، اسمیں انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ قرآن مجید میں کل آٹھارہ آیات ہیں جوامام مہدی یا انکی قوم کیلئے مخصوص ہیں، مناسب معلوم ہوا کہ ان تحریفات قرآنیہ کو بھی اس رسالہ کے حوالہ سے ہدیۂ ناظرین کردیا جائے۔

(۱۴۴) میراں صاحب اوران کی قوم مہدویہ کی تعریف وتوصیف میں قرآن کریم کی اٹھارہ (۱۸) آیات خاص کی گئی ہیں۔

(۱) سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۱۲۴) اس آیت میں ''وَمِنْ ذُرِّیَّتِی'' کے تحت میراں صاحب نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم کیا کہ وہ مسلم امام جس کے اپنی ذریت میں سے ہونے کے لئے ابراہیم نے دعا کی وہ (امام) فقط تیری ذات ہے نہ کہ کوئی اور!'' (ص:۳)

(۲) سورۂ آل عمران کی آیت نمبر (۲۰) اس آیت میں ''وَمَنِ اتَّبَعَنْ'' کے تحت میراں صاحب نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ میرے لئے حکم کیا کہ یہ ''مَن'' خاص ہے اوراس سے مراد صرف تیری ذات ہے کوئی اورنہیں'' (ص:۶)

(۳) سورۂ آل عمران کی آیت نمبر (۷) میں ''لِأُولِی الْاَ لْبَابِ'' کے تحت میراں صاحب نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم کیا کہ ''اُولِی الْاَ لْبَاب'' سے مراد فقط تری قوم ہے کوئی اورنہیں'' (ص:۸)

(۴) سورۂ مائدہ کی آیت نمبر (۵۴) میں ''فَسَوْفَ یَأْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ'' کے تحت میراں صاحب نے فرمایا ''مجھ کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ اس قوم سے مراد فقط تری قوم ہے کوئی اور نہیں'' (ص:۱۴)

(۵) سورۂ انعام کی آیت نمبر (۱۹) میں "وَمَنْ بَلَغَ" کے تحت میراں صاحب نے فرمایا "مجھ کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ یہ "مَنْ" خاص ہے اور اس سے مراد فقط تری ذات ہے کوئی اور نہیں" (ص:۱۶)

(۶) سورۂ انعام کی آیت نمبر (۸۹) میں "فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْماً" کے تحت فرمایا "مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ اس قوم سے مراد فقط تری قوم ہے کوئی اور نہیں" (ص:۱۷)

(۷) سورۂ الانفال کی آیت نمبر (۶۴) میں "وَمَنِ اتَّبَعَكَ" کے تحت میراں صاحب نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے یہ "مَنْ" خاص ہے اور اس سے مراد فقط تری ذات ہے نہ کہ تیرا غیر" (ص:۱۹)

(۸) سورۂ ھود کی آیت نمبر (۱) کی تفسیر میراں صاحب نے مراد اللہ کے موافق اسطرح بیان کی کہ "یہ ایک ایسی کتاب ہے جسکی آیتیں مضبوط کی گئی ہیں محمد کی زبان سے پھر تفصیل سے بیان کی جائینگی یہ آیتیں مہدی موعود علیہ السلام کی زبان سے حکیم وخبیر کی طرف سے" (ص:۲۱)

(۹) سورۂ ھود کی آیت نمبر (۱۷) میں "اَفَمَنْ كَانَ" کے تحت میراں صاحب نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ یہ "مَنْ" خاص ہے اور اس سے مراد فقط تیری ذات ہے کوئی اور نہیں" (ص:۲۲)

(۱۰) سورۂ یوسف کی آیت نمبر (۱۰۸) میں "وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ" کے تحت میراں صاحب نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا ہے کہ "مَنِ اتَّبَعَنِی" کا "مَنْ" خاص ہے، اور اس سے مراد فقط تیری ذات ہے اس میں غیر شریک نہیں" (ص:۲۶)

(۱۱) سورۂ فاطر کی آیت نمبر (۳۲) کے تحت میراں صاحب نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ وارثین کتاب سے مراد تیری قوم ہے فقط، ان کے سوائے کوئی نہیں" (ص:۲۷)

(۱۲) سورۂ محمد کی آیت نمبر (۳۸) کے تحت میراں صاحب نے کہا ہے "اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ "اس قوم سے مراد فقط تیری قوم ہے کوئی اور نہیں" (ص:۳۰)

(۱۳) سورۂ رحمٰن کی آیت نمبر (۳) میں "الانسان" کے تحت میراں صاحب نے فرمایا "مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ انسان سے مراد تیری ذات ہے ۔(ص:۳۱) اور بیان سے مراد قرآن کریم کے وہ خاص معانی ہیں جو زمانہ نبوت میں نہیں نازل کئے گئے

تھے۔(کذافی شواھد الولایۃ)

(۱۴)سورۂ واقعہ کی آیت نمبر(۱۴)میں ''وَقَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ '' کے تحت میراں صاحب کا کہنا ہے ''مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے کہ ''قَلِیْلٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ '' میں ''اَوَّلِیْنَ '' سے محمد ﷺ کے اصحاب اور تابعین مراد ہیں اور ''قَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ '' میں ''اٰخِرِیْنَ '' سے صرف تیری قوم مراد ہے''(ص:۳۲)

(۱۵)ایضاً '' ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِیْنَ '' کے تحت بھی یہی ارشاد ہے

(۱۶)سورۂ جمعہ کی آیت نمبر(۳)میں ''وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ '' کے تحت میراں صاحب کا دعوی ہے کہ اللہ تعالی نے مجھ کو حکم فرمایا ہے کہ '' واٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ '' سے مراد فقط تیری قوم ہے اور ''منھم ''میں من الرسول مقدر(چھپا ہوا) ہے(اور اس رسول) سے مراد تیری(مہدی کی) ذات ہے(ص:۳۳)

(۱۷)سورۂ قیٰمہ کی آیت نمبر(۱۹)میں ''ان علینا بیانہ '' کے تحت میراں صاحب نے اللہ کے حکم سے فرمایا ''ہمارے ذمہ ہے بیان اس کا یعنی مہدی موعود کی زبان سے اور وہ(مہدی) تیری ذات ہے، یعنی ہم نے تجھ پر لازم گردانا ہے بیان اس قرآن کا اپنی تعلیم سے''(ص:۳۵)

(۱۸)سورۂ بینہ کی آیت نمبر(۴)میں ''البینۃ'' کے تحت فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم کیا ہے کہ(اس آیت میں) ''اَلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ '' سے مراد تیرے زمانہ کے علماء ہیں اور ''بینۃ'' سے مراد مہدی موعود علیہ السلام ہے اور وہ تیری ذات ہے(ص:۳۸)

ملاحظات:-ذہن میں رہنا چاہئے کہ

(۱)میراں صاحب وحی آنے کو حکم ہونے سے تعبیر کرتے ہیں، کیونکہ انکے دعاوی اور مہدویوں کے عقائد کے مطابق وہ اللہ تعالیٰ سے براہ راست علم حاصل کرتے تھے، جبکہ اسکی کوئی گنجائش عقائد اہلِ اسلام میں نہیں ہے، اسلئے کہ وحی والہام نبی کے حق میں تو علی الاطلاق حجت ہیں، اور غیر نبی خواہ مہدی ہی کیوں نہ ہوں مطلق حجت نہیں، بلکہ ان کا معتبر ہونا کتاب وسنت کے موافق ہونیکی شرط کے ساتھ مشروط ومقید ہے، اسلئے میراں صاحب کے ان تمام آیات کے تحت جو دعوے ہیں وہ بلا دلیل ہونیکی وجہ سے چنداں وقعت نہیں رکھتے۔

(۲) مصنف رسالہ میاں سجاوندی صاحب نے تمام مقامات پر میراں صاحب کا قول نقل کرنے کے بعد یہ کہہ کر کہ ''حق وہی ہے جو امام نے فرمایا ہے'' اس قول کی کچھ تفسیری وضاحتوں اور دلالتوں کی کوشش کی ہے، لیکن ان کے مطالعہ کے بعد ایک منصف کا ضمیر پکار اٹھتا ہے کہ ان تاویلات کو اصول تفسیر کے کوئی تعلق نہیں، محض زبردستی کی کھینچ تان ہے، ضرورت پڑیگی تو انشاء اللہ ہم اس پر تفصیل سے کلام کرینگے، اسوقت صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ میراں صاحب نے متفق علیہ اصولوں کا خون کرتے ہوئے دعوے محض کیذریعہ معانئ قرآن میں کس کس طرح تحریف کی اور ان کے لوگوں نے اسیذبا ہنے کے واسطے کیسی بے جوڑ سعی کی ہے۔

وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِيْ السَّبِيْلَ

باسم اللہ تعالیٰ

ایک پیغام !
مہدوی بھائیوں کے نام !!

زندگی بہت محدود و مختصر ہے، موت ایک یقینی حقیقت ہے، ہر شخص جانتا ہے کہ موت کے بعد فنا نہیں ہے، بلکہ مواخذہ و جوابدہی کے ایک خوفناک مرحلے سے گذرنا ہے، پھر ابدی عزت و سرخروئی یا ابدی ذلت و سرنگونی کے انجام کا سامنا بھی یقینی ہے۔

آخرت کے عقیدہ پر ایمان رکھنے والا کوئی بھی شخص آخرت کی کامیابی سے زیادہ کسی اور چیز کا خواہشمند نہیں ہوتا، ہم بھی اسی کی فکر میں ہیں اور یقیناً آپ کا مطمحِ نظر بھی یہی ہوگا۔

اور یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ نجات — خواہ دنیوی ہو یا اُخروی — نبی ﷺ اور صرف نبی ﷺ کے اتباع میں ہے، "کتابؒ وسنت" کے علاوہ کوئی علم سیدھا راستہ دکھانیوالا نہیں ہے، نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کیلئے یہی دو ہدایت نامے لائے، اسی پر امت کو چلایا، اسی کی دعوت دی اور یہی دو ہدایتیں بعد والوں کو دے کر دنیا سے پردہ فرما گئے۔

یاد رکھیئے ! اب انسانوں کی نجات صرف "کتابؒ وسنت" کے اتباع میں ہے، خواہ وہ انسان عام آدمی ہو، غوث وقطب ہو، یا ولی ومہدی! حتیٰ کہ نبی سابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نزول فرمائیں گے تو انکی نجات بھی اسی میں ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ نبیؐ پاک

ﷺ کے بعد اب کسی کو قیامت تک "اطاعت مطلقہ" کا مقام حاصل نہیں ہوسکتا، سب کا وظیفہ وفریضہ آپ کا "اتباع محض" ہے، اسکے برخلاف آپ حضرات کے مہدوی مذہب میں اپنے امام کیلئے حضرت محمد ﷺ کے "تابع تام" کے دعوے کے باوجود —— متبوع، مطاع مطلق، مامور من اللہ، مبعوث من اللہ، اللہ تعالیٰ سے براہ راست تعلیم حاصل کرنے والا، فرشتے کے القا کے بغیر نہ بولنے والا، اسی طرح ان کے کلام کے حجت قطعیہ ہونے، انہیں نبی کے برابر اور بعض وجوہ سے نبی سے برتر مراتب حاصل ہونے —— کے دعاوی موجود ہیں، ان کے علاوہ اور بہت سی خلافِ کتاب وسنت باتوں سے صرف نظر کرتے ہوئے انہی چند معتقدات کو سامنے رکھ کر دیکھیں محض یہی آپ کو صراط مستقیم اور جادۂ قویم سے ہٹادینے کیلئے کافی ہیں۔

"اہل اسلام" میں کوئی بھی عالم عہد صحابہؓ سے آج تک ان باتوں کا قائل نہیں رہا، اگر کسی شخص نے ایسی کوئی بات کہی اور اسپر مصر رہا تو امت کے سواد اعظم نے اسے خارجِ ملت کردیا اور اگر اہل حق میں سے کسی کی زبان یا قلم سے کبھی کبھار ایسی بات نکل گئی تو انکے غالب اقوال واعمال موافق کتاب وسنت ہونیکی وجہ سے ان کی ایسی باتوں کو حالت سُکر و بے خودی پر محمول کر کے قائل کو معذور اور قول کو مردود قرار دیا گیا، بعض دفعہ تو قرار واقعی سزا بھی دی گئی، لیکن کسی صورت بھی ان خلافِ کتاب وسنت باتوں کو صحیح تسلیم نہیں کیا گیا، مگر تعجب ہے کہ آپ حضرات نے اپنے بزرگوں کی ایسی باتوں کو بلا کدورت تسلیم کرلیا بلکہ اسے مسلمان ہونے کے لئے اپنے مذہب وعقیدہ کا لازمی اور واجب التسلیم رکن قرار دیدیا، جب یہ چیز اسلام کے بنیادی ومتفق علیہ عقائد کے مغائر ٹھیرتی ہے تو اسی چیز نے "مہدویت" کو "مذہب اسلام" سے علاحدہ کردیا ہے، اب ظاہر ہیکہ حق وانصاف اور اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولؐ کے ساتھ سچی وفاداری کا راستہ اسکے علاوہ اور کیا ہوسکتا کہ کتب مذہب میں موجود ان خلاف کتاب وسنت اور خلافِ عقائد اہل اسلام باتوں کو اور ان کے

قائلین کو سپرد خدا کرکے —— کہ وہ "علیم بذات الصدور" ہستی ان کی نیتوں اور مقاصد کے مطابق ان کے ساتھ معاملہ خود کرلے گی —— قرآن وسنت کی روشنی میں ان باتوں کیغلط ہونے کا اقرار کرکے اوران سے توبہ کرکے اپنے رب اوراسکے حبیب ﷺ کو راضی کرلیں۔

اسلئے آپ حضرات سے دردمندانہ اپیل ھیکہ مذہبی تعصب سے آزاد ہوکر اُخروی فلاح و بہبود کی خاطر اپنے آپ کو "کتاب وسنت" اور اسکی وہ متفق علیہ تشریح —— جو عہد صحابہؓ سے آج تک بتواتر ثابت ہے —— کو اختیار کرنے کی جرأت کرلیں، ہوسکتا ہے کہ آپ کا یہ پُرعزم وپُرحوصلہ اقدام دنیا میں کچھ تکلیف دہ ثابت ہو مگر آخرت کے ناقابل تحمل تکالیف سے ضرور بچالے گا۔ان ذالک من عزم الامور

فقط

آپ کا خیرخواہِ آخرت

امام مہدی اور محمد جونپوری کا تقابل وموازنہ

بہ قلم: مولانا مفتی اسعد قاسم سنبھلی

یہ صحیح ترین روایات کی روشنی میں از اول تا آخر امام کے حیات و کارناموں کی ایک مکمل تفصیل ہے۔ اب اس روشن کسوٹی کو سامنے رکھ کر ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ موصوف پر مہدی کی کتنی علامتیں منطبق ہوتی ہیں؟ اور کن کن مقامات پر ان کا حیاتی خاکہ مہدویت سے انحراف کر رہا ہے۔ ہم دونوں کی تقابلی جھلک نمبروار درج کرتے ہیں۔

(۱) امام محمد کا نام محمد بن عبداللہ ہے۔ جونپوری محمد بن یوسف تھے۔

(۲) امام مہدی مدینہ منورہ حجاز میں پیدا ہوں گے۔ یہ جونپور ہندوستان میں پیدا ہوئے۔

(۳) امام مہدی کے ظہور سے قبل عراق وشام اور مصر کی ناکہ بندی، دریائے فرات سے سونے کے پہاڑ کا ظہور، صلیب وہلال کا اتحاد، سفیانی کا خروج، نفس زکیہ کا قتل، شام پر عیسائیوں کی یلغار، منیٰ میں حجاج کی باہمی خونریزی اور والی حجاز کی وفات جیسے اہم واقعات رونما ہوں گے۔ جونپوری کے دعوے سے پہلے ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔

(۴) امام مہدی مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ تشریف لائیں گے۔ جونپوری ہندوستان سے مکہ گئے تھے۔

(۵) امام مہدی کو ڈھونڈھ کر لوگ باصرار کعبۃ اللہ میں ان کی بیعت کریں گے۔ جونپوری نے از خود یہ دعویٰ کیا اور کسی نے ان کی بیعت نہیں کی۔

(۶) امام مہدی کا ظہور ہوتے ہی سفیانی حملہ آور ہوگا اس کا پہلا لشکر بیداء میں دھنس جائیگا جبکہ دوسرے کو امام بھاری شکست دیں گے۔ جونپوری کے دعوے کے بعد ایسی کوئی

چیز سننے میں نہیں آئی۔

(۷) شکست وخسف کی کرامت دیکھ کر شام وعراق کے علماء مہدی کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور پوری دنیا میں امام مہدی کی مہدویت کا غلغلہ بلند ہوگا۔ جونپوری کی بیعت کیلئے شام وعراق سے کوئی نہیں آیا اوران کی شخصیت کا بھی کسی کو پتہ نہیں چل سکا۔

(۸) اس تمہیدی فتح کے بعد مہدی مکہ سے مدینہ منورہ روانہ ہوں گے۔ جونپوری مکہ سے سیدھے ہندوستان آئے تھے اور مدینہ منورہ وہ کبھی نہیں گئے۔

(۹) امام مہدی مدینہ سے ایک بھاری لشکر لیکر شام پر حملہ آور ہوں گے اور عیسائیوں کو بری طرح شکست دیں گے۔ جونپوری کبھی شام گئے نہ کبھی ان کی عیسائیوں سے لڑائی ہوئی۔

(۱۰) امام مہدی لبنان ویورپ کو فتح کریں گے۔ جونپوری نے زندگی بھران ملکوں کی صورت بھی نہیں دیکھی۔

(۱۱) امام مہدی قسطنطنیہ پر ہلالی پرچم لہرائیں گے۔ جونپوری کواس شہر کی زیارت کی بھی توفیق نہ ملی۔

(۱۲) امام مہدی کے زمانہ میں دجال نکلے گا۔ جونپوری کے دور میں ایسا کچھ سننے میں نہیں آیا۔

(۱۳) امام مہدی کی تائید وسرپرستی کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ جونپوری کی حمایت میں آسمان سے کوئی نازل نہیں ہوا۔

(۱۴) مہدی ومسیح دجال کو قتل کر کے اسرائیل کو فتح کریں گے اور یہودیوں کا بچہ بچہ قتل کردیا جائیگا۔ جونپوری کی یہودیوں سے زندگی بھر کوئی جھڑپ نہیں ہوئی۔

(۱۵) امام مہدی پوری دنیا کو فتح کر کے اسلامی حکومت قائم کریں گے۔ جونپوری سے کوئی ایک ملک بھی فتح نہ ہوا اور وہ کہیں بھی اسلامی حکومت قائم نہ کر سکے۔

(۱۶) امام مہدی ایک مقبول وہر دلعزیز شخصیت ہوں گے اور چہار دانگِ عالم میں

ان کا سکہ چلے گا۔ جونپوری ایسی شخصیت تھے جنہیں ہر جگہ سے نکالا گیا اور چاروں مسلکوں کے علماءِ حرمین شریفین نے کافر ومرتد قرار دے کر ان لوگوں کے واجب القتل ہونے کا فتویٰ دیا۔

غور وفکر کی دعوت

یہ امام مہدی اور جونپوری کی ایک تقابلی جھلک اور ۱۶ر مابہ الامتیاز سانحاتی کڑیاں ہیں ان کے پیش نظر ہر عقل مند انسان یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہے کہ دونوں کی شخصیت میں کوئی جوڑ ہی نہیں ہے او رمہدی وجونپوری کے درمیان بڑا بھاری فرق موجود ہے ، مہدویوں کو ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہئے کہ وہ کس مجذوب کا دامن پکڑ رہے ہیں خالی محمد نام ہونے سے تو کام نہیں چلے گا،اس کے لئے بہر حال تمام شرائط درکار ہیں ورنہ محمد نامی لوگ تو ہر زمانہ میں امت میں بیشمار رہے ہیں تو کیا محض نام کی مماثلت سے ان سب کو مہدی قرار دیا جاسکتا ہے؟ اگر زیادہ نہیں شمہ برابر بھی عقل ہے تو یہی کہنا پڑے گا کہ وہ قلبی واردات کے مریض تھے۔ القاءِ شیطانی کو الہامِ ربانی سمجھ کر راہِ راست سے بھٹک گئے۔

سید محمد جونپوری کو گذرے ہوئے تقریباً چھ سو سال ہو چکے ہیں اس پورے عرصہ میں ان کے ماننے والے کسی نہ کسی صورت میں موجود رہے ہیں اور وہ کبھی ہندوستان سے ناپید نہیں ہوئے ، چنانچہ آج بھی حیدرآباد میں انکی باقاعدہ ایک انجمن قائم ہے اوراس صدی کی ساتویں دہائی میں مرحوم عامر عثمانی سے اس کی قلمی نوک جھونک رہی ہے جبکہ انہیں کی ایک شاخ کراچی میں ذکری کے نام سے معروف ہے اس نے پاکستان میں مناسک حج ادا کر کے فتنہ پروری کا نیا رکارڈ بنایا ہے۔ (امام مہدی شخصیت وحقیقت ص:۵۳تا۵۶)

میراں سید محمد جونپوری کے دعویٰ مہدیت کے بارے میں ان کے ایک ہم عصر بزرگ کی محتاط تحقیق، جس سے زیادہ احتیاط کے ساتھ کوئی تبصرہ مشکل ہے۔

منقول ہے کہ سید محمد مہدی جونپوری جو کہ خود کو امام محمد مہدیٔ معہود (موعود) کہلواتے تھے، اور آج کل ان کی قوم جو کہ ان کے (دعوائے) مہدیت کو قبول کی ہوئی ہے جگہ جگہ موجود ہے، نے بیرونِ شہر (بیدر) ایک مسجد میں پڑاؤ ڈالا اور حضرت قطبی بندگی مخدوم شیخ محمد قادری (عرف ملتانی پاشاہ) قدس سرہٗ سے ملاقات کی آرزو ظاہر کرتے ہوئے اپنے نمائندہ کو روانہ کیا، حضرت والا نے ملاقات تو نہیں فرمائی، البتہ اپنے چاروں فرزندوں[۱] کو پابند فرمایا کہ وہ خود ان کے پاس جا کر ملیں اور کہہ دیں کہ میری ان سے بالمشافہ ملاقات مقدر نہیں ہے۔ چنانچہ یہ سب فرزندان ان کی حسبِ ہدایت ان (سید محمد جونپوری) سے ملنے کے لیے پہونچے، انہوں نے غایتِ تعظیم وتکریم کے ساتھ ان فرزندوں کا استقبال کیا، گفت وشنید ہوئی، یہ حضرات چونکہ اپنے والد بزرگوار کے تربیت یافتہ تھے، اس لیے وہ (سید محمد جونپوری) جو بھی پوچھتے تو بہت عمدگی کے ساتھ جواب دیتے تھے، اور جو بھی رموز واسرار پیش کرتے یہ لوگ فوراً اس کی حقیقت واضح کر دیتے۔ اس کے بعد انہوں (سید محمد جونپوری) نے ان لوگوں کی بہت تعریف وتحسین کی اور ان کے والدِ بزرگ کی ولایت کی گواہی دی۔

ان صاحبزادگان میں سے مخدوم شیخ بدرالدینؒ فرماتے تھے کہ جب ہم وہاں سے واپس آئے تو حضرت والد صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر میں نے عرض کیا کہ حضرت! یہ بزرگ اپنے آپ کو مہدی کہلواتے ہیں تو کیا واقعی یہی مہدیٔ موعود ہیں؟ یہ بات سن کر حضرت والد صاحبؒ نے کچھ دیر تک غور وفکر فرمایا اور اس کے بعد ارشاد فرمایا: مقاماتِ ولایت میں جس طرح غوثیت وقطبیت کے مقامات ہوتے ہیں، اسی طرح ان میں ایک مقام ''مہدیت'' کا بھی ہوتا ہے، ان بزرگ کو وہی مقامِ ولایت حاصل ہے، جب کبھی وہ اس مقام پر ہوتے ہیں سُکر یت وبے خودی کے عالم میں خود کو مہدی کہہ ڈالتے ہیں، جہاں تک (احادیثِ شریفہ میں مذکور) مہدیٔ موعود کا تعلق ہے تو وہ یہ نہیں ہیں۔

(ملفوظات: قطبِ دکن مخدوم شیخ محمد قادری قدس سرہٗ) معدن الجواہر۔ فارسی، تصنیف شاہ محمد عبدالقادر، مطبوعہ گلزار دکن ۱۳۰۴ھ ص: ۹۷

---

[۱] فرزندوں کے اسماء اختصار کے مدِنظر حذف کر دئے گئے۔

رِدِّ روشن

بہ جواب

رِدِّ قوی

الموسوم بہ

مشاہدۂ مہدویت

از قلم :

مولانا محمد عبد القوی
ناظم ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تقدیم

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ اَمَّا بَعۡدُ!

میری کتاب ''مطالعۂ مہدویت'' کی رد میں ایک مہدوی عالم جناب سید یعقوب روشن یداللٰہی صاحب نے ''ردِقوی'' کے نام سے کتاب لکھی، جس میں انہوں نے مطالعۂ مہدویت کے مشمولات پر تبصرہ بلکہ جرح فرمائی ہے جس کا انہیں بے شک حق تھا اور اب بھی ہے۔

چونکہ اس کتاب کے لکھے جانے کی اطلاع پہلے ہی مجھے ایک سنجیدہ وفکرمند نوجوان جناب رفیع الدین مہدوی سے مل گئی تھی، انہوں نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ حقائق سے آگہی کے واسطے میں اس کتاب کا سنجیدگی وانصاف پسندی سے ضرور مطالعہ کروں گا۔ میں نے ان کے خلوصِ دل کے مدنظر وعدہ کر بھی لیا تھا، اس لئے اس کا شدت سے انتظار رہا۔ کئی ماہ بعد انہوں نے اس کتاب کے متعدد نسخے بدستِ خود مجھے پہونچائے، اور دوبارہ اصرار کیا کہ میں بغور اس کا مطالعہ کروں، میں نے اسی رات مکمل مطالعہ کیا اور بہ ذوق وشوق کیا؛ کیوں کہ اس طرح کے تبادلۂ علمی میں کچھ نہ کچھ مفید موضوع مواد حاصل ہوا کرتا ہے، جو افزائش علم کا سبب بنتا ہے۔ مگر اندازہ ہوا کہ فاضل تبصرہ نگار نے تبصرہ کے دوران جذبات پر قابو نہ رکھ سکنے کی وجہ سے غیر ضروری بلکہ غیر متعلقہ مباحث کے ذریعہ بور کرنے والی طوالت کا راستہ اختیار کیا، نیز عبارات میں اور کتابت اور ترکیب وتعبیر کے املا میں اتنی اغلاط چھوڑ دیں کہ پڑھنے والا بیزار ہوجائے حتیٰ کہ آیاتِ قرآنیہ واحادیثِ نبویہ بھی مضحکہ خیز ٹائپ کی غلطیوں سے پُر ہیں۔ اب پتہ نہیں کہ انہوں نے خود بیزارگی کے عالم میں دفع الوقتی کے طور پر ایسا کام کیا یا ان کی بساطِ علم اسی قدر تھی! وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ

اس کتاب میں انہوں نے ''مطالعۂ مہدویت'' کو ''بچکانی اعتراضات'' کا مجموعہ قرار دینے کے باوجود 140 اقتباسات ــــ بقول ان کے اعتراضات ــــ میں سے صرف پانچ جگہ مصنف کی غلطی کی نشاندہی فرمائی ہے، ان میں سے بھی تین جگہ بلاوجہ کی کھینچ تان کی ہے اور دو جگہ واقعی لفظی تسامح ہوا ہے۔ ''ردقوی'' میں ان دو کام کی باتوں کے علاوہ باقی سب تحصیل حاصل اور تکرارِ مضمون ہے۔ جبکہ میں نے پہلے ہی یہ لکھدیا تھا کہ ''نقل عبارت میں احتیاط برتی گئی ہے پھر بھی کہیں چوک ہوگئی ہے تو اطلاع ملنے پر اسے تسلیم کر کے اس کی تصحیح کی جائے گی'' ...... مگر موصوف تبصرہ نگار نے اس کو مصنف کی دانستہ کارستانی قرار دیتے ہوئے اس کو مجذوب، مخبوط الحواس، بچکانی حرکتوں کا مرتکب، گندگی پھیلانے والا، عالمِ سوء، پراگندہ دماغ، چندہ جمع کر کے خود پروری کرنے والا، بددین وذلیل، اور علمی دیوالیہ پن کا شکار، وغیرہ وغیرہ القابات سے نوازا، اس کا بھی ان کو حق تھا اور ہے۔

مجھے ان کی سخت کلامی اور اہانتِ شخصی سے چنداں تعرض نہیں کہ وہ ایک بزرگ ومعمر آدمی ہیں ان کے غضب کو گوارا کر لینا چاہیے، البتہ کذب بیانی، بدنیتی اور خیانتِ علمی کے الزام پر اعتراض ضرور ہوا کہ مجھے اہلِ علم سے اس کی توقع نہ تھی، اسی لئے ان کے الزامات کو رفع کرنا ضروری سمجھا اور ''ردقوی'' کے مطالعے کے فوراً بعد اپنا تبصرہ تحریر بھی کر لیا تھا۔ مگر اس کی اشاعت کو بے ضرورت سمجھتا رہا، اس خیال سے کہ دونوں کتابوں کا مطالعہ وموازنہ کرنے والا عام سے عام آدمی بھی یہ فرق خود ہی سمجھ لے گا۔

لیکن اب جبکہ علماءِ اسلام کے علاوہ آندھرا، کرناٹک اور مہاراشٹر کے بیسیوں معتدل وانصاف پسند مہدوی بھائیوں کی طرف سے بھی توجہ دہانی ہوتی جارہی ہے تو میں ضرورت کا درجہ سمجھ کر ''ردِقوی-Strong Rebuttal'' پر اپنے تبصرہ کو ''ردِروشن Bright Rebuttal'' کے نام سے شائع کر رہا ہوں، اس میں درجِ ذیل مضامین شامل ہیں۔

① جناب یعقوب روشن صاحب کے الزامات کا جواب۔

② غیر مہدوی علماء کے حوالوں کی حقیقت۔

(۳) حضرت مہدی سے متعلق اہلِ اسلام کے اجماعی عقیدے کی وضاحت۔

(۴) وہ وسطِ زمانہ میں نہیں آخری زمانہ میں ہوں گے۔

(۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہی کے دور میں ظاہر ہوں گے۔

(۶) حضرت مہدی و حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو علاحدہ ہستیاں ہیں۔

(۷) حضرت مہدی معصوم عن الخطا نہیں ہوں گے۔

(۸) حضرت مہدی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں ہوں گے۔

(۹) خاتم الانبیاء اور خاتم الاولیاء کی حقیقت۔

مذکورہ بالا سب عنوان وہی ہیں جو ''ردقوی'' میں جناب روشن صاحب نے اٹھائے ہیں، اسلئے اس سلسلہ کی ضروری باتیں ''ردروشن'' میں شامل کر لی گئی ہیں۔

مہدوی لٹریچر کے مطالعہ سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بہت سی باتیں میراں صاحب کی جانب بعد والوں نے منسوب کر دی ہیں، ورنہ وہ خود باقاعدہ عالم دین تھے بلکہ ''اسد العلماء'' کہلاتے تھے وہ صدیوں سے امت کے متفق علیہ عقائد کے برخلاف نئ باتیں کیسے فرما سکتے تھے؟ جبکہ وہ بار بار کہتے رہے ''ما مذہبِ نو نیاوردہ ایم'' (نور الہدیٰ ص: ۱۴) یعنی ہم کوئی نیا دین نہیں لائے ہیں، ''مذہب ما کتاب اللہ واتباع محمد رسول اللہؐ'' (ردقوی ص:۱۶) یعنی ہمارا دین تو بس کتاب اللہ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع ہے۔اور شریعت کا احترام اس قدر تھا کہ ایک مسئلہ میں شرع کی خلاف ورزی دیکھنے پر ناراض ہوتے ہوئے فرمایا...... ''آں را کشف نمی تواں گفت کہ رعایتِ شرع محمدی از و قائم نشوذ''......یعنی اس کو کشف نہیں کہتے جس سے شریعتِ محمدی کی رعایت برقرار نہ رہ سکے۔اور یہ ارشاد فرمایا کہ ''معلوماتِ شما در تنور افتاد باد کہ خلافِ شرع محمدی کردید'' (شواہد الولایت: ۲۶۰) یعنی تمہاری معلومات آگ میں ڈال دی جائیں تو بہتر ہے کیوں کہ تم نے ان کی وجہ سے شریعتِ محمدی کی خلاف ورزی کی ہے۔اسکے باوجود یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ باتیں —— جو منصوصاتِ قطعیہ کے خلاف ہیں اور میراں صاحب کے حوالہ سے کتبِ مذہب میں پائی جاتی ہیں —— انہوں نے کہی ہوں؟

پس میراں صاحب کے مذکورہ بالا ارشادات ـــــ جو تمام امت کے نزدیک متفق علیہ ہیں ـــــ کی روشنی میں اگر کتاب وسنت اور اجماعِ امت کو اصل مانا جائے اور بعد والوں کی تمام نقلیات ومزعومات کو اس محک پر گھس کے اور اسی شکنجے میں کس کے دیکھا جائے تو حق بالکل واضح اور روشن نظر آسکتا ہے۔ مگر اس کے لئے تعصب قومی کو چھوڑ کر جستجوئے حق کی جرأت پیدا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ بندگی میاں ولی جی نے یہود کے مرض کی تشخیص کرتے ہوئے سچ کہا ہے کہ ''اکثر مردماں از تقلیدِ پدراں بیروں نہ آیند و بارسول موافقت نہ نمایند'' (انصاف نامہ ص:۱۵) یعنی اکثر لوگ باپ دادا کا طریقہ چھوڑ کر نبی کی اطاعت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے ہیں۔

اس کے بعد میں اپنے ناقد حضرت سید یعقوب روشن صاحب کی خدمت میں نہایت ادب کے ساتھ یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ اپنی کتاب کے درج ذیل تضاد پر سنجیدگی سے غور فرمانے کی زحمت کریں تو آپ کو خود اندازہ ہوگا کہ آپ اپنے معتقدات کو کتاب وسنت کی واضح عبارات اور قطعی نصوص سے مدلل کرنے کے سلسلہ میں کس قدر بے بس ہیں۔

آپ نے اپنی کتاب ''ردِقوی'' کے صفحہ:۴۵ پر لکھا ہے: ''ہمارا عقیدہ قرآن اور صحیح احادیث پر مشتمل ہے''۔ صفحہ:۴۷ پر لکھا ہے کہ (دین کی تحقیق کے سلسلہ میں از ناقل) ''یہ احتیاط برتی جاتی ہے کہ پہلے قرآن پاک اور حدیث شریف کا موقف ـــــ (سمجھا یا جاتا ہے اسکو از ناقل) سمجھانے کے بعد مہدی علیہ السلام اور ان کے خلفاء اور اصحاب وغیرہ کا قول بھی پیش کیا جاتا ہے۔ خصوصاً غیر مہدوی علماء سے تو حدیث اور کلام پاک کے حوالے کے بغیر بحث ہوتی ہی نہیں''۔ ص:۵۲ پر لکھا ہے کہ ''مہدویت کی بنیاد کسی کے قول پر نہیں بلکہ صرف اور صرف قرآن پاک اور اتباع محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہے''۔ ص:۵۳ پر اپنے امام کا قول نقل کیا ہے کہ ''مذہب ما کتاب اللہ واتباع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''۔ صفحہ:۱۶/۱۷ پر مہدی کا فرمان نقل کیا ہے کہ ''آپؑ سے مروی روایات کو قرآن پاک سے ملا کر دیکھو اگر اس کے مطابق ہو تو یہ سچ ہے اور اگر قرآن پاک کے خلاف ـــــ ہے تو یہ اس بندہ کی نہیں راوی کے سننے میں غلطی ہوئی ہوگی''۔

صفحہ:۱۹پر لکھا ہے کہ مہدی موعودؑ کی تعلیمات کوقرآن اور حدیث کی کسوٹی پر جانچنا چاہیے نہ کہ کسی مسجد کے تنخواہ دار پیش امام کی تحریرات پر‘‘۔

آپ کا یہ موقف نہایت ہی اصولی اور بالکل درست موقف ہے لیکن عملی طور پر آپ مذہب کے سب سے اہم بنیادی مسئلہ میں بھی اس اصول پر قائم نہیں رہ سکے، چنانچہ اسی کتاب کے صفحہ:۴۸پر آپ نے لکھا ’’اب رہا ثبوت مہدی یعنی میراں سید محمد جونپوری مہدیٔ موعود علیہ السلام کا ہی مہدی ہونا تو ہم احادیث سے زیادہ انحصار حضرتؑ کے اخلاقِ حمیدہ پر کرتے ہیں کیوں کہ ہر نبی کے اخلاق اس کے حق ہونے کی دلیل ہیں‘‘۔صفحہ:۳۴/۳۵پر لکھا ہے کہ ’’مہدی کے تعلق سے جو احادیث وارد ہوئی ہیں وہ نہ صرف آحاد ہیں بلکہ ان میں اختلاف بھی بہت ہے، علامات میں اتنا اختلاف ہے کہ کسی ایک شخص نے (میں از احقر) ان ساری علامات کا ظاہر ہونا ناممکن ہے‘‘......اس کی دو مثالیں دینے کے بعد آپ نے لکھا ہے’’اس طرح مہدیؑ کے تعلق سے کوئی قطعی فیصلہ احادیث کی علامات پر نہیں کیا جاسکتا‘‘۔پھر یہ صراحت کی ہے کہ علماء نے اس سلسلہ میں صرف چار باتوں کو متواتر مانا ہے جن کا انکار کفر ہے۔یعنی (۱) مہدی کا اولادِ فاطمہ رضی اللہ عنہا میں ہونا۔(۲) ان کے نام کا محمد ہونا۔(۳) ان کے والد کے نام کا عبداللہ ہونا۔(۴) اور جب اللہ چاہے تب ان کا ظہور ہونا۔آگے آپ نے لکھا ’’اس کے علاوہ جتنی علامات ہیں وہ آحاد اور ظنی ہیں جو عقیدہ کی تشکیل کیلئے کام کی نہیں ہیں‘‘۔

یہ دونوں پیراگراف پھر ایک مرتبہ پڑھ لیجئے! اس کے بعد ہم جنابِ عالی سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ تضاد بیانی کے جوہر ہم نے دکھلائے ہیں یا آنجناب نے؟ آپ ایک طرف یہ کہتے ہیں کہ ہم قرآن وحدیث وہ بھی حدیث صحیح سے ہٹ کر بات ہی نہیں کرتے نہ ہمارے امام نے اس کی اجازت دی ہے، دوسری جانب یہ بھی مان لیتے ہیں کہ مہدی سے متعلق نسب نام، اور ظہور کے عقیدہ کے علاوہ کوئی اور عقیدہ قرآن تو کیا حدیثِ صحیح سے بھی ثابت نہیں ہوسکتا، اگر ہوتا بھی ہے تو ایسی حدیثوں سے ہوتا ہے جو عقیدہ کی تشکیل کی بنیاد نہیں بن سکتیں، اور احادیث میں وارد دیگر علاماتِ مہدی کسی ایک شخص میں جمع بھی نہیں ہوسکتے،

اس لئے لازماً ہم کو قرآن وحدیث سے ہٹ کر عقلی دلائل کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ مطالعہ مہدویت میں نقل کردہ ''شواہد الولایت کے تمام اقتباسات'' قرآن وحدیث سے ہٹ کر صرف اخلاقِ مہدی اور اقوالِ اصحاب وخلفا کی روشنی میں ثابت ہوئے ہیں۔ پھر اتنی سی بات کو نہ معلوم کیوں آپ نے خوامخواہ پیچیدگیوں کے جال میں الجھا کر نا قابلِ فہم بنا دیا ہے۔

اس لئے ایک دفعہ پھر آپ سے گذارش ہے کہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو غیر ضروری مباحث سے بچتے ہوئے صرف اتنی بات کی وضاحت فرمائیں کہ

(۱) ان اخلاق کا معیار اور تفصیل کیا ہے جن پر نبی اور مہدی کو پرکھا جاتا ہے۔

(۲) نویں صدی میں ان اخلاق کا حامل —— جو معیار مہدیت ہیں —— میراں صاحب کے علاوہ امت میں کوئی اور نہیں تھا؟ اگر تھا تو ان سب کو چھوڑ کر میراں صاحب ہی مہدیؑ آخر الزماں ہوں کیا ضروری ہے؟ اگر آپ کہتے ہیں کہ نہیں تھا تو یہ تاریخ کا انکار ہے اسلئے کہ تاریخ میں کچھ اور لوگوں نے بھی مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے ان کے متبعین بھی ان کے اخلاقِ حمیدہ کو معیار بناتے ہیں اور آپ کی مقرر کردہ چار حتمی علامات بھی ان میں پائی جاتی ہیں۔

(۳) بالفرض میراں صاحب ہی علاماتِ مہدی کے برمحل مصداق ہیں تو بھی مہدی کے معصوم عن الخطاء ہونے، بیانِ قرآن پر مامور ہونے، مستقل فرائض کے جاری کرنے کا اہل ہونے اور ولایتِ محمدیہ یا خاتم ولایت محمدیہ کا مظہر واحد ہونے کی دلیل کیا ہے؟ واضح رہے کہ ان سوالات کا جواب قرآن وسنت اور اجماعِ امت کے حوالوں سے یا پھر میراں صاحبؒ کی ہدایت کے مطابق صرف قرآن وحدیث کی روشنی میں ہونا چاہیے۔ صوفیاء ومشائخ کے مکاشفات وتوجیہات کو عقائد کی بنیاد نہ بنایا جائے کیونکہ آپ نے خود تسلیم فرمایا ہے کہ عقائد میں احادیثِ آحاد بھی نہیں چل سکتی ہیں تو پھر توجیہات وتاویلات کیسے حجت ہو سکتی ہیں؟ ہاں! ان سے کسی ثابت شدہ عقیدے کی تائید وتقویت ضرور ہو سکتی ہے۔

خیر! یہ تو آپ کی مرضی کی بات ہے البتہ آپ نے اس عاجز پر اپنی کتاب میں خُرد برد اور کذب وخیانت کا جو الزام لگایا ہے میں نے متعدد علماء وعوام کے مطالبے پر اگلے صفحات میں اسی کا جواب دینے کی کوشش کی ہے، جس کا مقصد محض رفعِ الزام ہے اور کچھ نہیں۔

ترتیب اس طرح ہے کہ میں نے پہلے **قولہٗ** لکھ کر آپ کی عبارت باریک قلم سے نقل کی ہے اور **اقول** لکھ کر اپنا جواب جلی قلم میں تحریر کیا ہے۔ جب سلسلہ وار طور پر تمام الزامات اور اشکالات کو رفع کر دیا گیا تو اس کے بعد آپ کے ضمیمہ (۱) کی تحقیق کی ہے، جس میں آں جناب نے غیر مہدوی علماء کے میراں صاحب کے بارے میں تأثرات کو میری معلومات کیلئے شامل کیا ہے، میں نے ان اقتباسات کو ان کے مصادر سے رجوع کر کے اپنے جہل کو دور کرنے کی کوشش کی تو کچھ اطمینان حاصل ہونے کے بجائے حیرانی ہونے لگی کہ آں جناب نے مؤرخین اور علماء دین کی تحریرات پوری کیوں نہیں پڑھیں؟، اور اگر پڑھیں تو پھر نقل تأثرات میں دیانت سے کام کیوں نہیں لیا گیا؟ خیر! میں نے اپنی کتاب میں انہی بزرگوں کی ان ہی کتابوں سے صرف وہ عبارتیں جمع کر دی ہیں جو آپ نے ترک کر دی تھیں۔ میری نقل کی ہوئی عبارات آپ کی معلومات میں اضافہ کریں گی، ان شاء اللہ۔ اس کے بعد آپ کے ضمیمہ (۲) کے جواب میں اہلِ اسلام کے متواتر ومتوارث عقائد بدلائل نقل کر دیئے ہیں۔

آخر میں عرض ہے کہ اس تمام کاوش کے پیچھے میری نیت وہی ہے جو ''مطالعہ مہدویت'' کے مقدمے میں ظاہر کیا تھا — اگرچہ آنجناب نے اسے بھی مکر وفریب ہی کی سند دی ہے — مگر میری نیت اس کے علاوہ کوئی دوسری ہے ہی نہیں اس لئے میں اسی کو دُہراتا ہوں اور اللہ علیم وخبیر کو گواہ بناتا ہوں کہ میرا مقصد طرفین کی خیر خواہی اور حق وصداقت تک پہنچنے کی تمنا کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

واللہ علی ما نقول وکیل وصلی اللہ علی سیدنا محمد واٰلہ
وصحبہ اجمعین الی یوم الدین والحمد للہ رب العالمین

مطالعۂ مہدویت

کے جواب

ردّ قوی

میں اٹھائے گئے

اعتراضات کے جوابات

باسمہٖ تعالیٰ

وضاحت

کتاب کا یہ حصہ چونکہ جوابِ تنقید ہے وہ بھی ایسی تنقید کا جواب جس میں مصنف پر الزامات اور تنقیصات کی بوچھاڑ ہے اس لئے تحمل کے باوجود قلم کا کہیں کہیں سخت ہوجانا غیر اختیاری امر ہے، اس لئے قارئین سے پیشگی معذرت خواہ ہوں۔

''عرض حال'' کے رد سے متعلق

قولہٗ: یہ بات خاص طور پر محسوس کی گئی کہ سب اعتراضات صحیح حوالوں سے نہیں دیئے گئے ہیں بلکہ کئی حوالہ جات میں اُلٹ پھیر بھی کی گئی ہے۔ جس سے ان کا مفہوم کسی طرف سے ہٹ کر مہدویہ کی طرف ہوگیا۔ حوالوں میں لفظی تحریف کے علاوہ معنوی تحریف بھی جگہ جگہ محسوس ہوئی۔ (ص:۵)

اقول: (۱) اس کی وضاحت نہ ہوسکی کہ آپ حوالے صحیح نہیں ہیں کہنا چاہتے ہیں یا اقتباسات صحیح نہیں کہنا چاہتے ہیں، یا اعتراضات صحیح نہیں ہیں کہنا چاہتے ہیں؟ خاص طور پر آخر کیا محسوس کیا گیا؟

آیا میں نے حوالہ جات (یعنی کتابوں کے نام یا صفحات نمبر) میں اُلٹ پھیر کی ہے یا کتاب کی عبارات نقل کرنے میں؟ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

''حوالوں میں لفظی تحریف کے علاوہ معنوی تحریف بھی جگہ جگہ محسوس ہوئی'' کے جملہ سے یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ لفظ ''حوالہ'' سے آپ کی مراد ''اقتباسات'' ہی ہوگی، تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ جہاں اس لفظی و معنوی تحریف کا ثبوت آپ پیش کریں گے وہیں میں اس کا جواب دوں گا۔

قولہٗ: چونکہ یہ (کتاب) صرف بیس بائیس مرشدین کرام کو بھیجی گئی تھی، اسلئے اس پر زیادہ توجہ نہیں دی گئی کہ یہ کسی مجذوب یا مخبوط الحواس کی بڑ ہے اور کسی نے اس کے جواب کی طرف توجہ نہیں دی، اس کا غالباً قوی صاحب کو اُلٹا اثر ہوا اور انہوں نے سمجھ لیا کہ مہدویوں کے پاس ان کے (بچکانی) اعتراضات کا کوئی جواب نہیں ہے۔ (ص:۵)

اقول: کسی کے مذہب کی تحقیق کیلئے اس مذہب کے دو چار علماء سے رجوع کرنا بھی کافی ہوتا ہے، بیس بائیس مُرشدین کی خدمت میں تحقیق و تلاشِ حق کی غرض سے رجسٹرڈ پوسٹ کے ذریعہ ''مسودہ'' بھیجا گیا تھا اور اد باً خواہش کی گئی تھی کہ اگر میں نے غلط سمجھا ہے تو صحیح بات سے مطلع فرمائیں، اگر میرا مقصد تحریف و تبدیل ہی ہوتا تو طباعت سے قبل بیس بائیس مرشدین سے تحقیق کیوں چاہتا؟ یہ خود اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ عاجز مجذوب یا مخبوط الحواس نہیں تھا، اسی لئے الحمدللہ عقل و خرد اور احتیاط و دیانت سے کام لیا ہے۔

(۲) اگر مجھے آپ لوگوں کا یہ دستور معلوم ہوتا کہ بیس بائیس مرشدین کے پاس بھیجنا کافی نہیں تمام مرشدین یا تمام قوم کو بھیجنا ضروری ہے اسکے بغیر یہ بڑھانی اعتراض نہیں بن سکتا بچکانی ہی رہتا ہے اور اسی لئے اس کا کوئی جواب بھی نہیں دیا جاتا ہے، تو شاید طباعت سے قبل اس کی بھی کوشش کر لیتا کہ کم از کم سو مرشدین کو بھیجتا۔ مگر اب اس الزام کا کیا فائدہ؟

(۳) آپ ہی کے ہم مذہب جناب سید علی اکبر صاحب نے اپنے ماہنامہ ''تلاشِ حق'' میں مہدوی برادری کے سامنے میری ایک تقریر ــــــ جس میں، میں نے ''علماءِ مہدویہ'' کو آگے آنے اور علماء اہل اسلام کے ساتھ عقیدہ کے ان بنیادی مسائل پر تبادلۂ خیال کرنے کی دعوت دی تھی ــــ کو خوب اچھالا اور مرشدینِ قوم کو جھنجھوڑا، پھر ''مطالعہ مہدویت'' کے مسوّدے کے حوالہ سے غیرت دلائی کہ مرشدینِ قوم کیوں خاموش تماشائی ہیں تب بھی کیا یہ بات صرف بیس بائیس مرشدین تک ہی محدود تھی؟

(۴) بیس بائیس مُرشدین کو میں نے از راہِ دیانت و انصاف اپنا حاصلِ مطالعہ مسوّدے کی شکل میں رجسٹرڈ پوسٹ سے روانہ کیا تھا، بعض نے رکھ لیا، بعض نے واپس کر دیا، ایک صاحب نے جواب دیا تو اس میں ''اظہارِ غضب'' کے علاوہ کچھ نہ تھا، اس سے اگر میں نے یہ سمجھ لیا کہ آپ لوگوں کے عقائد وہی ہیں جو میں نے آپ کی کتب سے سمجھے ہیں، اور یہ کہ کم از کم بیس بائیس مرشدین میں سے ایک بھی اس لائق نہیں کہ کتاب و سنت کے واضح دلائل سے ان کا اثبات کر سکے، یا میرے نقل کرنے کی تردید کر سکے تو یہ میں نے ''اُلٹا'' سمجھا

یا "سیدھا" ؟ کم از کم آپ جیسے معمرو تجربہ کار بزرگ سے ایسے فضول تبصرہ کی توقع نہ تھی۔ فیاغربۃ العلم، ! کاش !ایک مخلص سائل کے سوالات کا جواب آپ اسی وقت دیدیتے تو یہ کتاب منظر عام ہی پر نہ آتی۔

قولہٗ: ان حالات میں ضروری ہوگیا کہ اس بے جا جرأت اور غلط بیانی کا جواب دیا جائے گروہ کے دوسرے علماء بھی اس کام میں لگ گئے ہوں گے۔ (ص:٦)

اقول: (۱) ان حالات میں یعنی بیس بائیس مرشدین میں سے کسی کی طرف سے جواب نہ ملنے کے بعد اگر میں نے "مہدوی برادری" سے ہمدردی کرتے ہوئے اپنی کتاب چھاپ دی تو یہ جرأت "بے جا" کیسے ہوئی ؟ آپ لوگوں کی جانب سے جواب دینے کی اہمیت کو محسوس نہ کرنے اور بچکانی اعتراض سمجھ کر نظر انداز کردینے کی غفلت البتہ ضرور "بے جا" کہی جاسکتی ہے۔

(۲) اب آپ کو "غلط بیانی" بھی نہیں کہنا چاہئے، اس لئے کہ میرے ششماہی انتظار کے دوران کوئی ایک مُرشدِ قوم بھی وضاحت کردیتا کہ "یہ عقائد ہمارے نہیں ہیں آپ نے ہماری طرف غلط منسوب کردیئے ہیں تو شاید میں طباعت کے اقدام سے باز بھی آجاتا، مگر اب پچھتاوے کیا ہووت؟

قولہٗ: تاکہ قوی صاحب نے "مطالعہ مہدویت" کے ذریعہ جو گندگی پھیلانے کی کوشش ہے اس کا سدباب ہوسکے۔ (ص:٦)

اقول: میں نے گندگی پھیلانے کی کیا کوشش کی؟ کیا "شواہد الولایت" میں مذکور باتیں "گندگی" ہیں؟

خیر! خواجہ بیدار شود بعد از خرابیٔ بسیار کے مصداق دیر ہی سے سہی، آپ حضرات جاگے! اور مجھے خوشی ہوئی کہ میرے اس اقدام نے "قرطاس وقلم" سے روٹھے ہوئے بزرگوں کو قلم اٹھانے اور آمادۂ رقم ہونے کا حوصلہ دیا۔ علم کی دنیا میں یہ لکھنا پڑھنا اور تبادلۂ خیال کرتے رہنا ہی "حقائق" کے اظہار کا سبب ہوتا ہے۔

قولہٗ: اس جواب کے لکھنے میں ان باتوں کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ: ۱) احادیث کی روشنی

میں مہدیؑ کے منصب اور مقام کا اظہار کیا جائے۔ ۲) قوی صاحب نے ہماری کتابوں کے حوالوں میں جو الٹ پھیر کی ہے اس کو واضح کیا جائے، اور حوالوں کو درست کیا جائے۔ احادیثِ شریفہ اور متقدمین نے مہدیؑ کے تعلق سے کیا کہا ہے اس کی اجمالی تفصیل۔ مہدیؑ کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمسری کے تعلق سے مصنف کی غلط بیانی اور اس کا ازالہ، احادیثِ شریفہ اور متقدمین کی تحریرات سے۔ حضرت میراں سید محمد مہدیؑ کے تعلق سے مصنف کا غلط نظریہ اور اس کا ازالہ۔

کتاب میں ضمیمہ کے طور پر احادیثِ شریفہ بھی دی گئی ہیں جن کی بنا پر مہدی موعودؑ کو معصوم عن الخطاء، مامور من اللہ، خلیفۃ اللہ، دافع ہلاکتِ امت، ہمسر رسول اللہ، مہدی کی اطاعت ضروری، مہدی کا انکار کفر وغیرہ کی تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔ ساتھ ہی ان احادیثِ شریفہ کو بھی شریک کیا گیا ہے جن کی بنا پر مہدیؑ کی پیدائش مشرق، ہندوستان اور پھر مشرقی ہند میں ہونے کے اشارے ملتے ہیں۔ جگہ جگہ احادیث سے بحث بھی کی گئی ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یہ احادیث حضرت امام میراں سید محمد جونپوریؑ پر صد فیصد منطبق ہوتی ہیں اس کے علاوہ یہ بحث بھی جگہ جگہ آئی ہے کہ احادیث میں چونکہ اختلاف ہے اس لئے مہدیؑ کی تصدیق کیلئے احادیث سے زیادہ آپؑ کے اخلاق کو اہمیت دی جاتی ہے اور اغیار کے مطابق مہدیؑ کے اخلاق پیغمبرانہ تھے۔ (ص:٦)

اقول: ان امور کا جائزہ ان شاء اللہ اسی جگہ لیا جائے گا جہاں یہ ذکر ہوں گے، فی الحال ہم آپ کی تمہید ہی میں چل رہے ہیں۔

سر دست یہاں بھی اتنا ذہن میں رکھ لیں کہ مہدی کے متعلق ہمارا نظریہ غلط نہیں ہے، آپ ہی کا غلط ہے، ہم تو ڈیڑھ ہزار برس سے امتِ مسلمہ کے سوادِ اعظم فقہاء ومحدثین اور علماء ومشائخ کا جو متفق علیہ اور بے غبار نظریہ ہے اسی پر قائم ہیں اور اسی کی وکالت کررہے ہیں؛ البتہ آپ لوگوں نے اس سے ہٹ کر دوسرا نظریہ بنایا ہوا ہے۔ گفتگو اسی کی چل رہی ہے، مسئلہ مہدی کے وجود اور ان کے اسم ونسب کا نہیں، بلکہ ان کی تعیین، معصومیت، ماموریت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی ہمسریت جیسے بنیادی اعتقادی امور کا ہے، جو آپ نے پیش کیا ہے جس کے لئے اب بھی آپ نے کوئی مفید ثبوت معتبر دلیل پیش نہیں کی ہے، جو

کچھ آپ نے پیش کیا ہے وہ یا تو ضعیف وموضوع روایات ہیں اور متنازع فیہ صوفیاء کے خیالات ہیں یا پھر آیات واحادیث ہیں تو تشریح غیر اجماعی ونا معقول ہے۔

جہاں تک ''اغیار'' کے اعتراف کا دعویٰ ہے تو معلوم ہونا چاہیے کہ انہوں نے بھی نفسِ مسئلہ میں آپ سے اتفاق نہیں کیا ہے، ضمیمہ میں آپ ان عبارات کو پڑھیں گے جو آپ نے اپنے رسالہ میں ترک کردی تھیں۔

> **قولہٗ:** اس کے علاوہ کتاب کے آخر میں ضمیمہ (۱) میں غیر مہدوی حضرات علماء ومؤرخین نے حضرت میراں سید محمد جونپوری مہدی موعودؑ کے تعلق سے جو کہا ہے اس کی تلخیص لگائی گئی ہے، اس سے ان علماء کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیاں دور ہوں گی۔ (ص:۶، ۷)

اقول: (۱) جب ضمیمہ اسی غرض سے لگایا گیا تھا اور وہ خود تلخیص تھا تو پھر یہاں تمہیدی بیان میں تلخیص کی تلخیص کر کے وقت کیوں ضائع کیا گیا؟ کیا محض رسالہ کی ضخامت بڑھانا مقصود تھا؟

(۲) کس قدر امانت داری سے آپ نے انہیں نقل کیا ہے اس کا جائزہ مطالعہ ضمیمہ کے دوران ہی لیا گیا ہے، آپ بھی میرا ضمیمہ ملاحظہ فرمائیں۔

> **قولہٗ:** اور بتلایا گیا ہے کہ یہ اپنے گھروں میں بزرگوں کی مزارات کے نام سے سونے چاندی کی اینٹیں دفن کر کے رکھتے تھے۔ وغیرہ۔ (ص:۸)

اقول: اولاً تو وہ دعویٰ بلا دلیل ہے، ثانیاً ایک واقعہ کے حوالہ سے ایک پوری جماعت علماء وصلحاء پر الزام لگانا تاریخ کو جھٹلانا اور پوری امت کو نکمّی ونا کارہ ثابت کرنا ہے۔

> **قولہٗ:** ان حوالوں اور اقتباسات کا ایک بار ضرور مطالعہ کریں تو ان کو خود معلوم ہوگا کہ مہدوی فقراء کے کردار میں اور ان علماءِ سو کے کردار میں کیا فرق ہے۔ (ص:۸)

اقول: جی ہاں! ہم نے ایک بار نہیں متعدد بار اور بہ غور مطالعہ کر لیا ہے اس مطالعہ سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ اس دور کے علماء سو ''خوش عقیدہ مگر بد عمل'' تھے اور فقراء مہدویہ ''صالح الاعمال والاخلاق مگر بد عقیدہ'' تھے۔ ان دونوں کے برخلاف جو علماء تھے عقیدہ وعمل میں سلف کے پیرو اور متبع شریعت تھے۔

”ایک گذارش“ سے متعلق

اس عنوان کے تحت صاحبِ رد نے امت کی موجودہ زبوں حالی کا دُکھڑا سنا کر علماء اہلِ اسلام کا اسطرح مواخذہ کیا ہے۔

قولہٗ: کیاان علماء نے کبھی مسلمانوں کی اس حالت پر غور کرنے کی زحمت گوارہ کی؟ کیا کبھی انہوں نے اُمت کی زبوں حالی پر قلم اُٹھانے کی جرأت کی یا کبھی انہوں نے کوئی ایسی تحریک چلانے کی کوشش کی جس کے ذریعہ مسلمانوں کو ان کا کھویا ہوا مقام مل سکے؟ یا پھر کبھی انہوں نے مسلمانوں کی تعلیم اور ان کے روزگار کی طرف توجہ دی؟ یا کم از کم انہوں نے کبھی اصلاحِ معاشرہ کی تحریک چلانے کی کوشش کی؟ ملت کی دوشیزائیں بغیر شادی کے بیٹھی ہوئی ہیں اور نوجوان جہیز کے فراغ میں اپنی ذمہ داری سے فرار اختیار کئے ہوئے ہیں مجبوراً بعض دوشیزائیں غیر مسلم لڑکوں سے شادی کر رہی ہیں قوم کی جوان بیوہ عورتیں بغیر عقد کے ویران زندگی گزارنے پر مجبور ہیں، کیا ان علماء نے کبھی اس طرف توجہ دی ہے؟ (ص:۹)

اقول: (۱) علماء اہلِ اسلام قوم وملت کے لئے مذکورہ بالا کاموں کی طرف بساط بھر توجہ دے رہے ہیں یا نہیں دے رہے ہیں، دائروں میں محدود ومحبوس رہ کر زندگی گذارنے والے فقراء اس کا اندازہ نہیں کر سکتے، دنیا جانتی ہے کہ قوم کے دینی، ملی، فلاحی اور سیاسی ہر میدان میں علماء اہلِ اسلام اپنا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔ بہتر تھا کہ ان غیر متعلقہ اور بر خود غلط اعتراضات کے ذریعہ دل کی بھڑاس نکالنے سے قبل اپنے گریبان میں منھ ڈال کر بھی دیکھ لیا جاتا کہ وہ خود قوم وملت کیلئے کیا رفاہی وسماجی خدمات انجام دے رہے ہیں؟ ہم اگر یتیموں اور طالبعلموں کے نام پر چندہ وصول کر کے خود پروری ہی کرتے رہتے تو لاکھوں حفاظ اور ہزاروں علماء ملک کو نصیب نہ ہوتے، لاکھوں مساجد کے ائمہ وخطباء، مفتیان کرام، معلّمین ومدرسین، مبلغین ودعاۃ اسی چندہ سے وجود میں آرہے ہیں۔ دینے والے مطمئن اور خوش ہیں کیوں کہ اس کو ثمرہ نظر آرہا ہے تو پھر دیکھنے والوں کے پیٹ میں درد کیوں؟

قولہٗ: ان ساری باتوں کا جواب نفی میں ہے۔ (ص:۹)

اقول: آپ لوگوں کے طبقہ میں نفی میں ہو تو ہو، ہمارے ہاں اس کا جواب نفی

میں نہیں ہے، یہ عاجز آپ کی مطعون جماعت کا ایک ادنیٰ فرد ہے، کبھی وقت نکال کر تشریف لائیں تو میں صرف اپنی خدمات دکھاؤں گا کہ چندہ لے کر اپنی پرورش کتنی کر رہا ہوں اور قوم کی خدمت کتنی؟ اس لئے کہ لیس الخبر کالمعاینۃ یعنی دیکھے ہوئے اور سنے ہوئے میں بہت فرق ہوتا ہے۔ ہمارے علماء کے کارنامے تو اتنے ہیں کہ آپ کے پاس ان کے سننے کی فرصت ہے نہ تاب! گھر بیٹھے تہمتیں دھرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

قولہٗ: ہم قوی صاحب اور ان کے ہم نوا علماء سے گذارش کرتے ہیں کہ وہ اختلافات کو ہوا دیکر اُمت کی بدخدمتی کرنے کے بجائے مشترکہ عقائد اور کلمہ توحید کی بنا پر پورے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر لانے کی کوشش کریں، اختلافات جو فقہی اور دوسرے عقائد پر ہیں ان کو نظر انداز کر کے ہر گروہ کو اپنے عقائد پر عمل کی آزادی دے کر صرف کلمہ توحید، رسالت، کلام پاک اور کعبۃ اللہ کی بنیاد پر قومی مسائل میں مسلمان ایک ہوں اپنی توانائیوں کو تعمیری سمت لگانا بہتر ہے نہ کہ تخریبی۔ (ص:۱۰)

اقول: (۱) ”اختلافات جو فقہی اور دوسرے عقائد پر ہیں“ یہ اردو میری سمجھ سے باہر ہے، پھر بھی مفہوم نکال کر عرض کرتا ہوں کہ بنیادی عقائد کی حفاظت اور اس کے سلسلہ میں علمی بنیادوں پر اظہارِ خیال، اور تبادلۂ دلائل امت اسلامیہ کی خصوصیت ہے اور اسی امتیاز نے حق کو ہر زمانہ میں قائم رکھا ہوا ہے، آپ بھی اپنے خیالات کے وجود سے لیکر آج تک یہ کام کرتے ہوئے آئے ہیں، اسکو بدخدمتی کا نام دینا اور اس سے گھبرانا بدذوقی و بیزارگی کی علامت ہے۔

(۲) آپ کے بقول کلمہ توحید، رسالت، کلام پاک، اور کعبۃ اللہ کی بنیاد پر متحد رہنا چاہیئے، لیکن اگر کسی کی کتابوں اور تحریرات سے انہی بنیادی مسائل کی اجماعی و اعتقادی شکل بگڑ رہی ہو، اور کوئی اللہ کا بندہ اس کی طرف توجہ دلائے تو اتحاد قائم رکھنے کا طریقہ یہی ہے کہ اس کو ثابت کیا جائے یا اپنی غلطی سے رجوع کر لیا جائے۔ نہ یہ کہ نالاں ہوا جائے۔

(۳) پھر یہ کوشش بھی اسی وقت تک کی جاتی ہے جب تک کہ سواد اعظم سے علاحدہ ہو کر اور اجماعی احکام سے ہٹ کر کوئی شخص بلا دلیل یا غیر معتبر دلائل سے کچھ نظریات قائم

کر لے اور اسی کو حقیقی اسلام سمجھ بیٹھے، ہاں! اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا نام استعمال کرے تو ایسے شخص سے کسی کو کیا اختلاف ہوسکتا ہے اور کیا ضرورت بحث ومباحثہ کی؟

قولہٗ: اللہ سبحانہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو اس سمت کام کرنے کی توفیق عطا کرے اور صحیح سمت کی جانب رہنمائی بھی کرے۔ آمین (ص:۱۰)

اقول: آمین ثم آمین

قولہٗ: ''مولانا'' نے اپنی دانست میں مہدویہ کی کتابوں کا مطالعہ کرکے ان کتابوں سے حوالے نقل کرکے ان کی تشریح مہدویوں سے مانگی ہے کیوں کہ موصوف کی نظر میں یہ حوالے غیر اسلامی ہیں، لیکن موصوف نے ان کے غیر اسلامی ہونے کی وجہ نہیں بتلائی اسلئے یہ ان کی خودساختہ رائے ہے۔ (ص:۱۱)

اقول: (۱) اپنی دانست میں مطالعہ کیسے کیا جاتا ہے یہ بھی کوئی بات ہوئی؟

(۲) حوالے نقل کرکے نہیں کہا جاتا، عبارات نقل کرکے کہئے

(۳) میں نے مہدوی علماء سے ان کی تشریح نہیں مانگی، کیونکہ عیاں راچہ بیاں۔ کتاب وسنت اور اجماعِ امت سے ان کا اثبات چاہا ہے۔

(۴) میرے نزدیک یہ حوالے غیر اسلامی نہیں ہیں، وہ عبارتیں جو میں نے ان حوالوں سے نقل کیں وہ اہل اسلام کے اجماعی عقائد سے متصادم ہیں۔

(۵) چونکہ یہ باتیں بدیہی البطلان تھیں، مجھے نہیں معلوم تھا کہ بات ''بولتا قاعدہ'' سے شروع کرنی پڑے گی، اسلئے ان معروف عقائد اسلام کے ساتھ دلائل نہیں لکھے گئے، اب جبکہ فریقِ ثانی کی سطحِ معلومات متعین ہوگئی تو اس کا لحاظ رکھا جائے گا ان شاء اللہ۔

(۶) مخفی مباد کہ آں بزرگوار نے بھی زیر نظر ''رد'' میں نصوص قطعیہ سے استدلال کا کوئی اہتمام نہیں فرمایا ہے۔

قولہٗ: ان حضرات نے کتاب ''مطالعہ مہدویت'' کی فراہم کردہ حوالوں پر بھروسہ کیا اور مہدویت کے معترضین کے حوالوں کی روشنی میں اپنی رائے دی۔ ان میں سے کسی نے بھی کسی بات کی تحقیق خود سے نہیں کی، اسلئے ان کی رائے بھی معاند کی رائے ہی ہوگی، کوئی غیر جانبدار رائے نہیں۔ اس لئے اراء میں وہی نقص ہے جو ایک معاند کی تحریرات میں ہوسکتا ہے۔ (ص:۱۱)

اقول: اس کی کیا دلیل ہے کہ انہوں نے تحقیق نہیں کی، اگر تخمین وقیاس ہی کافی ہے تو میں بھی یہ کہہ سکتا ہوں کہ آنجناب نے بھی جناب عابد خوند میری صاحب کی قریب الطبع کتاب ''نور الہُدٰی'' سامنے رکھ کر اسی کے اقتباسات آگے پیچھے کر کے اپنی قوم کو مطمئن کرنے کے لئے ایک ''رد'' لکھ مارا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ انہوں نے تو کچھ محنت اور مطالعہ کے بعد یہ مضمون جمع کیا تھا اور آنجناب نے یہ زحمت بھی گوارا نہ فرمائی۔

قولہٗ: ہم امید رکھتے تھے کہ یہ کتاب علمی، تحقیقی اور دینی علوم کا مرقع ہونے کے علاوہ مہدویت کا ایک غیر جانبدارانہ مطالعہ ہوگی، اس میں حسبِ ذیل باتوں کا خاص خیال رکھا گیا ہوگا۔

۱) مہدیؑ کے تعلق سے عالمِ اسلام میں جو عام تصور پھیلا ہوا ہے اس کا مطالعہ اور احادیث کی روشنی میں مہدی موعود علیہ السلام کی شخصیت، مقام اور بعثت کی اہمیت کا ذکر۔

منکرِ مہدیؑ کا مقام احادیث کی روشنی میں مہدیؑ سے متعلق احادیث پر بحث اس کے بعد حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعودؑ کے تعلق سے ان باتوں کا مطالعہ۔

۲) آپؑ کے نسب ''اسم'' وغیرہ کی تحقیق اور اگر کہیں پر مہدویہ کے مسلمات سے انکار ہو تو اس کا علمی اور تحقیقی ثبوت۔

۳) حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعودؑ کے کردار، دینداری، اتباع رسول وقرآن پاک کا غیر مہدوی ذرائع اور مہدوی ذرائع سے مطالعہ اور اگر کہیں سقم معلوم ہو تو اس کی نشاندہی وغیرہ

۴) پھر حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعودؑ کی تعلیمات ان کی تفصیل ان تعلیمات کا قرآن اور حدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں مطالعہ اور ان کی صداقت پر بحث قرآن وحدیث کی روشنی میں۔

۵) مہدوی دائروں کی زندگی کا مطالعہ۔ (ص:۱۱، ۱۲)

اقول: (۱) محترم! میں نے مہدوی مذہب کی بنیادی کتابوں کا مطالعہ کر کے ان میں جو باتیں اہلِ اسلام کے عقائد سے متصادم محسوس ہوئیں صرف ان کو جمع کیا، اور مرشدین قوم سے التجا کی کہ یہ وضاحت فرمائیں کہ یہ باتیں کیا کتاب وسنت کے مطابق ہیں؟ اگر ہیں تو ثبوت کیا ہے اور اگر نہیں ہیں تو ان کتابوں میں کیسے آ گئیں؟ یا بعد والوں کا ادراج واضافہ ہے؟ اس سیدھے سے سوال کو آپ خواہ مخواہ معمہ بنا رہے ہیں اور غیر ضروری عبارت آرائی کے ذریعہ اصل مسئلہ سے پہلوتہی فرما رہے ہیں۔

(۲) آپ نے جوتوقعات فرمائی ہیں وہ تومہدویت پرکسی پی ایچ ڈی کرنیوالے سے ہونی چاہئے تھیں جس کا کام مذکورہ بالاعنوانات قائم کر کے یاان سے بھی زیادہ پہلو نکال کرکئی جلدوں میں ایک بڑاذخیرہ تیارکرناہوتاہے۔میں آپ کے مذہب پر PHD نہیں کر رہا ہوں صرف آپ حضرات سے جاننا چاہتا ہوں کہ آیاان عقائد کا کتاب وسنت اوراجماعِ امت سے اثبات ہوتاہے یانہیں؟اس لئے اگرمیری کتاب سے آپ کی مذکورہ بالاتوقعات پوری نہ ہوئیں تو مجھ سے شکایت بےمحل ہے، یہ میری کتاب کے ناقص ہونے کی دلیل نہیں۔

(۳) موضوع کے مطابق گفتگو ہونی چاہئے یہ آپ حضرات کا عجیب طریقہ ہے کہ موضوع کچھ بھی ہواس میں غیرمتعلقہ بحثیں شامل کر کے اصل مسئلہ کومنظر سے ہٹادیتے ہیں، کسی کی کتاب پڑھو حشو وزوائدہی میں وقت خراب اورذہن منتشر ہوتا ہے، اصل مسئلہ کو ڈھونڈ کرنکالنا بھی مشکل ہوجاتا ہے۔

> قولہٗ: جوحوالے مہدویہ کتب سے دئے گئے ہیں وہ زیادہ ترچھٹی یاساتویں پشت یاحال کی کتب سے لئے گئے ہیں جبکہ موصوف کے پاس ہماری قدیم کتب بھی موجودتھیں، ان حوالوں میں بھی کہیں سرکاٹ دیاگیاہےتوکہیں پیر۔اس سے ان حوالوں کااصل مفہوم اورمقام بدل گیا۔ (ص:۱۲)

اقول: (۱) کیا کتابوں کی بھی نسل ہوتی ہے؟ چھٹی یاساتویں پشت یاحال کی کتب کا کیامطلب؟ آپ صرف اتنابتلائیں کہ میں نے اقتباسات نقل کرنے کے لئے جن کتب کا انتخاب کیاہےوہ مذہب کی معتبرکتب ہیں یانہیں؟نہیں ہیں تومیں علی الاعلان دستبردار ہوجاؤں گا،ساتھ ہی آپ دائرہ زمستان پوروالوں سے مواخذہ کریں کہ انہوں نے اس کتاب کومذہب کے معتبر ماخذکادرجہ کیوں دیاہے؟

(۲) پھر یہی بات آپ نے چندسطریں لکھ کراسی وقت کیوں نہ بتلادی جب میں نے جاننے کے لئے خط بھیجاتھا،اورطویل انتظارکیاتھا۔کیااس وقت یہ کتابیں معتبرتھیں اب غیرمعتبرہوگئیں؟

(۳) حوالوں (یعنی اقتباسات) کا سر اور پیر (بشرطیکہ ہوں) کاٹ دینے کی بحث آپ جہاں اٹھائیں گے انشاء اللہ وہیں میں بھی عرض کروں گا۔

> **قولہٗ:** حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے والد کا نام سید یوسف لکھا جو سراسر غلط ہے اور یہ شوشہ نہ معلوم کس نے چھوڑا ہے اس کے لئے ان کے پاس یا موجودہ مصنف کے پاس کوئی دلیل ہے نہ ثبوت۔ (ص: ۱۳)

اقول: (۱) انہوں نے تاریخ ہی کی ایک کتاب (نزہتہ الخواطر) سے لکھدیا ہے، یہ آپ کی اور اس مورخ کی لڑائی ہے ویسے میں اس پر اصرار بھی نہیں کرتا، کیونکہ میری کتاب کا موضوع میراں صاحب کے شخصی احوال کی تحقیق نہیں ہے، ان کے متعلق آپ حضرات کے جو عقائد ہیں ان کی تحقیق مقصود ہے۔ اب ان کا نام سید عبداللہ ہو، سید بڈ ہو، سید یوسف ہو یا سید خان۔ میں اس سلسلہ میں جناب عابد خوندمیری صاحب کے اس فیصلے کو کافی سمجھتا ہوں کہ موصوف نے میراں صاحب کے نام کے بارے میں متعدد اقوال مشہور ہوجانے کا اعتراف اور ان کی وجوہات پر طویل کلام کرنے کے بعد بحث کو اس طرح سمیٹا ہے، ''باپ دادا کے ناموں میں اختلاف کا ہونا اور بعض اوقات لقب کا یا عرف کا مشہور ہوجانا کوئی نئی بات نہیں ہے، تاریخ میں اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں''۔ (نور الہدیٰ ص: ۱۴)

> **قولہٗ:** اس میں (بہو کو اٹھ کر سینے سے لگانے میں) ان کو اسلامی اخلاق سے گرے ہوئے کیا اعمال نظر آئے ان کا تو ذکر نہیں۔ (ص: ۱۳)

اقول: آپ بھی اگر مدرس ہوتے اور اس سلسلہ کے نازک مسائل سے واقف ہوتے تو آپ کو بھی یہ عمل اس مرتبے والوں سے اجنبی معلوم ہوتا، آپ کو صرف یہ معلوم ہے کہ بہو محرم ہوتی ہے اس سے بھی قریبی محرم بہن، بیٹی اور ماں ہوتی ہے، کیا ہر ایک کا احترام ایک ہی طریقے سے کیا جاتا ہے؟ مسلم گھرانوں کا رواج جو آپ نے نقل فرمایا ہے، وہ اولاً تو رواج ہے اسلامی تعلیم نہیں، پھر اس رواج کی کیفیت بھی خُسر کے آگے سر جھکا دینا ہے جس سے زیادہ سے زیادہ سر سینے سے کبھی ٹچ ہوجائیگا، باقاعدہ اپنے سر کو سینے سے یا پیٹ سے لگا کر دعا کی التجا کرنا ـــــ جیسا کہ آپ نے لکھا ہے ـــــ مہدویہ میں ہو تو ہو عام مسلمانوں کے ہاں

لڑکیاں بھی اس سے حیا کرتی ہیں خود بزرگ مرد بھی شرم کرتے ہیں۔اور اس جگہ بات سر کو جھکا دینے یا آپ کے بقول سینہ یا پیٹ پر رکھ کر دعا چاہنے کی نہیں ہو رہی ہے بلکہ اٹھ کر سینے سے لگا لینے کی ہو رہی ہے۔اب بتلایئے کہ مدرس صاحب کا یہ سوال ان کے ذہن کی گندگی کو ظاہر کر رہا ہے یا پاکبازی کو؟

(۲) رہ گئی اسلامی اخلاق سے گرے ہوئے ایسے اعمال کی مثالیں ہماری کتب میں بے حساب مل جانیکی بات تو کیا اس بنیاد پر یہ مان لیا جانا چاہئے کہ مہدیؑ میں بھی ہونی چاہئے، دراصل یہ آپ کا وہ آخری تیر ہے جو ترکش کے خالی ہوتے وقت یاد آتا ہے، جب کہ دیگر فرقِ ضالّہ بھی جب بات علم وعقل سے بنتی ہوئی نظر نہیں آتی تو اسی کا دھونس دکھاتے ہیں۔

(۳) آپ کے ہاں عالیت پر عمل کا دعویٰ ہے اور میراں صاحب تو بقول آپ کے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے تابع تام ہیں، کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ عمل ثابت ہے؟

(۴) میرے اوپر بڑی قوت سے الزام لگایا تھا کہ میں نے اپنی تحریر مہدوی کتب کی تحریر میں اس طرح ملا دی ہے کہ پوری تحریر مہدوی بزرگ کی تحریر معلوم ہوتی ہے۔(صفحہ:۲) میں نے ایسا کہاں کہاں کیا جب آپ نشاندہی کریں گے تب اس کا جواب دوں گا، البتہ یہاں خود ہی اپنا طرزِ عمل دیکھ لیجئے کہ بزعمِ خویش حوالہ درست کرنے کی کوشش میں ۹ رسطروں پر مشتمل پیراگراف اس طرح پیش کیا ہے کہ عام آدمی کو پتہ بھی نہیں چل سکتا کہ شواہد الولایت کی عبارت کتنی ہے؟ اور یعقوب صاحب کی کتنی؟ الزام ہم کو دیتے تھے قصور آپ ہی کا نکل آیا۔

(۵) البتہ آپ کی اس بات سے مجھے پوری طرح اتفاق ہے کہ ''ہر کوئی اپنی فطرت کے مطابق ہی سوچتا ہے''۔

قولہٗ: یہ قوی صاحب کی کارگذاری ہے کہ لکھدیا کہ ''سورہ احزاب کی آیت ''ان المسلمین والمسلمات'' کے بارے میں میراں صاحب نے خبر دی ہے کہ یہ انھیں میاں بیوی کے حق میں نازل ہوئی ہے'' حالانکہ پورے حوالے میں اس آیت کے نزول کا کوئی ذکر نہیں اور غلط فہمی کے ازالہ کے لئے مصنف نے لکھدیا ہے کہ (یہ دس خصلتیں) اس جوڑے کے حق میں ہیں۔ قوی صاحب کی ایسی کارگذاری پوری کتاب میں کئی مقامات پر ملے گی۔ (ص:۱۵)

اقول: یہ آپ ’’حوالہ حوالہ‘‘ کیا لکھ رہے ہیں، ’’اقتباس‘‘ یا ’’عبارت‘‘ کہئے ’’حوالہ‘‘ صرف کتاب کے نام جلد نمبر صفحہ نمبر وغیرہ کو یعنی جہاں سے عبارت لی گئی ہے اس کے اتہ پتہ کو کہتے ہیں، آپ ہر جگہ حوالہ کے نام سے اقتباس پر تبصرہ کررہے ہیں، اس سے قاری کو ’’حوالے‘‘ غلط ہونے کا اشتباہ ہوتا ہے۔

(۲) بے شک ’’نازل‘‘ کا لفظ محولہ عبارت میں نہیں ہے، ہماری تعبیر میں ہے، ایسی واقعی غلطی مل جائے تو تسلیم کرلینے کا ہم نے خود ہی وعدہ کیا تھا، بلکہ اس کی نشاندہی کو آپ کا حق قرار دیا تھا، پھر آپ کا اس کو کارگذاری ــــ زیادہ صحیح لفظوں میں ’’کارستانی‘‘ ــــ قرار دینا بے معنیٰ ہے۔ انشاء اللہ ہم اپنی کتاب میں اس لفظ کو آپ کے شکریہ کے ساتھ حذف کردیں گے۔

(۳) اس لفظ کو الگ کرنے کے باوجود مسئلہ کا ثبوت آپ کے ذمہ ہے، کیونکہ اگر یہ صفات ان میں پائی جانے کی وجہ سے انہیں ان صفات کا مصداق قرار دیا جائے تو کوئی اعتراض نہ تھا۔ میراں صاحب کی اصل عبارت جو مبحوث فیہ ہے وہ صرف اس قدر ہے۔ ’’فرمانِ خدا ہوتا ہے کہ آیت: **ان المسلمین والمسلمات** الخ میراں سید محمودؓ اور بی بی کد بانو رضی اللہ عنہا کے حق میں ہے‘‘۔ ’’یہ دس خصلتیں‘‘ جو بریکیٹ میں بڑھایا گیا ہے وہ تشریح نہیں الحاق ہے، پھر جب میراں صاحب نے ’’یہ آیت‘‘ کہا تو مصنف کا ’’یہ دس خصلتیں‘‘ کہنا کیسا صحیح ہوگا؟ یہ بھی غور طلب ہے کہ بقول میراں صاحب جب فرمانِ خدا آیت کے بارے میں ہوا کہ یہ آیت ان دونوں کے حق میں ہے، تو پھر کسی آیت کا کسی کے حق میں ہونا خود اللہ تعالیٰ کہدے تو اسکو ’ان کے بارے میں نازل ہونا‘‘ نہیں تو اور کیا کہیں گے؟ آپ حضرات کی بنیادی غلطی یہی ہے کہ میراں صاحب کی تعلیمات کو ــــ باوجود یہ کہ ان پر ایک طویل عرصہ جذب وسکر کا گذرا ہے ــــ شریعت کی کسوٹی پر پرکھنا ضروری نہیں سمجھتے، اوران کی تاویل موافق کتاب وسنت کرنے کے بجائے بعینہٖ قبول کرلیتے ہیں، بلکہ اپنی فہم کے مطابق اسکی تشریح وتعبیر بھی کرلیتے ہیں، اسی طرح سیدین کے کلام کو ــــ جبکہ وہ

باقاعدہ علوم دینیہ متداولہ کے میراں صاحب کی طرح عالم بھی نہیں تھے اور بہ تحقیق علامہ شمس معصوم بھی نہ تھے —— کتاب وسنت کے خلاف ہونے کے باوجود قرآن وحدیث کی طرح اپنے اوپر لازم کر لیتے ہیں، اسی غلط فکر نے آپ لوگوں کو زمانۂ نبوت سے لے کر میراں صاحب کے دعوے سے قبل تک کے متفق علیہ اجماعی عقائد سے علاحدہ ہو جانے اور ایک جدید مذہبی خاکہ تشکیل کر لینے پر مجبور کر دیا، اہلِ اسلام میں جو عظیم مجددین ومصلحین میراں صاحب سے قبل وجود میں آئے تھے، انہوں نے بدعات وایجادات کو ختم کر کے دینِ محمدی کو کتاب وسنت کی روشنی میں اور انہی کے حوالہ سے مضبوط کیا تھا، برخلاف آپ حضرات کے کہ آپ حضرات نے نصرتِ دینِ محمدی کے نام پر میراں صاحب کو نبی کریم ؐ کے ہم مرتبہ اور ہم منصب بنا کر ایک متوازی دین کی تعمیر کھڑی کر دی۔ اور اب اس کو نباھنے کے واسطے بے جوڑ و بے قیاس باتیں بناتے چلے جاتے ہیں، چاہے وہ کسی اصول کے دائرے میں آتے ہوں یا نہ آتے ہوں۔

> **قولہٗ:** احادیث میں مہدی کا اسم مبارک سید محمد ہے لیکن معلوم نہیں کہ ان مولانا کو سید احمد نام کہاں سے مل گیا یا یہ ان کے ذہن کے پیداوار ہے؟ (ص:۱۵)

اقول: کن احادیث میں مہدی کا اسمِ گرامی ''سید محمد'' ہے؟ احادیثِ رسول ؐ میں یا احادیثِ مہدویہ میں؟ یہ بتلانا تو خیر آپ کا کام ہے، لیکن مولانا کو کہاں سے مل گیا وہ ہم بتلاتے ہیں کہ مہدی کے نام کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے صرف اسقدر خبر دی ہے ''یواطی اسمہ اسمی'' ان کا نام میرے نام کے مطابق ہوگا۔ یا رجل یسمی باسم نبیکم ایک شخص جو تمہارے نبی کے نام سے موسوم ہوگا۔ اور قرآن وحدیث میں آپ ﷺ کو محمد اور احمد دونوں ناموں سے موسوم کیا گیا ہے، دونوں نام صحابہ کرام ؓ سے آج تک آپ کیلئے بطور اسمِ ذاتی کے مستعمل ہیں، صفاتی وخطابی کے نہیں! خود حدیث میں بھی صراحت ہے۔
(ابوداؤد، ج:۲ رقم الحدیث ۴۲۸۳)

> **قولہٗ:** اس تحریر میں مہدی کو ''خلیفۃ اللہ لمہدی'' مان لیا گیا ہے، جو قوی صاحب کے عقیدہ کے خلاف ہے، وہ مہدی کو صرف ایک مرد صالح مانتے ہیں، مگر معلوم نہیں انہوں نے اس تحریر کو کس طرح شاملِ کتاب کر دیا؟ (ص:۱۵)

اقول: اس کو معصومیت سمجھوں یا چالاکی؟ ماشاءاللہ بہت بڑی غلطی پکڑ لی آپ نے! جنابِ عالی! ہم مہدی کے ''خلیفۃ اللہ'' ہونے کے منکر نہیں، خلیفۃ اللہ اپنے اسلامی مفہوم میں پہلے بھی ہوئے ہیں، آئندہ بھی ہوں گے، ہم میراں صاحب کے مہدی موعود ہونے اور اگر بالفرض وہی مہدی ہوں تو بھی ان کے "مامور من اللہ، مفترض الطاعۃ اور معصوم عن الخطاء" ہونے کے باطل عقیدہ کے منکر ہیں، ہمارے نزدیک اولین خلفاء و مہدیین سے لے کر مہدیٔ آخر الزماں تک سب کے سب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی، بغیر کسی اضافہ کے محض متبع سنت اور ان کے دین کے ناصر و محافظ ہیں۔ مگر آپ لوگوں نے تو ظاہر و باطن علاحدہ کر کے باطنی احکام کا ایک جال بچھا رکھا ہے اور صاف یہ کہتے ہوئے کہ دورِ رسالت میں تک کسی نے ان احکام کو سنا نہیں تھا۔ نیز میراں صاحب کے ظہور کے بعد ان کی ان مابعد نبوت تعلیمات کو تسلیم نہ کرنے اور اس دعوی باطل پر ایمان نہ لا کر صرف اور صرف شریعت محمدی کی اتباع کرنے والے آپ حضرات کے نزدیک کافر اور منافق ہیں، یا زیادہ سے زیادہ اہل کتاب کی طرح ہیں، جبکہ وہ بھی حکماً کافر ہی ہیں۔

> قولہٗ: یہ تحریر عبداللہ معروفی صاحب نے خودساختہ سنت الجماعت کے ایک بہت بڑے عالم یعنی سید ابوالحسن ندوی کی نقل کی ہے۔ (ص:۱۵،۱۶)

اقول: (۱) ہمارا مسلک ''سنت الجماعت'' نہیں ''اہل سنت والجماعت'' ہے اور یہ مبارک نام خودساختہ نہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشخص کردہ ہے، اور یہی عنوان آپ کے ہمارے درمیان حد فاصل ہے، ہم کہتے ہیں کہ کتاب وسنت اور تعاملِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دین کا معیار ہونا چاہئے ارشادِ نبوی "ما انا علیہ و اصحابی" کی روشنی میں اور آپ کے ہاں اس کے ساتھ میراں صاحب کے الہامات، اور بقول خود خلفاء وصحابہ کے ملفوظات و منقولات بھی اس میں ملا لئے جاتے ہیں، یہیں سے تو بات بگڑتی ہے۔

(۲) مہدی اور نبیؐ دونوں کے ہم مرتبہ ہونے کے بارے میں آپ کہیں آگے بتلانے والے ہیں کہ یہی صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کئی علماءِ اسلام کا عقیدہ تھا۔ اس وعدہ کو بھول نہ جایئے گا۔

قولہٗ: یہ مہدویوں پر سراسر بہتان ہے ''قوی صاحب کی کتاب کے اس ہی صفحہ یعنی صفحہ ۲۰ پر ابوالحسن ندوی صاحب کے حوالے یہ بھی تحریر ہے کہ ''بعض نے یہاں تک غلو کیا کہ اگر کتاب وسنت ان کے کسی قول وفعل کے مخالف ہوں تو کتاب وسنت کا اعتبار نہیں۔ جبکہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ''مذہب ما کتاب اللہ واتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یعنی میرا مذہب اللہ کی کتاب اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اتباع ہے۔ (ص:۱۶)

اقول: (۱) یہ بہتان نہیں احقاق ہے۔ ملاحظہ کیجئے......

ہم کسی وقت بھی کسی تفسیر کا مطالعہ نہیں کرتے بیان کے وقت جو آیت بے واسطہ سامنے آتی ہے اور اس آیت کا جو بیان اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکھایا جاتا ہے، اللہ کے امر سے اللہ کی مراد بیان کی جاتی ہے۔ شواہد الولایت ص:23 نیز اسی کتاب کا صفحہ 340، صفحہ 382 صفحہ 389

(۲) اور اگر ''مذہب ما کتاب اللہ و اتباع محمد رسول اللہ'' والا ارشاد گرامی ہی برحق ہے، میراں صاحب کا دعوائے مہدیت سے قبل و بعد یہی اعتقاد وعمل ہے اور آپ حضرات بھی اس کو دفع الوقتی کیلئے نہیں اصولِ مذہبی کے طور پر پیش کر رہے ہیں تو ماشاء اللہ تمام اہل اسلام کا یہی عقیدہ ہے، آیئے! بعد والوں نے کتب مہدویہ میں امام کے اس عقیدہ کے خلاف جو کچھ کہا لکھا ہے ہم اس کو کتاب وسنت کی کسوٹی پر پرکھ کر جانچ لیں اور امام کے اس عقیدہ کے خلاف جو ادراج والحاق یا الحاد اس میں پائیں ان کو میراں صاحب کی مبارک تعلیمات سے علاحدہ کر کے ہم سب ایک ہوجائیں، یہ خواہ مخواہ کی دوریاں ختم ہوجائیں گی، اور بقول آپ کے وقت کا تقاضۂ اتحاد بھی پورا ہوجائے گا۔ یہی ہمارا جی بھی چاہتا ہے کوئی ذاتی دشمنی تھوڑا ہی ہے؟

قولہٗ: چونکہ خلیفۃ اللہ مامور من اللہ ہیں اس لئے آپ پر مجتہدین جو خطاء سے محفوظ نہیں کی پیروی حرام ہے۔ (ص:۱۶)

اقول: محترم! پہلے آپ اسی مفروضہ کو کتاب وسنت سے ثابت کردیں، اسی کی تو آپ سے مانگ کی جارہی ہے، میرے مسلمات دین پر دلیل نہ دینے کا آپ نے باربار خوب شکوہ کیا ہے لیکن خود آپ نے اپنے مفروضوں پر کونسی دلیل شرعی پیش کردی ہے؟

قولہٗ: ایک حدیث کے مطابق مہدی کے کھلے دشمن فقہاء اور علماء ہوں گے کیونکہ ان کی حکومت ختم ہوجائیگی۔ (ص:۱۶)

اقول: دلیل مطلوب ہے، اس لئے کہ اگر علماء وفقہاء کُھلے دشمن ہوں گے تو صرف جہلاء وحمقاء اس کے ساتھ رہ جائیں گے، اور جو جاہلوں اور احمقوں کا امام ہوگا کیا وہ ''مہدی'' ہوسکتا ہے، ہم کو تو احادیث میں یہ ملتا ہے کہ علماء ان کے انتظار میں ہوں گے، وہ ان کو احادیث کی روشنی میں تلاش کرتے پھر رہے ہوں گے، مہدی اس ذمہ داری سے بچنے کی فکر میں ہوں گے، علماء ان کو رونما کر کے بیعت کی ابتدا کریں گے، اور یہ روایتیں ابونعیم حماد کی جو روایتیں اور ابن عربی کی جو عبارتیں آپ لوگوں نے رٹ رکھی ہیں ان سے زیادہ معروف ومتداول اور مضبوط ہیں۔ تفصیل کیلئے ضمیمہ (۲) ملاحظہ فرمائیے۔

قولہٗ: چاروں ائمہ میں سے جس کا مسئلہ مبنی بر عالیت ہو اس کو اختیار کریں اور رخصتی مسئلہ کو چھوڑ دیں۔ (ص:۱۶)

اقول: مگر عمل تو اس ہدایت کے برخلاف صرف کتبِ مذہب پر ہو رہا ہے، آج تک مہدوی علماء کی عالیت فقہاء پر مبنی کوئی کتاب فقہ یا مفتیان مہدویہ کے فتاویٰ پر مشتمل کوئی مجموعہ کہیں وجود میں آیا ہے؟ افسوس کہ ساڑھے چار سو برس سے آپ حضرات کی طرف سے کتاب وسنت اور اجماعِ امت کے برخلاف اپنے مزعومات کی حقانیت ثابت کرنے کیلئے سیاہ کے گئے چند صفحات کے علاوہ کوئی اور علمی خدمت کم ازکم اپنی قوم وملت کی فلاح وبہبود کے لئے بھی نہیں کی جاسکی۔ خود زیر نظر تبصرہ میں بھی آپ ابھی تک نوک وپلک درست کرنے میں مصروف ہیں، اصل موضوع سے دامن بچاتے جارہے ہیں، اگر بات صاف صاف اور دوٹوک کریں تو کسی کو کتمانِ حق کا موقع ملے گا نہ ہی الزام تراشی وکردار کشی کا۔ آپ کے بقول جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمسری وبرابری کے دعوؤں سے سینکڑوں صفحات آپ کی کتابوں کے بھرے پڑے ہیں تو ''مقامِ نبوت کی یہ توہین'' آپ کے حُبِّ نبی کے جذبہ کو کیوں نہیں چونکاتی؟

قولہٗ: مہدی کا فرمان ہے کہ آپ سے مروی روایات کو قرآن پاک سے ملا کر دیکھو اگر اس کے مطابق ہو تو یہ سچ ہے اور اگر قرآن پاک کے خلاف ہے یہ اس بندہ کی نہیں راوی کے سننے میں غلطی ہوئی ہوگی۔ ایسے واضح فرمان کی موجودگی میں کوئی عالم یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ قرآن اور سنت کا کوئی اعتبار نہیں۔ (ص:۱۶،۱۷)

اقول: کیوں؟ صرف قرآن پاک سے ملا کر دیکھو، کیا قرآن کے ساتھ حدیثِ رسول اور ان کے اجماعی مفہوم کا اعتبار ضروری نہیں؟ کیا خوارج وروافض اور معتزلہ بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی وغیرہ قرآن کا حوالہ نہیں دیتے؟ پھر جب علماء اسلام میراں صاحب کی بہت سی باتوں کو قرآن وحدیث اور اجماع کے خلاف ثابت کر رہے ہیں تو آپ پھر اپنے امام کی ہدایت کے مطابق اس کو تسلیم کیوں نہیں کر لیتے، اہل اسلام میں اس کا الحمدللہ اہتمام ہے کہ جو بات بھی کتاب وسنت اور اجماعِ امت کے خلاف ہوئی اس کو مسترد کر دیا گیا۔ خواہ وہ ائمہ مجتہدین نے کہی ہو یا ائمہ محدثین نے اور تو اور خلیفۂ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ —— جن کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صاف الفاظ میں فرمایا کہ اگر کوئی مُحدَّث میری امت میں ہوتا تو عمر ہوتے اور اگر میرے بعد نبوت کسی کو ملتی تو عمر کو ملتی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کی زبان سے حق کو جاری کرتا ہے —— کے سوال پر بھرے مجمع میں ایک عام مسلمان کھڑے ہو کر عرض کرتا ہے کہ اگر آپ ہمیں خلافِ شرع اسلامی کوئی حکم دیں گے تو ہماری تلوار آپ کو سیدھا کر دے گی۔ اور یہاں حال یہ ہے کہ میراں صاحب کی باتوں پر —— انکے مہدی ہونے پر امت کا اجماع نہ ہونے کے باوجود بھی —— محض اپنی طرف سے مہدی تسلیم کر کے سوائے اٰمنا صدقنا کے اور کچھ نہیں کہا جا سکتا تو پھر میراں صاحب کے اس فرمان ''مذہب ما کتاب اللہ واتباع محمد رسول اللہ'' کا فائدہ ہی کیا ہوا؟ واضح رہے کہ ہم میراں صاحب کے متضاد دعوؤں یا بعد والوں کی نقلوں کی وجہ سے یہ سب گفتگو کرنے پر مجبور ہیں، ورنہ ہمارا غالب گمان یہ ہے کہ یہ باتیں ان کی نہیں ہوں گی، بعد والوں کا جوشِ عقیدت میں کیا گیا الحاق واضافہ ہوگا یا پھر راجہ دلت رائے والے واقعہ کے بعد پیدا شدہ جذب وسکر کے زمانہ میں غیر اختیاری طور پر صادر شدہ شطحیات ہوں گی، پہلی صورت میں وہ ان غیر شرعی باتوں کے کہنے سے محفوظ ومظلوم اور دوسری صورت میں معذور رہیں مگر بہر صورت ان کی تعلیمات کا خلافِ شرع حصہ ناقابلِ قبول ہے۔

اسلئے ہمارے علماء بالخصوص مولانا سید ابوالحسن علی ندوی جیسے جہاں دیدہ اور نقاد مؤرخ نے ''تاریخِ دعوت وعزیمت'' جیسی محققانہ تصنیف میں تاریخی تضادات کے باوجود

انکی شخصیت کو مجروح ہونے نہیں دیا، اور اسی احتیاط کی وجہ سے ان باتوں کو غالی عقیدتمندوں سے منسوب فرمایا، جبکہ حقیقت بھی یہی معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

قولہٗ: اس ساری تحریر میں کئی باتیں خلافِ واقعہ بھی ہیں جیسے شیخ دانیال سے سلوک کی تعلیم حاصل کرنا واقعہ اس کے خلاف ہے جس کی تفصیل سیرتِ مہدی علیہ السلام کی کسی بھی کتاب میں دیکھی جاسکتی ہے بچپن ہی سے حضرت مہدی علیہ السلام اپنے استاذ کے کئی اشکال کو دور فرمایا کرتے تھے۔ (ص: ۱۷،۱۸)

اقول: (۱) خلافِ واقعہ کئی باتوں میں سے صرف ایک کی طرف نشان دہی کی گئی ہے جب کہ یہ صفائی خود خلافِ واقعہ ہے ''اپنے استاذ'' کا لفظ بتلا رہا ہے کہ شیخ دانیال میراں صاحب کے استاذ تھے، جب وہ استاذ تھے تو یہ شاگرد تھے۔

(۲) رہ گیا یہ کہ ''وہ اپنے استاذ کے کئی اشکال دور فرمایا کرتے تھے'' اولاً تو یہ ''کئی'' بھی اوپر والے کئی کی طرح ہوگا، دوسرے اگر کر بھی دیا کرتے تھے تو اس سے تلمذ و شاگردی کی نفی تو نہیں ہوتی، ہر زمانہ میں بعض ذہین طلبہ خود اپنے استاذ کے علم وفہم میں اضافہ کا سبب بن جایا کرتے ہیں، اس کی وجہ سے کوئی سلیم الطبع اور احسان شناس استاذ کی استاذی کی نفی نہیں کرسکتا۔

(۳) خلافِ واقعہ کئی باتوں میں سے یہاں ایک ہی پر اکتفا کرنے کا راز — جبکہ آپ ہمارے ایک ایک لفظ کی گرفت کرتے ہوئے آرہے ہیں — یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگلی سطروں میں اسی اعتراف سے کام لیکر آپ یہ ثابت کرنا چاہ رہے ہیں کہ یہ صفات وکمالات جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں بھی ملتی ہیں تو مان لینا چاہئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میراں صاحب دونوں ذات وصفات میں یکساں ہیں، — نعوذ باللہ — پھر اگر یہی ثبوت ہے ''مساوات نبی ومہدی'' کا تو جناب عالی کو غور کرنا چاہئے کہ اس قسم کی مجاہدانہ وزاہدانہ زندگی صرف میراں صاحب کی خصوصیت نہیں ہے امتِ محمدیہ میں ایسے ہزاروں بزرگانِ دین مل جائیں گے جنھوں نے ایسی بلکہ اس سے بھی زیادہ مجاہدانہ وزاہدانہ زندگی گذاری ہے تو کیا وہ سب ہمسر رسول یا بقول آپ کے مساوی رسول ہوجائیں گے؟ ان سطحی باتوں سے

آپ لوگ کس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مراتبِ عالیہ لامثالیہ کا مذاق بناتے ہیں، ایک غیر تمند امتی ان باتوں کو کبھی گوارانہیں کرسکتا، بلکہ عام مہدویہ سے بھی ہمیں توقع نہیں کہ وہ اس کی جرأت کرسکیں۔ بریں عقل و دانش بباید گریست

قولہٗ: یہ چند حوالے بطورِ نمونہ پیش کئے گئے ہیں تاکہ اُن علماء کے حقیقی چہرے ظاہر ہو جائیں، اُن علماء نے قوی صاحب کی کتاب کو شستہ، سلیس، شگفتہ زبان، سنجیدہ، متین اور پُروقار اندازِ بیان وغیرہ القاب سے نوازا ہے لیکن ہم نے جب اُس کا مطالعہ کیا تو پایا کہ یہ کتاب جھوٹ، بہتان، حوالوں میں الٹ پلٹ کے علاوہ جگہ جگہ طنزیہ جملوں اور ناشائستہ القاب اور قرآنِ پاک کے حکم کے خلاف گروہ مہدویہ کے بانی مہدیِ موعود کی شان میں گستاخیوں اور بے جا جرأت سے بھری پڑی ہے۔ (ص:۱۹)

اقول: کیا ابھی یہ چند اور بطورِ نمونہ ہیں؟ بہتر تھا کہ آپ ہر سطر ہی پر تبصرہ فرمادیتے ایسی بھی کیا جلدی تھی کہ سیکڑوں کتابت کی غلطیوں اور املاء و تحریر کی مضحکہ خیزیوں کے ساتھ بس کچھ اٹھا پٹک کردی ہے۔ بے ربط و بے جوڑ تبصرے کہ بات کہاں سے شروع کی، کہاں ختم کی اور کیا کہنا چاہتے ہیں کچھ پتہ نہیں چل رہا ہے، اللہ ہی رحم فرمائے، لگتا ہے کہ ''مطالعہ مہدویت'' کے شیوع اور قوم کے متأثر ہونے کا خوف کھائے جارہا ہے، یا قوم کا پریشر بڑھتا جارہا ہے کہ ''مرشدیت'' کا فریضہ ادا کرو اور جواب دو۔

قولہٗ: مہدی نے کوئی نیا مذہب، نئی شریعت نہیں لائی۔ حضرت مہدی کے ان ارشادات کی روشنی میں ان کی تعلیمات اور ان کے اعمال کو دیکھنا چاہیے نہ کہ کسی غیر مہدوی معاند کی تحریرات کی روشنی میں۔ مہدیِ موعود کی تعلیمات کو قرآن اور حدیث کی کسوٹی پر جانچنا چاہیے، نہ کہ کسی مسجد کے تنخواہ دار پیش امام کی تحریرات پر! (ص:۱۹،۲۰)

اقول: ۱) جیسے جیسے مشکلات بڑھتی جارہی ہیں آپ کے رویےّ اور قلم کا تیور تیز ہوتا جارہا ہے، خیر ہم ہی صبر و ضبط سے کام لیتے ہیں، عمر کا احترام بھی ملحوظِ خاطر ہے۔

۲) ''مہدی نے کچھ بھی نہیں لایا ہے نہ نیا مذہب نہ نئی شریعت'' فرما کر کہیں آپ دوسروں کو الزام دینے کی دُھن میں اپنے مذہب کا انکار تو نہیں کر رہے ہیں؟

اگر انہوں نے کچھ بھی نہیں لایا ہے تو پھر بات ہی کیا رہ جاتی ہے؟ میں یاد دلاتا ہوں

کہ انہوں نے کیا لایا ہے!

> ''فرمایا آپ نے جو کوئی حکم میں بیان کرتا ہوں خدا کی طرف سے اور خدا کے حکم سے بیان کرتا ہوں، جو کوئی ان احکام سے ایک حرف کا بھی منکر ہوگا وہ اللہ کے پاس پکڑا جائے گا''۔
> (شواہد: ۳۴۰)

پھر یہ جو احکام میراں صاحب دیتے ہیں، علومِ متوارثہ سے اخذ نہیں کرتے، پچھلے علماء کی تفاسیر نہیں پڑھتے، قرآن کریم کے سمجھنے میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مدد نہیں لیتے بلکہ ''جو بیان اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکھلایا جاتا ہے اللہ کے امر سے اللہ کی مراد بیان کی جاتی ہے''۔

قرآن کے وہ معانی جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں نہیں سنئے گئے تھے سنائے گا۔ (ص: ۴۵/۲۴۴)

خود آپ نے اپنے ضمیمہ میں فرہنگِ آصفیہ کے حوالہ سے ''فرقۂ مہدویہ کے عقائد کا دارومدار'' جن امور پر ثابت کیا ہے ان میں سب سے پہلا نمبر ہی ''مہدوی مذہب کا معتقد ہونا ہے'' (ص: ۹۵) پھر آپ ہی کہہ رہے ہیں کہ مہدی نے کوئی نیا مذہب نہیں لایا ہے۔

۲) یہ بات بالکل صحیح ہے کہ مہدیٔ موعود کی تعلیمات کو قرآن وحدیث کی کسوٹی پر جانچنا چاہیے، آپ کے معتقدات کو قرآن اور حدیث کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے تو کھرے نہیں اُترتے، اسی لیے تو آپ سے کتاب وسنت اور اجماعِ امت سے ان اعتقادات کی صحت ثابت کرنے کا مطالبہ کیا جارہا ہے۔ اگر ہم کو پرکھنا صحیح نہیں آتا ہے تو آپ ہی اصولِ شرع پر فٹ کر کے بتلا دیجئے، ہم اپنی غلطی تسلیم کرلیں گے، بشرطیکہ یہ فٹنگ اصول شرع کے موافق ہو۔

> **قولہٗ:** یہ بات عجیب سی لگتی ہے کہ بات مہدی کی ہو رہی ہے اور صیف صاحب پیغمبروں کی بعثت کی کر رہے ہیں۔ (ص: ۲۰)

اقول: ۱) جی ہاں! آپ لوگوں نے نبوت اور نبی کے الفاظ استعمال کیے بغیر مہدی

کے نام پر جو کچھ گھڑا ہے وہ ایک مستقل نبی ہی کی مثال ہوسکتی ہے، اس لیے مولانا نے پہلے اس مسئلہ کی وضاحت کی ہے، تاکہ آگے گرفت صحیح ہوسکے۔

۲) آپ ان چاروں وجوہات سے بھی مہدی کی ضرورت ثابت کرسکتے تھے آپ کے پاس ویلمی، رویانی، فتوحات، فصوص البرہان مؤلف محمود حیدری جیسے مفسرین ومحدثین کی کوئی کمی تو نہیں ہے، مگر آپ نے چار کے بجائے صرف دو کو لیا ہے، پھر بے سروپا فلسفہ بگھار کر ان میں سے ایک کی تکمیل کے لیے مہدی کی ضرورت اور دوسری وجہ کی بنیاد پر عیسیٰ کی ضرورت کا اظہار کیا ہے، تیسری اور چوتھی کو نہیں چھیڑا اس واسطے کہ غالباً اس میں کھینچ تان کے مہدی کی ضرورت پر فٹ کرنے کا کوئی راستہ نہیں ملا ہوگا۔

۳) کیف تھلک الخ کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے، آپ بار بار دہراتے ہیں کہ عقیدہ حدیثِ آحاد سے ثابت نہیں ہوسکتا، جب احادیثِ آحاد صحت کے درجہ پر ہونے کے باوجود صرف ظن کا فائدہ دیتے ہیں اور ان سے عقیدہ کی داغ بیل نہیں ڈالی جاسکتی تو ایسی روایت جو صحاح وسنن میں بھی نہیں ملتی اس سے عقیدہ کی بنیاد کیسے پڑسکتی ہے؟ اتفاق سے شما بدولت کی جھولی میں جتنی روایات ہیں وہ اسی قبیل کی ہیں۔

۴) پھر اس حدیث سے بھی تو صرف مہدی کا دونوں کے وسط میں ہونا ثابت ہوتا ہے، یہ وسط دسویں صدی ہجری ہے اس کا علم کیا کسی آسمانی ندا اور غیبی صدا سے ہوا ہے؟ اس حساب سے نزولِ عیسیٰ کیلئے بیسویں صدی بھی طئے ہوجاتی تو اچھا تھا۔

۵) علماء وفقہاء ہی تو ہیں جو دجل وتلبیس کا پردہ چاک کرتے ہیں، اسی لئے اہل حق کو علماء سے محبت ہوتی ہے اور اہل باطل کو نفرت!

قولہ: اگر آپ تصوف کے قائل نہیں تو یہ الگ بات ہے۔

اقول: معاف کیجئے! ہم تصوف کے نہ صرف قائل ہیں بلکہ پیری مریدی بھی کرتے ہیں، لیکن دسویں صدی کے صوفیا والا تصوف نہیں جن میں بقول آپ کے ''اسلامی شریعت سے دلچسپی نہیں تھی، تصوف کو یہ لوگ زیادہ اہمیت دیتے تھے''۔

قولہٗ: ملاؤں مفتیوں اور فقہاء نے حیلہ کے ذریعہ سے زکوٰۃ اور دوسرے فرائض سے بچنے کے عجیب طریقے اختیار کررکھے تھے۔ (ص:۲۱)

اقول: ۱) یہی تو ایک شخصیت ہے جس نے قبروں میں سونے کی اینٹیں چھپا رکھی تھیں اور یہی شخص زکوٰۃ سے بچنے کا حیلہ کیا کرتا تھا، ہم نہ اس کو مہدی کہہ رہے ہیں نہ ولی، آپ صفحات کے صفحات دسویں صدی کا نقشہ فٹ کرنے میں برباد کررہے ہیں تاکہ اصل بات سردخانے میں چلی جائے۔

۲) یہ بھی محلِ غور ہے کہ دسویں صدی میں صرف مخدوم الملک ہی ایک ملا نہیں تھا، ہزاروں علماء فقہاء اور ملا لوگ موجود تھے، ایک آدھ شخص کی وجہ سے تمام علماء وفقہاء کی یہی صورتحال بتلانا تاریخ کا خون کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟

قولہٗ: کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی مثال دین کو بدل دینے کی مل سکتی ہے؟ (ص:۲۲)

اقول: مخدوم الملک کتنا بھی بدعمل رہا ہوگا، اس نے دین بدلا نہیں تھا، بدعملی کے حیلے کررہا تھا، اگر اس کو دین بدلنا ہوتا تو زکوٰۃ کے حکم ہی کو کالعدم کرلیتا، دین تو آنجناب کے مذہب میں اس طرح بدلا گیا ہے کہ اس کی مثال ملنی مشکل ہے، یہ تو اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کا مصداق ہے۔

قولہٗ: مشکوٰۃ اور صاحبِ مرقاۃ نے بھی اس حدیث کی اسناد کو سونے کی زنجیر کہا ہے اس لیے اس دور یعنی دسویں صدی ہجری (وسطِ امت) میں مہدی علیہ السلام کی پیدائش یقینی اور ضروری ہے۔ (ص:۲۳)

اقول: صاحبِ مرقاۃ نے تو کہا ہوگا مگر مشکوٰۃ کس محدث کا نام ہے؟ اس حدیث کی سند سلسلۃ الذہب ہو کہ سلسلۃ الدرر، اس سے مہدی کی دسویں صدی میں پیدائش یقینی اور ضروری کیسے ہوگئی؟ جذبات سے مغلوب ہو کر آپ کیا کیا کہہ جاتے ہیں کچھ آپ کو بھی پتہ ہے؟ میرا خیال ہے کہ ایک دفعہ آپ اپنی کتاب کا خود مطالعہ کرلیں تو ایک اور شاندار رد تیار ہوسکتا ہے۔

قولہٗ: رحمانی صاحب کی دوسری ضرورت بعثتِ نبی یا رسول کی یہ ہے الخ (ص:۲۳)

اقول: اس عبارت کو اور اس کے بعد کے پورے پیراگراف کو ایک دفعہ آپ بھی پڑھ لیجئے، غالباً لکھتے وقت آپ کا منشا ؏ ''کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی''...... رہا ہوگا۔

> **قولہٗ:** ہم قارئین کے علم میں یہ بات تازہ کردینا چاہتے ہیں کہ جو کوئی حضور ﷺ پر بہتان باندھے یا آپ ﷺ کی احادیث میں کمی زیادتی کرے اس کا ٹھکانہ دوزخ کا آخری درجہ ہے۔
> (ص: ۲۴)

اقول: مولانا رحمانی صاحب اس حدیث کے مصداق تو اپنے مدعا کو احادیث سے ثابت نہ کرسکنے کی صورت میں ہوں گے، آنجناب نقد اس انجام کے مستحق ہیں اگر حدیث میں ''دوزخ کا آخری درجہ ہے'' کے الفاظ نہ بتا سکیں۔

۱) حدیث میں ہے امام مہدی امت میں دین کو نافذ کریں گے، دین کا یہ کامل نفاذ خلفاءِ راشدین کے دور ہی میں ہوا ہے، خود نبی ﷺ نے ان کے دور کو راشدہ یعنی ہدایت یاب دور اور ان کے بعد کے ادوار کو ملوک و جبابرہ کا دور فرمایا ہے، نیز آپ نے ان کے زمانہ کو خیر القرون قرار دیا ہے۔ اس لیے اس کے بعد جس دور میں بھی اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا اور دین کا پختہ نفاذ ہوگا اسے خلافتِ راشدہ کی نشاۃِ ثانیہ ہی کہا جائے گا اس کو خلافتِ راشدہ کے مبارک دور سے تشبیہ نہ دی جائے تو پھر کس سے دی جائے؟ یہ آپ کی مشکل ہے کہ مہدی کے لیے نبوت سے کم درجہ کی کسی تمثیل کے لیے راضی نہیں ہوتے۔

۲) مہدی کے لیے احادیث میں خلیفۃ اللہ کا لفظ تو استعمال ہوا ہے، معصوم عن الخطا وغیرہ کے القاب کا ہمیں علم نہیں، نہ آپ کے پاس کوئی معتبر دلیل ہے، محض ظن وتخمین سے قائم کیا گیا مفروضہ ہے، نیز خلیفۃ اللہ کے ساتھ ساتھ ان کا کام اور مقام بھی احادیث میں مصرح ہے، جس کی روشنی میں ان کا معصوم عن الخطا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی جدید دعوت پر مامور ہونا ثابت نہیں ہوتا، اسی لیے آپ لوگوں سے قبل اہلِ اسلام میں مہدی کے بارے میں ایسا عقیدہ نہیں تھا، اگر کسی نے لکھا ہے تو آپ کتاب اور اس کی عبارت کا مکمل حوالہ دیں، اس لیے کہ آپ لوگوں کی محولہ کتابیں لائبریریوں میں عدمِ دستیاب ہیں، بلکہ لگتا ہے کہ خود آپ نے بھی کبھی نہیں دیکھی ہیں، نقل در نقل ہوتا آرہا ہے، نیز ایک آدھ کسی عالم کا ایسا خیال پہلے بھی رہا ہوگا تو وہ اجماعِ امت کے برخلاف ان کا تفرد کہلائے گا جو حجت نہیں ہے۔

۳) مہدی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی ہدایت اور صلاح وفلاح کیلئے ظاہر کی جانے والی ایک شخصیت ہے، جن کی علامات بقول آپ کے بھی انہی (زیر تبصرہ کتاب ص:۲۶) آحاد احادیث سے معلوم ہوئی ہیں جو ''ظنی الثبوت'' ہیں قطعی الدلالۃ نہیں اور ''جن پر عقیدہ جیسے مسئلے کا مدار نہیں رکھا جا سکتا'' تو پھر ایسی شخصیت کو ''مردِ صالح، ولی اللہ اور داعیِ اسلام وحامیِ دین'' سے زیادہ کیا سمجھا جا سکتا ہے؟ کسی کا معصوم ہوسکنا اور متعین شخصیت سے منصبِ مہدیت کا انکار کرنے کا کفر ہونا کسی نصِ قطعی ہی سے ثابت ہوسکتا ہے، اسی لیے آپ سے اسی قدر چاہا جا رہا ہے کہ آپ نے کس قطعی الثبوت دلیل ظاہر المعنیٰ آیت اور متواتر حدیث سے یہ عقیدہ نکالا ہے؟ آپ کے پاس اسکے علاوہ ہر بات ہوسکتی ہے مگر اس کا کوئی جواب نہیں!

۴) انکارِ مہدی کے کفر ہونے کی بات کرتے وقت آپ یہ بھول جاتے ہیں کہ ظہور مہدی —— جو قطعی الثبوت ہے —— کا انکار کسی کو نہیں ہے، یہاں مہدی کے معصوم ہونے اور کسی خاص شخصیت ہی کے مہدئ موعود ہونے کی بحث چل رہی ہے۔ پھر وہ بھی اس مہدی کی بات ہے جس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہے، لغوی طور پر کسی ہستی کے ہادی و راہنمائے قوم کے طور پر مہدی ہونے میں بھی کوئی اشکال نہیں کیونکہ امتِ محمدیہ کی تاریخ ایسی ہزاروں ہستیوں سے بھری پڑی ہے، وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ کسی عبقری شخصیت کو وجود میں لاتا ہے اور ان کے ذریعہ لاکھوں بندگانِ خدا کو ہدایتِ دین وایمان اور صلاح وتقویٰ سے سرفراز فرماتا رہتا ہے، ان میں بلاشبہ ایسی ہستیاں بھی ہیں جن کا دائرۂ اثر اور قوتِ افاضہ میراں صاحب کے اثر وافاضہ سے کہیں زیادہ ہے اور امت میں مقبولیت کے اعتبار سے بھی ان کا قدم کہیں زیادہ راسخ ہے۔

۵) اور آپ کو یہ بتلانا ہے کہ ''میراں صاحب'' کے زمانہ میں دنیا یا کم از کم دنیا کا اکثر حصہ عدل وانصاف سے بھر گیا تھا؟ کیا اتنی دنیا بھی ہدایت یاب ہوئی تھی جتنی کہ خلفاءِ راشدین کے دور میں ہوئی تھی؟ اگر کوئی ایسا کہتا بھی ہے تو تاریخ کو جھٹلانے اور آفتاب کو چراغ دکھانے کی کوشش کرتا ہے۔

۶) مولانا نے جتنی باتیں امامِ مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لکھی ہیں وہ ان روایات سے مضبوط اور مستحکم احادیث میں پائی جاتی ہیں جو آنجناب نے ضمیمہ میں جمع فرمائی ہیں، پھر اس کے باوجود بھی آپ کو ـــــ جس نے پہلے ہی یہ طئے کر دیا ہے کہ احادیثِ مرویہ میں صرف مہدی کا نام اور ان کے والد کا نام قطعی اور متواتر ہے باقی احادیث آحاد ہیں اور وہ صرف ظن کا فائدہ دیتے ہیں، ان پر عقیدہ کا مدار نہیں رکھا جا سکتا (زیر تبصرہ کتاب ص:۲۶) ـــــ یہ حق نہیں پہونچتا کہ مخالف کے ایک بڑے عالمِ دین کو خواہ وہ آپ کے خیال میں آپ کی جوتیوں کے برابر ہی کیوں نہ ہو ''ارے تُرے'' سے یاد فرماویں کیوں کہ اخلاق بھی دنیا میں کوئی چیز ہے۔

۷) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئیوں کو نقل کرنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقام کو گھٹانا ہے نہ مہدی کے مقام کو بڑھانا، اگر آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ـــــ جن کی فضیلت قرآن کریم کی ایک نہیں کئی کئی قطعی نصوص اور احادیثِ صحیحہ کے جمِ غفیر سے ثابت ہے ـــــ کے مقام کو اپنے مفروضہ مہدی کے مقابلہ میں خاطر میں نہیں لاتے تو ''دوسروں کو نصیحت خود کو فضیحت'' کا مصداق بننے کا کیا فائدہ ہے؟

۸) دنیا میں امن وامان اور خوشحالی کے قیام کے لیے کوئی عادل حکمراں اور صالح خلیفہ کافی ہے، اس کے لیے اس کا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے افضل ہونا کوئی ضروری نہیں ہے، بلکہ حدیث میں تو یہاں تک آیا: ان اللہ لیوید ھذا الدین بالرجل الفاسق۔ اس لیے یہ اشکالات محض کم علمی اور بدفہمی سے ناشی ہیں۔

> **قولہ:** مہدی علیہ السلام اور رسول مقبول ﷺ کی ہمسری کے صرف ہم مہدوی ہی قائل نہیں ہے بلکہ سنت والجماعت کے متقدمین جید علماء جیسے حضرت محی الدین ابن عربیؒ، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت راجو قتالؒ وغیرہ بھی ہیں، اس سلسلہ میں ضمیمہ میں کچھ احادیث دی گئی ہے جن کا مفہوم یہ ہے کہ دورِ صحابہؓ اور تابعین کا عقیدہ بھی یہی تھا۔ (ص:۲۶)

اقول: ۱) اچھا ہوتا کہ زحمت کر کے چند صحابہ چند تابعین چند محدثین وفقہاء کی یا کم از کم ایک دو ہی کی عبارات بھی بحوالۂ معتبر کتب نقل کر دیتے، تاکہ ہمارے لیے بھی ازدیادِ

علم کا سبب ہوتا اور اسی کے ساتھ ساتھ غور و فکر کا راستہ کھلتا۔

۲) ضمیمہ کی کسی حدیث میں یہ عقیدہ نہیں ملا، اگر آپ نے زبردستی ان سے کوئی مفہوم لے لیا ہو تو علاحدہ بات ہے۔

> **قولہٗ:** مہدی علیہ السلام کے تعلق سے تواتر المعنیٰ صرف آپ علیہ السلام کا نسلِ فاطمہؓ سے ہونا، آپ علیہ السلام کا نام محمد ہونا، آپ علیہ السلام کے والد کا نام عبداللہ ہونا اور اللہ جب چاہے گا آپ علیہ السلام کو اپنے دین کی نصرت کیلئے مبعوث فرمائے گا اس کے علاوہ جتنی علامتیں ہیں وہ سب ظنی ہیں اور ظنی احادیث سے عقیدہ بنانا غلط ہے اور اس پر اسرار کرنا کفر ہے۔ (ص:۲۶)

اقول: ۱) یہ اصول یاد رکھیے، اور اپنے پورے ضمیمہ کو جو ایسی ہی آحاد احادیث بلکہ انتہائی ضعیف اور بعض موضوع احادیث پر مشتمل ہے، مذکورہ چار باتوں والی احادیث کو چھوڑ کر نذرِ آتش کر کے اس —— بقول خود کافرانہ اصرار —— سے توبہ کر لیجئے۔ یہیں سے سارا اختلاف ختم ہو جائے گا۔

۲) تواتر المعنیٰ کوئی اصطلاح نہیں ہے، متواتر المعنیٰ لکھنا چاہیے، اسرار-ص- سے ہوتا ہے نہ کہ -س- سے...... یا پھر یہ کوئی پُراسرار فتویٰ ہوگا، کیونکہ خود ہی کے خلاف پڑ گیا۔

۳) محترم! جو چار باتیں متواتر المعنیٰ آپ نے لکھی ہیں ہم ان کے منکر نہیں، ہم تو اس معیار کی روایات اور بھی جانتے ہیں، مانتے بھی ہیں، وہ چونکہ آپ کے مطلب کی نہیں اس لیے آپ کے نزدیک ان پر اصرار کفر ہے اور ان سے کئی درجہ نازل بلکہ موضوع روایات بھی اگر آپ کے دعوے کے مطابق ہوں تو نہ صرف معتبر ہیں بلکہ ان پر اصرار اب بجائے کفر کے ''ایمانِ حقیقی'' بن جاتا ہے اور انکار کفر ہو جاتا ہے، سبحان اللہ! ''چت بھی اپنی پٹ بھی اپنی'' کی کیسی واضح مثال ہے۔

> **قولہٗ:** جن احادیث کو بنیاد بنا کر یہ لوگ مہدیؑ اور عیسیٰؑ کا ایک زمانے میں ظہور کی بات کرتے ہیں وہ ظنی احادیث ہیں اس کے علاوہ صحاح ستہ کی کتب میں اس مفہوم کی جو احادیث آئی ہیں اُن میں مہدی کا نہ تو نام ہے اور نہ ہی آپ کا مرتبہ یعنی مہدی لکھا گیا ہے اُن کتب میں صرف امیر یا امام کے الفاظ آئے ہیں جس کا مطلب ان لوگوں نے مہدیؑ لے لیا ہے۔ اس طرح ایک غلط عقیدہ کی تشہیر کی جا رہی ہے۔ (ص:۲۶، ۲۷)

اقول: ۱) یہ ظنی بھی صحاح ستہ میں موجود ہیں، وہ آپ کی مذکورہ بالا چار روایات بھی زیادہ سے زیادہ ابوداؤد و ترمذی کی ہیں نہ کہ صحیحین کی، یہاں وہاں سے عبارتیں نقل کر دینے کا یہ انجام ہوتا ہے کہ خود کو کچھ پتہ نہیں کہ کیا کہہ رہے ہیں، جنابِ عالی! امیر، امام، رجل کے جو الفاظ صحیحین کی روایات میں ہیں، دیگر صحاح میں مہدی کی صراحت کے ساتھ یہی باتیں آئی ہیں، شارحینِ حدیث نے میراں صاحب کی پیدائش سے بھی صدیوں پہلے ان تفصیلی روایات کو ان مجمل احادیث کی شرح قرار دیا ہے۔ اسی وجہ سے ان سب کا ''مہدی آخر الزماں متصل نزولِ عیسیٰ'' پر اطلاق کرتے ہیں، آپ کے پاس نہ کوئی اصول حدیث ہے نہ شراحِ حدیث پر اعتماد ہے، اگر کوئی اصول ہے تو وہ یہ کہ جو کوئی حدیث قرآن پاک اور میراں صاحب کے حال کے مطابق ہو وہ معتبر ہے۔ میراں صاحب کے حال سے کیا مراد ہے وہ تو میراں صاحب ہی کو معلوم تھا، اس وقت جو طرز عمل ہے وہ یہ ہے کہ آپ لوگوں نے ان کا جو حال سمجھا ہے اس کے مطابق اگر کوئی حدیث ہے تو وہ حدیث ہے اس پر عقیدہ بن سکتا ہے، خواہ وہ محدثین کے نزدیک موضوع کیوں نہ ہو اور اگر حدیث اس کے مطابق نہیں ہے تو آحاد اور ظنی ہے، اس لیے ان پر عقیدہ کی بناء تو کیا رکھ سکتے ہیں استدلال و اصرار بھی کفر ہے۔ فیاللعجب

۲) صحاح ستہ میں مہدی کا نام نہ ہونے سے مراد میراں صاحب کا نام نہ ہونا ہے تو بات صحیح ہے کہ ان کا نام کسی حدیث میں نہیں ہے، لیکن کیا کسی غیر صحیح حدیث میں ہے؟ اور اگر یواطی اسمہ اسمی کا اشارہ مراد ہے تو صحاح ستہ سے تو آپ نے بھی نقل فرمایا ہے اپنا ضمیمہ دیکھ لیں۔ غالباً آپ صحیحین میں نہیں ہے کہنا چاہتے ہوں گے مگر آپ کو صحیحین اور صحاح ستہ میں فرق نہیں معلوم ہوگا! بہر حال کتاب کا بڑا حصہ غیر مفید و غیر متعلق مباحث کی نذر ہو گیا، نتیجہ کچھ نہیں۔ بات وہی مرغے کی ایک ٹانگ پر ختم ہو جاتی ہے۔ ملاحظہ کیجئے......

قولہٗ: اس ہی طرح جہاں مہدی کے مولد کا ذکر آیا ہے وہاں احادیث میں ''مدینہ'' آیا ہے اور اس کا مطلب مدینہ منورہ لے لیا گیا، یہ بھی ایک اجتہادی غلطی ہے۔ (ص:۲۷)

اقول: شکر ہے کہ اس کو کفر کے بجائے اجتہادی غلطی کہا گیا ہے۔ کہیں تو قلم محتاط ہوا۔

جنابِ عالی! اس اجتہاد کیلئے قرینہ موجود ہے کہ اس کے ساتھ مکہ کا بھی ذکر ہے کہ فیخرج رجل من اھل المدینۃ ھاربا الی مکۃ اور جب مکہ مدینہ کہا جاتا ہے تو مدینۃ الرسول مراد ہوتا ہے۔ اس کے مقابل میں لمبی چوڑی لغوی وقرآنی استعمال کی تحقیقات میں وقت خراب کر کے ''مدینۃ'' کو شہر جونپور ثابت کرنا کوئی معنیٰ نہیں رکھتا، اُس اجتہاد میں تو غلطی تھی اور یہ اجتہاد محض باطل ہے۔ بجائے من المدینۃ من الھند بھی تو کہا جا سکتا تھا۔

> **قولہٗ:** چونکہ پیشین گوئیاں بھی ایک طرح سے ہمارے امتحان کے لیے غیر واضح اور مجازاً بیان کی جاتی ہیں اس لیے ان کا صحیح ادراک وہی شخص کر سکتا ہے جس پر پروردگارِ عالم کا کرم ہو ورنہ زیادہ تر لوگ تو ان سے گمراہ ہی ہوتے ہیں اور صرف چند حضرات جو یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کی تعریف میں آتے ہیں وہ ان پیشین گوئیوں کا صحیح ادراک کر پاتے ہیں اور وہی کامیاب بھی ہوتے ہیں۔ (ص:۲۷)

اقول: زیادہ تر لوگ گمراہ ہونے والے ہوتے تو نبی بیان ہی کیوں کرتے؟ کیا نبی گمراہ کرنے آئے ہیں یا ہدایت دینے؟ ہاں! کچھ لوگ اپنی عقل وعلم کی کوتاہی سے گمراہ ہو سکتے ہیں، اس کا بھی علاج ہے، وہ یہ ہے کہ اپنی ضد کو چھوڑ کر امت کے اجماع کو اختیار کر لیا جائے۔

> **قولہ:** احادیث کے اس مختصر ترین تعارف کے بعد یہ بھی بتلا دینا ضروری ہے کہ مہدویہ پر یہ الزام بھی ہے کہ قُرآنی آیات کو توڑ مروڑ کر مہدیؑ سے متعلق کر دیتے ہیں لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے علماءِ متقدمین نے بھی کئی آیاتِ قرآنی کے متعلق اپنی تفاسیر میں لکھا ہے کہ یہ مہدی کیلئے ہیں جیسے '' ثُمَّ اِنَّ عَلَیۡنَا بَیَانَهٗ'' (75:19) وغیرہ ہم مہدویوں کا عقیدہ ہے کہ جن آیات کے تعلق سے مہدی علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اپنی زبان مبارک سے فرمایا ہے کہ یہ آیات آپؑ یا آپؑ کے گروہ کے متعلق ہیں ہم اُن آیات کو ضرور مہدی علیہ السلام کے متعلق مانتے ہیں لیکن موجودہ علماء نے یا تو اُن تفاسیر کا مطالعہ نہیں کیا یا پھر صرف مہدویہ کے بغض اور عناد میں یہ مسئلہ اٹھایا ورنہ ایمان کا تقاضہ تو یہ تھا کہ وہ ان ساری تفاسیر پر معترض ہوتے جو ان تحریرات سے بھری پڑی ہیں جو ان حضرات کی نظر میں غلط ہیں لیکن ان کا مقصد تو صرف مہدویہ پر جا و بے جا اعتراض کرنا ہے۔ (ص:۲۷)

اقول:۱) محترم! احادیث کا کوئی تعارف آپ نے نہیں کرایا، اپنی بے سرو پالن

ترانی کو احادیث کا تعارف کہہ کر جان مت چھڑائیے، ویسے حدیث کا تعارف محدثین کا کام ہے جبکہ اُن کا کہیں کوئی ذکر ہے نہ حوالہ۔

۲) ہم یہی تو جاننا چاہ رہے تھے کہ کن متقدم مفسرین نے کن تفسیروں میں کن آیاتِ قرآنیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ مہدی کے لئے ہیں؟ ایک آیت کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے، میں اس کی تفسیر مشہور و معتبر مفسرین سے نقل کرتا ہوں ان میں کسی نے بھی آپ کی تائید نہیں کی ہے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان علینا جمعه ای فی صدرک و قرانه ای ان تقرأه فاذا قرأناه ای اذا تلا علیک الملک عن اللہ تعالٰی فاتبع قرانه ای فاستمع له ثم اقرأه کما اقرءک ثم ان علینا بیانه ای بعد حفظه وتلاوته نبینه لک ونوضحه ونلهمک معناه علی ما اردنا و شرعنا (تفسیر ابن کثیر ۴/۴۴۹)

بے شک ہمارے ذمہ ہے اس کا جمع کرنا (یعنی آپ کے سینہ میں محفوظ کرنا) اور پڑھانا (یعنی آپ کا اس کو پڑھنا) پھر جب ہم پڑھ چکیں (یعنی فرشتہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے سامنے پڑھے) تو آپ اس کے پڑھنے کا اتباع کیجئے (یعنی پہلے سنئے پھر پڑھئے جیسا کہ اس نے آپ کو پڑھایا) پھر یقینا ہمارے ہی ذمہ ہے اس کا بیان (یعنی حفظ وتلاوت کے بعد ہم آپ کے سامنے اس کی وضاحت وصراحت کریں گے اور آپ کو اس کے معنی ہمارے ارادے اور احکام کے مطابق سمجھائیں گے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ثم ان علینا بیانه ای بیان ما اشکل علیک من معانیه واحکامه علی ما قیل .... وقد صح عن روایة الشیخین وجماعة عن الحبر انه قال فی ذالک ثم ان علینا بیانه ان نبینه بلسانک۔ وفی لفظ علینا ان نقرأه ویوید ذالک ان المراد بیان جمیع القرآن والمجمل بعضه (روح المعانی ۲۹/۲۲۰)

پھر ہمارے ہی ذمہ ہے اس کا بیان یعنی اس کے احکام ومعانی کی صراحت۔ بخاری ومسلم کی روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے یہ ترجمہ کیا ''ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم آپ کی زبان سے اس کی تبیین وتشریح کرادیں'' مراد یہ ہے کہ تمام قرآن کا بیان اور اس کے بعض مجمل کا بیان اللہ تعالیٰ ہی کی ذمہ داری ہے۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ثم ان علینا بیانہ ای تفسیر ما فیہ من الحدود والحلال والحرام۔
وقیل ثم ان علینا بیانہ بیان ما فیہ من الوعد والوعید وتحقیقھما
وقیل: ای ان علینا ان نبینہ بلسانک۔ (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ۷۹/۱۰)

پھر ہمارے ہی ذمہ ہے اس کا بیان۔ یعنی جو حدود، حلال اور حرام بیان کئے گئے ہیں انکی تشریح، ایک اور قول کے مطابق ہمارے ہی ذمہ ہے اس میں موجود وعدوں اور وعیدوں کی تبیین وتحقیق، ایک اور قول کے مطابق ہمارے ہی ذمہ ہے آپکی زبان سے اسکی تشریح وتوضیح۔

(۳) ''بھری پڑی ہیں'' کا کوئی مفہوم ہے یا یونہی بے شعوری میں لکھدیا ہے، اب آپ ہی فرمایئے کہ تفسیروں کا مطالعہ کس کا ناقص ہے؟ ان ساری تفاسیر کی ذرا آپ فہرست دیدیجئے تو ہم اپنی معلومات میں اضافہ کے لئے آپ کے ممنون ومشکور رہیں گے۔ اگر نہ دے سکیں تو پھر بغض وعناد کا الزام واپس لے لیجئے۔

قولہٗ: اب مہدی علیہ السلام کی خصوصیات کے تعلق سے جو احادیث وارد ہوئی ہیں اُن میں سے چند کا ذکر کریں گے، اور ساتھ ہی متعلقہ احادیث پیش کریں گے۔ (ص: ۲۷، ۲۸)

اقول: مہدی سے متعلق احادیث ذکر کریں گے اور ساتھ ہی متعلقہ احادیث پیش کریں گے یہ کیا عبارت ہے؟ ہمیں دوہری مصیبت یہ ہے کہ پہلے آپ کی بقراطی عبارت کو حل کریں۔ پھر اس کا جواب دیں۔

دعویٰ نمبر ① و ② ۔ خلیفۃ اللہ ہونا

(۲) پہلے یہ ثابت کیجئے کہ یہ حدیث متواتر المعنیٰ ہے یا آحاد؟ اگر متواتر المعنیٰ نہیں ہے — جیسا کہ آپ نے صرف چار باتوں کو تواتر سے ثابت باقی سب کو ظنی فرمایا ہے —

تو اس سے براہ کرم عقیدہ ثابت نہ کیجئے۔

دعویٰ نمبر (۳) معصوم عن الخطا ہونا۔ اس سلسلہ میں فتوحاتِ مکیہ سے بغیر الفاظِ حدیث نقل کئے اپنی طرف سے مفہوم بیان کیا ہے، آپ کے نزدیک فتوحاتِ مکیہ قرآن ہے، یا قرآن کی تفسیر ہے یا حدیث کی کوئی کتاب ہے؟

دعویٰ نمبر (۴) دافع ہلاکت امت ہونا۔ کے ثبوت میں ایک حدیث لکھی ہے مگر کسی کتاب کا حوالہ نہیں ہے۔

دعویٰ نمبر (۵) انکار کا کفر ہونا۔ کے ثبوت میں جو مقولہ لکھا ہے اور حوالہ میں ''مؤلف محمود حیدر حیدری'' لکھا ہے یہ کونسی کتاب ہے، کس محدث نے لکھی ہے، آج تک کسی طالب علم کو معلوم ہے نہ کسی علامۂ زمانہ کو۔

علماءِ اہل سنت کی ایک جماعت کا حوالہ دیا ہے، یہ جماعت کون ہے؟ انہوں نے یہ باتیں کہاں لکھی ہیں؟

مہدی کے بعد بریکٹ میں (عج) لکھا گیا ہے، جو روافض کے عقیدہ کا اظہار ہے اور مہدی مُنتظر کے جلد ظہور کی دعا ہے جو آپ کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ جلال الدین سیوطی کی کسی کتاب کا نام ''المعروف الوردی'' نہیں ہے، جس کو کتابوں کے عربی نام تک پڑھنے لکھنے نہ آتے ہوں وہ دوسروں کو کم علم، ناواقف جیسے القاب سے نوازتا رہے تو ڈوب مرنے کی بات ہے۔

دعویٰ نمبر (۶) ہم خلق رسول ہونا۔ کے ثبوت میں جو روایت ہے وہ البتہ آپ کی تسلیم کردہ چار باتوں میں سے ایک ہے، لیکن اس میں زمین کو عدل وانصاف سے بھر دینے کا بھی ذکر ہے، جو آپ کے نزدیک متواتر المعنیٰ چار باتوں میں داخل نہیں ہے۔

دعویٰ نمبر (۷) خاتم دین ہونا۔ کے ثبوت میں غیر متواتر حدیث نقل کی ہے، اس لئے عقائد میں بقول آپ کے ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

احادیث کے معتبر یا غیر معتبر ہونے کی بحث سے صرف نظر آپ کا قائم کردہ اصول

"متواتر المعنیٰ صرف چار باتیں ہیں باقی سب آحاد اور ظنی الثبوت ہیں ان پر عقیدہ کا مدار نہیں رکھا جاسکتا" کی روشنی میں آپ کے ساتوں دعوے عقیدہ بننے کی صلاحیت کھوچکے ہیں۔ خدا کرے کہ اب تو سمجھ میں آجائے۔

قولہٗ: ان ساری خصوصیات کا احادیث میں ذکر ہونے کے باوجود ان علماء نے مہدی علیہ السلام کو صرف ایک مرد صالح کا درجہ دینے پر اکتفا کیا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ ولایت کے منصب کے منکر ہیں۔ پھر یہ ولایتِ محمدیہ کے کیسے قائل ہونگے؟ پھر تو ختمِ ولایت اور خاتمِ دین کی اصطلاحات ان کے لئے بے معنی ہونگی۔ (ص:۲۸)

اقول: جس درجہ کی روایات سے آپ نے ان سات باتوں کا اثبات کیا ہے ان میں سے آدھی حدیث کے علاوہ باقی سب آپ ہی کے مسلمہ اصول کے خلاف ظنی احادیث ہیں جن پر عقیدہ کی تعمیر نہیں ہوسکتی، یہ عجیب نرالی منطق ہے کہ ہم ان احادیث شریفہ کی روشنی میں جو محدثین کے ہاں معتبر ہیں مہدی کا تعارف پیش کریں تو یہ جواب دیا جائے کہ یہ آحاد ہیں اور آحاد پر عقیدہ کا مدار نہیں ہوسکتا اور آپ فتوحات، عقد الدرر، العرف الوردی، محمود حیدر حیدری اور ابونعیم حماد وغیرہ کہیں سے بھی اٹھا کر لائیں اور حکم صادر کردیں کہ ان حدیثوں کا انکار کفر ہے ؎

ناطقہ سر بگریباں ہے کہ اسے کیا کہئے!

(۲) ختم ولایت اور خاتم دین کی اصطلاحات پہلے ایسی روایات سے ثابت ہوجائیں جو ظنی نہیں ہیں، پھر یہ مسئلہ اٹھے گا کہ وہ بے معنیٰ ہیں یا بامعنیٰ؟

قولہٗ: بندوں کو ہر چیز من جانب اللہ ہی عطا ہوتی ہے۔ (ص:۳۰)

اقول: تو پھر ایک نبوت ہی کیا بندوں کا ہر ہر دعویٰ قابل قبول ہونا چاہئے، مرزا غلام احمد کا بھی کہنا یہی ہے کہ مجھے سب کچھ اللہ ہی سے عطا ہوا ہے، چن بسویشور کا بھی خیال ہے کہ وہ مامور من اللہ ہے اور اللہ ہی کی عطاء سے قرآن کی تفسیر کرتا ہے، ان تُک بندیوں سے آپ اصل مسئلہ سے قارئین کی توجہ تو ہٹا سکتے ہیں مگر اپنے مزعومات کو ثابت نہیں کرسکتے۔ کیونکہ کسی بھی عقیدہ کا ثبوت دلائلِ شرعیہ کا محتاج ہوتا ہے۔

قولہٗ: ولایت ایک مکمل اور ضروری منصب ہے اس کا حصول دوطرح سے ممکن ہے ایک تو کسبی ہے اور دوسرا وہبی۔ اور مہدیؑ کی ولایت اس لئے وہبی ہے کہ آپؑ کی بعثت کا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وعد (300) سے زیادہ احادیث میں فرمایا ہے اور آپؑ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔ خلیفہ خود نہیں بنتا بلکہ اس کا تقرر ہوتا ہے۔ (ص:۳۰)

اقول: مکمل اور ضروری منصب کا کیا مطلب ہے؟ اس کے حصول کے دو طریقے آپ نے بتلائے ہیں، اس کے بعد مہدی کی ولایت کے وہبی ہونے کی دلیل ''۳۰۰ حدیثوں میں ان کا ذکر آنا'' بتلایا ہے، جب کہ مہدی کا ولی یعنی خاص منصبی معنوں میں ولی ہونا آپ کی مسلمہ چار باتوں میں نہیں ہے جو تواتر سے ثابت ہوئی ہیں، لہٰذا یہ بھی ظنی مسئلہ ہے اور ظنی پر عقیدہ کا مدار نہیں رکھا جا سکتا۔ یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ آپ کی عبارتوں میں کوئی جملہ کسی جملہ سے متعلق نہیں ہوتا اور بات ضروری چل رہی ہے۔ آپ کی بے ربط عبارتوں کی ایک عمدہ مثال ذہن میں آرہی ہے مگر بات بدمزگی کی ہو جائیگی۔

قولہٗ: اب رہا انکارِ مہدی علیہ السلام کے کفر کا معاملہ تو اس سلسلہ میں حدیث پہلے گزر چکی ہے اس کی تخریج اہم کتابوں جیسے عقد الدرر، فوائد الاخبار وغیرہ میں ہوئی ہے۔ اس کے باوجود ایک عالم کا یہ کہنا کہ یہ عقیدہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ختم نبوت کے مغائر ہے یہ ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے مہدی کا انکارِ کفر ہونے کی کئی وجوہات ہیں، اس کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تین سو سے زیادہ احادیث کا انکار ہوتا ہے پھر قرآن پاک میں اشارۃً جو ذکر مہدیؑ کا آیا ہے اس کا انکار ہوتا ہے۔ اور سب سے اہم بات ایک خلیفۃ اللہ کا انکار ہوتا ہے۔ مہدی علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کا انکار تو یقیناً کفر ہے چونکہ یہ دونوں خلیفۃ اللہ ہیں لیکن ہم ان علماء کی معلومات کیلئے یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ دجال اور یاجوج ماجوج کا انکار بھی کفر ہوتا ہے یہ بات دین کے ادنا سے ادنا طالب علم کو بھی اچھی طرح معلوم ہے اور عام مسلمان بھی اس سے بخوبی واقف ہیں لیکن ان علماء کی توجہ اس چھوٹی سی بات کی طرف بھی نہیں گئی کہ مہدیؑ کا انکار، قرآنی آیات، احادیثِ شریفہ اور آثارِ قیامت کا انکار بھی ہے جو صرف اور صرف کفر ہی ہوتا ہے۔ مہدیؑ کی بعثت آثارِ قیامت میں آثار صغرہ کہلاتے ہیں مہدیؑ کے انکار کا کفر ہونا صرف ہم مہدویوں کا عقیدہ ہی نہیں بلکہ متقدمین علماء کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ مہدویہ کے سخت مخالف اور دشمن نے بھی لکھا ہے۔ (ص:۳۰،۳۱)

اقول: یہ کوئی بحث ہی نہیں ہے، انکارِ مہدی کو کسی نے ایمان نہیں کہا، ہم اس کو ضروریاتِ دین میں شامل سمجھتے ہیں اور محض ظہور کے حد تک انکار کو تواتر کے انکار کی وجہ سے کفر بھی سمجھتے ہیں، یہ مسئلہ ہم نے نہیں اٹھایا ہم نے ''میراں سید محمد جونپوری'' کی مہدیت کا کوئی انکار کرے تو اس کے کافر ہوجانے کا ثبوت طلب کیا ہے۔ آپ اس سے دامن بچا کر وقت خراب کررہے ہیں۔

علماء کی توجہ اس چھوٹی سی بات کی طرف چاہے نہ گئی ہو اس بڑی بات کی طرف ضرور گئی کہ مہدی مطلق کا انکار کفر ہونے کے حوالہ سے ''میراں صاحب'' کے انکار کا کفر ہونا کیسے ثابت ہوسکتا ہے؟ ہاں! اگر ان کے مہدئ موعود ہونے پر اجماعِ امت ہوجاتا تو الگ بات تھی، یہ بھی تو سوچئے! کہ اگر میراں صاحب ہی آپ کے نزدیک قطعی الثبوت مہدئ موعود ہیں تو مہدئ موعود کو معصوم عن الخطاء سمجھنا بھی تو کفر ہی ہے، اسلئے کہ کسی معتبر حدیث میں ان کا معصوم ہونا اور ہمسرِ رسول ہونا ثابت نہیں، یقفو اثری و لا یخطی والی روایت نہ قطعی الثبوت ہے نہ ہی اس کا یہ قطعی مفہوم ہوسکتا ہے، جبکہ مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کا متفق علیہ اعتقاد یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ نہ کوئی معصوم ہے اور نہ ہی کوئی بڑی سے بڑی شخصیت ان کی ہمسر ہوسکتی ہے۔

قولہٗ: شیخ علی متقی نے لکھا ہے منکرِ مہدی واجب القتل ہے۔ (ص:۳۱)

اقول: خود شیخ علی متقی نے اس فتوے کے باوجود میراں صاحب کو مہدی نہیں مانا ہے، بلکہ اس عقیدہ کے رد میں مستقل کتاب لکھی ہے، جس میں مہدی آخر الزماں سے میراں صاحب کی کوئی نسبت نہ ہونے کو ثابت کیا ہے، شیخ ہی کا ایک جملہ لیکر آپ فتویٰ جاری کررہے ہیں۔ کیا عجیب بات ہے۔

قولہٗ: یہ فتویٰ ۹۵۵ھ میں صادر ہوا ہے۔ (ص:۳۱)

اقول:۱) اسی فتوے میں علماءِ حرمین شریفین کا یہ فیصلہ بھی درج ہے کہ حکومتِ اسلامیہ کو چاہیے کہ مہدویہ کو اسی بدعقیدگی کی وجہ سے قتل کردے۔ غالباً آپ نے پورا فتویٰ نہیں دیکھا ہوگا۔

۲) چاروں مذہب کے علماء نے منکرِ مہدی کی تکفیر کی ہے اور انہیں مباح الدم کہا ہے تو وہ آپ کے کام کا جب تھا جبکہ وہ میراں صاحب کو مہدی قرار دے کران کے انکار کرنے والے کو کافر کہتے، اس لئے اس فتوے کے حوالہ کی ہمیں چنداں ضرورت نہیں ہے نہ وہ آپ کے حق میں مفید ہے۔

قولہٗ: دین کامل ومکمل ہے اور (حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی دعوت ہر زمانے کیلئے کافی وشافی ہے اس کے بعد نا کسی کا دعویٰ نبوت، نبوت کہلاتا ہے اور نا کسی کی اطاعت مطلقہ کا مقام پاسکتی ہے" پتہ نہیں موصوف یہ سطور لکھتے وقت کس حالت میں تھے، حالتِ سکر میں تھے یا کسی اور حالت میں، وہ یہ کتاب مطالعہ مہدویہ کے نام سے لکھ رہے ہیں اور اس میں نبوت کے دعویٰ کا ذکر کر رہے ہیں مہدی موعود علیہ السلام کے سوانح میں آپ کے تین دعووں کا ذکر ہے کیا ان میں کہیں آپؑ نے خود کے نبی ہونے کا دعویٰ فرمایا ہے؟ (ص:۳۲)

اقول: انہوں نے نہیں فرمایا آپ لوگوں نے ان کو مثیلِ نبی ہمسرِ نبی کہہ کر مفترض الطاعۃ قرار دیا ہے ہم نے ایک بنیادی عقیدہ لکھ دیا ہے جس میں مدعیان نبوت کی طرف بھی اشارہ کر دیا اور مدعیان ہمسری وبرابری کی طرف بھی۔ العاقل تکفیہ الاشارۃ۔

قولہٗ: یہ ایک طرح کا کتمان حق ہے کہ بعض لوگوں کے مان لینے کا ذکر کیا ہے مہدی علیہ السلام کی زندگی میں جو پورے بلاد اسلام جیسے ہندوستان، عرب، ایران، افغانستان میں مہدویت کا جو چرچا تھا اور اس تحریک زیر اثر وہ حضرات جنہوں نے مہدویت قبول نہیں کی تھی نے بھی اپنے طریقوں کو بدل کر اسلامی راستے پر آنے کیلئے مجبور ہو گئے تھے اس ذکر سے غیر مہدوی مصنّفین کی کتابیں بھری پڑی ہیں، آج بھی لاکھوں کروڑوں انسان مہدویت پر قائم ہیں اور دنیا کے اکثر مقامات میں مقیم ہیں۔ (ص:۳۲)

اقول: کتمانِ حق تو آپ نے کیا کہ میری عبارت کو اپنے مفہوم کے سانچے میں ڈھال دیا، میری عبارت پھر پڑھ لیجئے۔ اس میں، میں نے مہدویوں کی تعداد نہیں بتلائی ہے، بلکہ اس کے آغاز کی صورتحال بتلائی ہے کہ "ان کے دعویٰ اور ان کے زمانہ کے بعض لوگوں کی تصدیق پر اس کی بنیاد قائم ہے" اور ظاہر ہے کہ ان کے زمانے میں جن لوگوں نے ان کے دعوئے مہدیت کو قبول کیا ہے وہ بمقابلہ بقیہ مسلمانوں کے اقل قلیل اور بعض ہی ہیں۔ اس لیے کہ اس زمانہ کے بہت سے لوگ انہیں ایک عالم دین اور شیخ طریقت کی حیثیت سے

ماننے کے باوجود مہدی ماننے کے لیے تیار نہ تھے، تفصیل کیلئے دیکھئے وہ حوالے جو خود آپ نے اغیار کے ذکر فرمائے ہیں۔

قولۂ: آج بھی لاکھوں کروڑوں انسان مہدویت پر قائم نہیں (ص:۳۲)

اقول: لاکھوں تو خیر ٹھیک ہے کروڑوں خوش فہمی کے علاوہ کچھ نہیں، آج بھی عامۂ مسلمین کے مقابلہ میں اس عقیدہ کے حاملین اقل قلیل ہی کہلائیں گے، اگر موازنہ کی ضرورت ہے تو۔

قولۂ: یہ ساری باتیں مصنف کتاب مطالعہ مہدویت عوام الناس سے چھپائے رکھنا چاہتے ہیں وہ صرف مہدویوں کی ایسی غلطیوں کی بات کرتے ہیں جو ان کی دانست میں اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں وہ بھی چھٹی ساتویں پشت کے حوالہ سے۔ (ص:۳۳)

اقول: (۱) میں نے تو سب کچھ آپ ہی کی کتاب مستطاب سے پیش کر دیا ہے، البتہ آپ نے ان تاریخی عبارتوں کو نقل کرنے میں جس خیانت کا ارتکاب کیا ہے وہ ضمیمہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) چھٹی ساتویں پشت کی کتاب کہہ کر آپ اسے غیر معتبر کتاب کہنا چاہتے ہیں تو صاف کہہ دیں میں اس کا اعلان کر دوں گا اور اپنی کتاب واپس لے لوں گا اور اگر معتبر ہے تو کسی پشت سے پیدا ہوئی ہو پشت تو مہدویت ہی کی ہے۔ اور آپ کی معلومات کے لئے عرض کئے دیتا ہوں کہ جناب عابد خوندمیری صاحب نے اپنے ترجمۂ قرآن ''نورِ ایمان'' میں تک شواہد الولایت کے حوالے دیئے ہیں، اس سے بڑھ کر کیا اعتبار چاہیے کہ تفسیرِ قرآن کے لئے اس کتاب کا حوالہ دیا جا سکتا ہے۔

(۳) آنجناب نے سمجھا ہی نہیں کہ میں نے کیا کہنا چاہا۔ میں نے صرف یہ کہنا چاہا ہے کہ میراں صاحب کے حالات آپ نے اپنی کتابوں میں جن دیومالائی طریقوں سے پیش کی ہیں مؤرخین نے اس طرح پیش نہیں کیں، آپ ہر حال اور واقعہ کو قرآن کریم کے مدلول اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذاتاً وصفاتاً تساوی کی شکل میں لکھتے ہیں۔ اس کے خلاف مورخین نے امت کے اندر خال خال پیدا ہونے والی عظیم شخصیتوں میں سے ایک اہم شخصیت کی حیثیت

سے پیش کیا ہے، کسی کے کمالات اور حالات رفیعہ کے تسلیم کرنے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ بس اس میں وہ اکیلا ہے اور تاریخ اسلام اب اس کی کوئی نظیر نہیں پیش کر سکتی، یا یہ کہ ایسا باکمال آدمی خلاف کتاب وسنت کوئی دعویٰ کر دے تو اسے بھی تسلیم کر لیا جانا چاہیے۔

قولہٗ: اس تحریک کے زیر اثر وہ حضرات جنھوں نے مہدویت قبول نہیں کی تھی نے بھی اپنے طریقوں کو بدل کر اسلامی راستہ پر آنے کے لیے مجبور ہو گئے تھے۔ (ص:۳۲)

اقول: اس کا مطلب یہ ہے کہ میراں صاحب کے دعوے کے وقت جتنے لوگ تھے وہ مسلمان نہیں تھے اور اسلامی راستہ میراں صاحب ہی نے بتلایا۔

قولہٗ: ہم مصنف کتاب مطالعہ مہدویت اور ان علماء کو جو اس کتاب کی تائید میں اپنی تحریرات دی ہیں یہ بتلا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ آنحضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کے ثبوت کے طور پر کتب سماوی کی بیان کردہ علامات سے زیادہ علماءِ سلف نے آپؐ کے اخلاق حمیدہ کو ثبوت کے طور پر استعمال کیا ہے وہ بھی ایسے بیانات کو جو مسلمانوں کے ذریعہ سے ہم تک پہنچے ہیں۔ ہمارا یہ یقین کامل واکمل ہے کہ یہ بیانات برحق اور سچے ہیں لیکن ایک غیر جانبدار، غیر مسلم کے سامنے جب یہ بیانات جائیں گے تو وہ ضرور ان کی تصدیق چاہے گا۔ اس وقت چاہِ دنیا کے بھوکے علماء کیا جواب دے سکیں گے؟ (ص:۳۳،۳۴)

اقول: ان سطروں کے ذریعہ آپ کیا فرمانا چاہتے ہیں اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ ہم اس قدر سمجھ سکے ہیں کہ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آسمانی کتابوں میں نازل شدہ علامات سے زیادہ آپ کے اخلاق سے پہچانا جاتا ہے۔ اس لئے میراں صاحب کے مہدی ماموروِ معصوم ہونے کے ثبوت کیلئے احادیث کے بیانات کے بجائے ان کے عالی اخلاق کو —— جنہیں اپنے تو اپنے پرائے بھی تسلیم کرتے ہیں —— کافی سمجھنا چاہیے، اگر یہی بات ہے تو کیا غوث اعظم، بایزید بسطامی، جنید بغدادی، حسن بصری، نظام الدین اولیاء، معین الدین اجمیری، مجدد الف ثانی، ابن تیمیہ، صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہم جیسی عظیم انقلابی شخصیتیں —— جن کے کمالات کے تذکروں سے کتابیں ہی نہیں لائبریریاں بھری پڑی ہیں —— کیوں معصوم اور خاتم ولایت نہیں ہو سکتے، اور خواجہ گلبرگہؒ کے اخلاق کونسے اتنے خراب تھے کہ مرنے کے بعد بھی انہیں میراں صاحب کے آگے اپنے دعوے مہدویت پر شرمسار و عذر گذار ہونا پڑا تھا؟

غیر مسلمین تو آج بھی آپؐ کے اخلاق ہی کی تعریف کرتے ہیں، نبوت کو ہرگز تسلیم نہیں کرتے تو پھر صداقت کی تصدیق چاہنے کا کیا مطلب؟

چاہ دنیا کے معنیٰ ’’دنیا کا کنواں‘‘ ہے، کنویں کے پیاسے کہا جاتا ہے، بھوکے نہیں کہا جاتا، پھر دنیا کو چاہ سے تعبیر بھی نہیں کیا جاتا۔ ابوالکلام آزاد کی لَے میں لے مَلانے کی چکر میں پوری کتاب سے اردو ادب کا جنازہ اٹھ گیا ہے۔

قولہٗ: اس سلسلہ میں ہم یہ بتلا دینا چاہتے ہیں کہ موصوف نے نہ تو کسی حدیث کا ذکر کیا ہے اور نہ ہی کسی علامت کا ذکر کیا ہے بلکہ بہ زعم خود لکھدیا ہے کہ وہ علامات بہ تکلف مہدیؑ (حضرت سید محمد جونپوری) پر فٹ کر دیا ہے۔ خود سری اور اس طرح بے دلیل بات کرنا انکا وطیرہ ہے۔ (ص: ۳۴)

اقول: جناب عالی! یہ تو مہدویت کا ’’حاصل مطالعہ‘‘ تھا، آگے کتاب میں آپ کے اقتباسات اس دعوے کا ثبوت ہیں۔ ملاحظہ کر لیجئے۔

قولہٗ: مشکل یہ ہے کہ احادیث میں جہاں کہیں ’’امام‘‘ یا ’’امیر‘‘ کے الفاظ وارد ہوئے ہیں اُن سے مہدیؑ مراد لے لیا گیا حدیث کے سیاق و سباق پر غور کرنے کی کوشش ہوئی اور نہ ہی اس کے محل وقوع کا خیال رکھا گیا بعض حضرات نے امیر یا امام کے ساتھ قوسین میں (مہدی) لکھدیا اور بعض نے اس کی بھی ضرورت نہ سمجھی بلکہ صرف (مہدی) لکھدیا اس طرح یہ غلط عقیدہ تشکیل پایا اور غلط العوام بن گیا۔ (ص: ۳۴)

اقول: مشکل تو آپ کو ہوتی ہے جبکہ حدیثیں آپ کے منشاء اور دعوے کو پورا نہیں کرتیں۔ ہمارے لیے کوئی مشکل نہیں سیاق و سباق اور محل وقوع پر غور کرنے ہی سے امیر، امام، رجل، مہدی کے نام سے بیان کردہ احادیث کے مجموعہ نے ظہور مہدی کی اہمیت بتائی ہے، ورنہ آپ کی تسلیم کردہ وہ چار باتیں بھی معرض شکوک و شبہات میں پڑ جائیں گی۔

قولہٗ: (چار باتوں کو متواتر المعنیٰ قرار دیکر باقی تمام حدیثوں کے متعلق فرماتے ہیں) اس کے علاوہ جتنی علامات ہیں، وہ احاد اور ظنی ہیں جو عقیدہ کی تشکیل کیلئے کام کی نہیں ہیں اگر ان احادیث کی پیشگوئیوں کے مطابق ظہور ہو تو وہ صحیح اور قطعی ہوں گی ورنہ نہیں اس بنیاد پر اگر کوئی غیر جانبدارانہ انداز میں ہمارے طرز عمل پر نظر ڈالے گا تو اس کو یہ معلوم ہوگا کہ ہم لوگ احادیث کے علاوہ کو اخلاق کو بہت اہمیت دیتے ہیں اور یہی اصول علماءِ متقدمین نے حضرت

> رسول پاک ﷺ کے ثبوت میں اپنایا ہے اور اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ یہ طریقہ غلط ہے تو ایسا سمجھنے والا رسولِ مقبول ﷺ کی بعثت کا بھی منکر ہو جائے گا کیوں کہ بالکل یہی انداز رسول مقبول ﷺ کی رسالت کے ثبوت میں اپنایا گیا ہے۔ (ص:۳۵)

اقول: گویا آپ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ جو احادیث میراں صاحب پر صادق آئیں گی وہ قطعی اور صحیح ہوں گی اور جو نہیں آئیں گی وہ ظنی اور غیر قطعی ہوں گی، یعنی حدیثوں کی روشنی میں مہدی کی معرفت حاصل نہیں ہوتی مہدی کے احوال سے احادیث پر صحت وضعف کا حکم لگایا جاتا ہے۔ یاد دلادوں کہ پیچھے کسی موقعہ پر مولانا علی میاںؒ کی یہی گرفت آپ کو سخت ناگوار گذری تھی، یہاں آکر آپ نے خود بھی اس کا اقرار کرلیا۔

> **قولہٗ:** ان کا کام تھا کہ جس بات کو وہ ایمانیات میں اضافہ سمجھ رہے ہیں اس کا اظہار کردیتے تاکہ ہم اپنی طرف سے اس کی تصدیق یا تردید کرتے یا اس کی تشریح کرتے لیکن موصوف نے نامعلوم کس قسم کا علم حاصل کیا ہے کہ بات تو کہہ دیتے ہیں لیکن بات کی وجہ نہیں بتاتے۔ ہم اس بات کی پرزور تردید کرتے ہیں۔ (ص:۳۶،۳۷)

اقول: اتنی جلدی نہ فرمایئے، آگے ایک نہیں بیسیوں باتیں آرہی ہیں جنہیں آپ نے عقائد میں شمار کیا ہے اور اہل اسلام کی عقائد کی کتب میں ان کا ذکر نہیں ہے، مثلاً یہی کہ (۱) میراں صاحب اور ان کے لیے ظنی اور احاد حدیثوں بلکہ موضوع روایتوں سے ثابت کردہ آپ کے عقائد کو تسلیم یا تصدیق نہ کرنے والے کا کافر ہونا۔ (۲) میراں صاحب کے ان مہاجرین کا جو ان کی اجازت کے بغیر گھروں کو واپس ہو گئے تھے کا منافق ہونا۔ (۳) میراں صاحب کا کوئی بات اللہ تعالیٰ کے فرمان یا فرشتہ کے الہام کے بغیر نہ کرنا۔ (۴) میراں صاحب کا اُن معانی قرآن کے بیان کیلئے مامور ہونا جو زمانۂ صحابہؓ میں سنے بھی نہیں گئے تھے وغیرہ وغیرہ بے شمار! البتہ دل کے بہلانے کو یہ خیال اچھا ہے کہ ''بغیر کسی ثبوت کے الزام جڑ دیتے ہیں اور کس بات پر اعتراض ہے اس کا ذکر نہیں کرتے''۔

> **قولہٗ:** اس سلسلہ میں ایسا معلوم پڑتا ہے کہ قوی صاحب ولایت اور امامت کے قائل ہی نہیں ہیں۔ (ص:۳۷)

اقول: جی! ضرور قائل ہیں۔ مگر مہدویوں کی مزعومہ ولایت اور روافض کی مفروضہ

امامت کے قائل ہرگز نہیں، اسلئے کہ کتاب وسنت سے ثابت نہیں۔ ہاں! اللہ تعالیٰ کے بعض بندوں کا اپنے اپنے اعمال اور تعلق مع اللہ کے مطابق مرتبہ ولایت پر فائز ہونا، اور ان کا اپنے مرتبہ میں عام صالحین سے بڑھ کر ہونا تسلیم ہے، امام بھی اونچے درجہ کے عالموں کے معنیٰ میں یا حاکمِ اسلام یا نمازیوں کے ضامن کے معنیٰ میں تسلیم ہے، خاتم ولایت بھی اگر اس معنیٰ میں ہو کہ دنیا کا سب سے آخری ولی ہے اور اسکے بعد قیامت تک اس پایہ کا ولی نہیں ہوگا تو تسلیم ہے، اسلئے کہ دسویں صدی میں ولایت ختم ہونے کی کوئی خبر رسول اللہ نے نہیں دی ہے۔

قولہٗ: یہ بات کہ نبوت کا سلسلہ بند ہونے کے بعد ولایت کا سلسلہ جاری رہے گا اور اس کی تکمیل حضرت مہدی علیہ السلام پر ہوگی ہر مسلمان جو ولایتِ محمدی پر یقین رکھتا ہے اس کا عقیدہ ہے مگر قوی صاحب اور ان کے مددگار تو ولایت کے قائل ہی نہیں تو پھر ان کو کس طرح سمجھایا جائے کہ ولایت کیا ہے۔ نبوت کیا ہے۔ (ص: ۳۷)

اقول: ہم ولایت کے قائل ہیں یا نہیں اسکا جواب اوپر مذکور ہو چکا ہے، البتہ ولایتِ محمدی کا میراں صاحب تک پہونچنے کے بعد انہی پر ختم ہو جانا یہ ہمیں تسلیم نہیں ہے؛ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی یوم القیامۃ نبی ہیں، آپ کی نبوت وولایت بلا انقطاع قیامت تک جاری وساری رہے گی اور اگر ختم ہو جائیگی تو پھر اس وقت یہ دنیا بھی نہ رہے گی۔

قولہٗ: ہم منصف کتاب سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کے انہوں نے کس بنا پر یہ سمجھ لیا ہے کہ مہدی علیہ السلام کو صرف ہادی وداعی یا ایک خدارسیدہ بزرگ مان لینا کافی ہے اس سے زیادہ سمجھنا گناہ یا کفر ہے؟ ہم اس سے پہلے احادیث کا ذکر کر چکے ہیں جن میں مہدی علیہ السلام کو خلیفۃ اللہ، مامور من اللہ، معصوم عن الخطاء، مہدی کے ہاتھ پر بیعت ضروری مہدی علیہ السلام رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم خلق اور دافع ہلاکت امت وغیرہ بتلایا گیا ہے یہ ساری احادیث اور کچھ اور احادیث آپ کتاب کے ضمیمہ (۲) میں دیکھ سکتے ہیں اب آپ یہ بتلایئے کہ آپ ان ساری احادیث کا انکار کرتے ہیں اور اس انکار کی وجہ کیا ہے اس کے ساتھ آپ کو یہ بھی بتلانا ہوگا کہ آپ کس بنیاد پر مہدی علیہ السلام کو صرف ایک ہادی، داعی یا ایک خدارسیدہ بزرگ مانتے ہیں آیا یہ عقیدہ احادیث کی بنیاد یا قرآن شریف کی نص کی بنا پر قائم کیا گیا ہے یا یہ آپ کے ذہن کی پیداوار ہے جو دین میں نئی چیز کے مترادف ہے آپ نے کسی حوالہ کے بغیر

> اتنی بڑی بات کہہ دی اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کئی احادیث کو بیک قلم رد کر دیا یہ جرأت تو یہود و نصاریٰ بھی نہ کر سکے، کیا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا یہی طریقہ ہے کہ آپ علیہ السلام کی احادیث کو بلا کسی دلیل کے رد کر دیا جائے؟۔ (ص:۳۶)

اقول: اُفّوہ! ذرا رحم کیجئے! یہ سوالات کی بوچھاڑ کس بھرّے پر؟

● صرف اپنے عقیدے پر فخر کافی نہیں اگر اسی کو ''اسلام'' کہنا ہے تو ثبوت بھی پیش کرنا چاہئے، یا اگر کوئی مستقل مذہب ہے تو اسکا نام بتا کر پھر چاہے جتنا فخر کر لیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔

● ہم نے اس عبارت میں ''مہدی'' کے بارے میں اشکال نہیں کیا ہے۔ ''میراں صاحب'' - کے بارے میں کیا ہے، اس لئے مہدی کی گستاخی کا حوالہ دے کر مرعوب کرنے کی کوشش مت کیجئے۔

● آپ میراں صاحب اور المہدی کو مترادف المعنی سمجھتے ہوں گے، مگر آپ کا یہ سمجھنا اس وقت صحیح ہے جبکہ اس کا ثبوت دلیل قطعی سے ہو، احادیثِ آحاد سے نہ ہو، جو کہ آپ کے نزدیک چنداں معتبر نہیں ہیں اور ان پر عقیدہ کا مدار نہیں رکھا جا سکتا، ممکن ہے کہ آپ اپنے مسلمہ چار باتوں سے موافقت کا حوالہ دیں، مگر وہ استدلال ناقص ہے، اسلئے کہ نام کی یکسانیت والے بہت بندے مل جائیں گے، کیا وہ سب دعویٰ نہیں کر سکتے؟ بہت سوں نے کیا بھی ہے مگر وہ آپ کو بھی تسلیم نہیں ہے۔ دوسرے ان چار میں چوتھی بات یہ ہے کہ جب ''اللہ چاہے گا تو مبعوث کرے گا''......تو اللہ تعالیٰ نے دسویں صدی ہی میں چاہا آپ کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

● جن احادیث کا آپ نے حوالہ دیا ہے یا ضمیمہ میں جمع کیا ہے ان میں آپ کے مسلمہ چار کے علاوہ سب آحاد بلکہ ضعیف، بعض تو موضوع ہیں جبکہ آپ کے بقول صحیح الروایۃ آحاد سے بھی صرف ظن کا فائدہ ہوتا ہے تو ان سے ادنیٰ درجہ کی روایات سے یقین کا فائدہ کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟

● ان ساری احادیث کے علاوہ ان سے اعلیٰ مرتبہ کی احادیث ہم نے پیش کی ہیں، جب ان کو نہ قبول کر کے بلکہ انکار کر کے آپ کافر نہیں ہوئے تو ہم کیسے ہوجائیں گے؟

● خود مہدی موعود فی الاحادیث کے لیے بھی اہلِ اسلام معصوم عن الخطاء، مفترض الطاعۃ اور فرائض نبوت کے علاوہ فرائض دورِ ولایت کے حوالہ سے ایسے احکام لانے والا جو دورِ صحابہؓ میں نہیں سنے گئے تھے کا کوئی عقیدہ نہیں رکھتے۔ اگر رکھتے ہیں تو آپ جمہور علماءِ اسلام کی معتبر و متداول کتب سے حوالہ پیش فرمائیں۔

قولہٗ: اس تاثر میں ایک عجیب بات بتلائی گئی ہے کہ ''شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کا قول عقائد کے معاملہ میں کوئی وزن نہیں رکھتا''، مگر موصوف کی رائے میں خود ان کا قول بلا کسی دلیل کے بہت وزن رکھتا ہے!! کیوں کہ کتاب کے شروع سے اب تک نہ کسی آیتِ شریفہ سے ہم پر کوئی اعتراض ہوا ہے اور نہ کسی حدیث کے ذریعہ ہی، حد یہ کہ اولیاء فقہاء اور امامانِ حدیث و تفسیر کا کوئی حوالہ بھی نہیں دیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اُن کے نزدیک ان کے خود کہہ دینے کے بعد کسی اور ثبوت و دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ (ص:۴۹)

اقول: بات عقائد اسلام سے عقائد مہدویہ کے اختلاف کی چل رہی ہے، اہل سنت والجماعت کا موقف سب سے مضبوط معتدل اور اوقف بالکتاب والسنۃ ہے، اہل سنت کے کتب عقائد معروف و متداول ہیں، مجھے کیا معلوم تھا کہ مرشدینِ قوم کو اسلام کے بنیادی عقائد بھی نہیں معلوم ہوں گے، یہ کتابیں میراں صاحب کے دعویٰ بلکہ ان کی پیدائش سے بھی قبل لکھی گئی ہیں اور اہل سنت والجماعت سے مراد وہ علماء وائمہ کبار ہوتے ہیں جنہوں نے خیر القرون ہی میں کتاب وسنت کی روشنی میں عقائد کی تشریح فرمادی ہے، آپ متقدمین فقہاء، اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں مگر وہ کون ہیں؟ انہوں نے یہ باتیں کہاں لکھی ہیں؟ اس کا ذکر نہیں کرتے۔ ابن عربی، راجو قتال کو اکابر کے نام سے ظاہر کرتے ہیں وہ فن تصوف میں اکابر کہلائے جاتے ہوں گے مگر عقیدہ کی بحث میں اکابر سے مراد علم کلام کے اکابر ہوتے ہیں، ان کے حوالہ کی ضرورت ہوتی ہے نہ کہ صوفیاء کرام کے حوالہ کی، ہاں! سلوک وتصوف میں آپ ان کا نام لیں تو بجا ہے۔

قولہٗ: فصوص اورفتوحات مکیہ کے تعلق سے مجددالف ثانیؒ کے یہ قول کا حوالہ دیا ہے کہ فتوحاتِ مدینہ نے فتوحاتِ مکیہ سے اورنصوص نے فصوص سے بے نیاز کردیا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ قول قولِ فیصل ہے تعجب ہے فصوص فتوحاتِ قدیم ہیں یا احادیث اور قرآنِ پاک؟ کیونکہ ضابطہ یہ ہے کہ نئی چیز پرانی چیزوں کے ساتھ استعمال سے انسان کو بے نیاز کردیتی ہے جیسے موٹر کی ایجاد نے بیل گاڑی اور گھوڑا گاڑی سے انسان کو بے نیاز کردیا تو کیا ہم یہ سمجھیں کہ قرآن پاک اور حدیث سے قبل (نعوذ باللہ) مجدد، جو مجددالفِ ثانی کہلاتے ہیں فصوص اور فتوحات سے استفادہ کرتے تھے لیکن جب احادیث اور قرآن پاک انکو مل گئے تو پھر وہ فتوحات اور فصوص سے بے نیاز ہوگئے۔ (ص:۴۹،۵۰)

اقول: مقولہ مشہور ہے کہ ''یک من علم را دہ من عقل باید'' جناب عالی! یہ کونسا قاعدہ کلیہ ہے کہ جدید چیز ہی قدیم سے بے نیاز کرتی ہے، کیا اعلیٰ چیز ادنیٰ سے بے نیاز نہیں کرسکتی؟ اصلی دوائیں نقلی پرفریب دواؤں سے بے نیاز نہیں کرتیں؟ حلال بیوی کی موجودگی بے حیا رقاصاؤں سے بے نیاز نہیں کرتی؟ لذیذ اطعمہ سڑک چھاپ اشیاء سے بے نیاز نہیں کرتے؟ خودکفیلی دوسروں کی مدد سے بے نیاز نہیں کرتی؟ اسی طرح مجدد صاحبؒ کے سامنے فتوحات مدنیہ یعنی احادیث مبارکہ اور نصوص الکتاب یعنی قرآن مجید کی آیات بھی تھیں، ابن عربی کی فتوحاتِ مکیہ اور فصوص الحکم جیسی مکاشفات ومنامات شخصیہ پر مبنی کتابیں بھی تھیں، انہوں نے شیخ اکبر کی تشریحات کو کتاب وسنت کی کسوٹی پر پرکھا اس میں موجود بہت سی باتیں موافق کتاب وسنت نہ تھیں انہیں ان کی غیرتِ ایمانی نے ترک کردیا، اور انہوں نے بجا فرمایا کہ کتاب وسنت نے ہمیں ان کتابوں سے بے نیاز کردیا۔ البتہ جو لوگ احادیثِ نبویہ کو بھی اپنے امام کے ''احوال'' پر پرکھتے ہوں ان کے نزدیک کتاب وسنت کی اولیت واقدمیت کی کیا اہمیت ہوسکتی ہے؟

قولہٗ: اس مختصر سے خاکہ کو پڑھ کر اس ناچیز کا تاثر یہ ہے کہ موصوف نے نہ صرف جھوٹ بولنے کا عہد کیا ہوا ہے بلکہ لوگوں کو گمراہ کرنے کی بہت بڑی سازش بھی کی ہے انہوں نے اب تک کی تحریرات، جن کے جوابات دئے گئے ہیں میں نہ کسی آیت شریف کا حوالہ دیا ہے نہ کسی حدیث شریف کا اور نہ مہدویوں کی کوئی ایسی خرابی ثبوت کے ساتھ پیش کی ہے جس کے وہ

بار بار دعوے کرتے آرہے ہیں اسلئے یہ ایک ایسی سازش ہے جو بہت سوچ سمجھ کر تیار کی گئی ہے اور اس پر بڑے اطمینان سے عمل بھی کیا جارہا ہے۔ آپ کے ہاتھ میں کحل الجواہر جیسی مدلل کتاب ہوتے ہوئے بھی بار بار یہ کہنا کہ مہدوی کوئی بات دلیل کے ساتھ نہیں کرتے۔ مگر خود کوئی دلیل یا مثال تک نہ پیش کرنا کیا معنیٰ رکھتا ہے؟ (ص:۵۰)

اقول: میں نے یہ خاکہ اپنے تاثرات کا لکھا تھا جو اصل کتاب میں کتب مہدویہ کے اقتباسات کو پڑھ کر ہوئے تھے، اور یہی ہر مطالعہ کرنے والے کے بھی ہوں گے۔ بشرطیکہ اس کو اکابر اہل اسلام کی معتبر تفاسیر، شروحات حدیث اور کتب عقائد کا کچھ علم ہو۔ اور جو شخص بجائے تقابلی مطالعہ کے محض تعصب و خوش فہمی کی بنیاد پر وہی ''مرغے کی ایک ٹانگ کا راگ'' الاپنا چاہتا ہو وہ کیسے ان سنگین غلطیوں کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہوسکتا ہے؟

اگر آپ اسلام میں ''المہدی'' کے ظہور کی حقیقت کو تعصب مذہبی کا چشمہ اُتار کر میراں صاحب کے ظہور سے قبل کے محدثین و متکلمین کی تحقیقات کی روشنی میں دیکھیں گے اور صرف ہم جیسوں سے بازی لیے جانے کی کوشش پر اکتفانہ کریں گے تب آپ کو سمجھ میں آئے گا کہ ''المہدی'' کی حقیقت کیا ہے اور آپ لوگوں نے کیا سمجھ رکھا ہے۔

قولہٗ: شوہد الولایت کے تعرف میں غلطیاں ''کچھ شواہد الولایت کے بارے میں'' کے عنوان کے تحت موصوف نے لکھا ہے صدیق ولایت حضرت بندگیمیاں کے پڑپوتے سید برہان نے یہ کتاب لکھی ہے، شواہد الولایت کے صفحہ (۴) پر حضرت برہان الدین نے اپنا سلسلہ نسب اس طرح لکھا ہے (۱) سید برہان الدین بن (۲) سید خدا بخش ابن (۳) سید یحییٰ الدین ابن (۴) سید شہاب الدینؒ ابن (۵) حضرت بندگی میاں سید خوندمیر صدیق ولایتؓ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت سید برہان الدینؒ بندگیمیاں کے پڑپوتے نہیں بلکہ انکے پوتے حضرت سید یحییٰ کے پوتے ہیں۔ اس طرح کتاب کے تعرف کا پہلا قدم ہی غلط پڑ گیا۔ حضرت سید برہان الدینؒ حضرت بندگیمیاں کی پانچویں پشت پر ہیں اور اس طرح آپ حضرت سید محمد جونپوری مہدیؑ کی چھٹی پشت کے مقام پر ہیں۔ (ص:۵۱)

اقول: (۱) یہ بھی کوئی غلطی ہے؟ بیٹا، پوتا، پڑپوتا عموماً مستعمل ہے عوامی زبان میں سگڑھ گھگھرڑ وغیرہ بھی چلتا ہے لیکن علمی زبان میں اسطرح مستعمل نہیں ہے، منشاء صرف کسی کی

نسل میں ہونے اور معتبر ہونے کو ظاہر کرنا ہے، اور چلو پڑپوتا کہنے کو غلط ''پوتے کے پوتے'' کہنے ہی کو صحیح مان لیا جائے تب بھی اس سے ''شواہد الولایت'' کے تعارف میں کیا غلطی ہوگئی؟ اور اس کتاب کی حجیت وواقعیت پر کیا اثر پڑ گیا؟

(۲) تعارف میں پہلا قدم'' کیا جملہ ہے؟ پہلی بات فرماتے تو زیادہ بہتر تھا، اسی طرح ''پشت'' اوپر کے سلسلہ میں مستعمل ہوتا ہے پوترے کو دادا کی پشت کہنا صحیح نہیں، پانچویں پشت کے بجائے پانچویں نسل یا اولاد فرماتے نیز انہیں سید محمد جونپوری کی چھٹی پشت (نسل) کہنا بھی غلط ہے اس لیے کہ میراں صاحب سید خوندمیر کے خسر تھے، خسر پشت نہیں کہلاتا باپ پشت ہوتا ہے۔

قولہٗ: یہ تعجب کی بات ہے کہ قوی صاحب کے پاس مہدی کے تابعی کی کتاب انصاف نامہ ہوتے ہوئے انہوں نے چھٹی پشت کی کتاب کو ترجیح دی اور اعتراضات کی جھڑی لگادی لیکن پھر بھی کوئی واضح ثبوت پیش نہیں کیا خیر قارئین سے گذارش ہے کہ وہ اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ موصوف نے اپنی دانست میں سہولت کے لحاظ سے قدیم کتاب کو چھوڑ کر بعد کی کتاب کا انتخاب کیا ہے، اس سے ان کی نیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ تحقیق کے لئے نہیں بلکہ اعتراضات اور عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کے علاوہ کچھ نہیں۔ انشاءاللہ ہم قارئین کو بتلادیں گے کہ اس کتاب میں بھی کوئی ایسی بات نہیں جو اتنے بے جا اعتراضات کا مقام ہو۔ (ص:۵۱)

اقول: (۱) سوال یہ ہے کہ کتاب ''معتبر ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو وہ چاہے چھٹی پشت کی ہو یا دسویں کی اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، اور اگر غلط ہے تو بتلا دیجئے کہ یہ کتاب معتبر نہیں ہے، اور اسی کے ساتھ زمستان پور کے دائرہ والوں پر مقدمہ دائر کردیجئے کہ انہوں نے غیر معتبر ہونے کے باوجود اس کتاب کو خلف کے لیے سلف کی تعلیمات کا معتبر ماخذ قرار دیکر لوگوں کو دھوکہ دیا ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ آپ اصل موضوع سے بچنے کے لیے بس نوک پلک درست کرنے میں مشغول ہیں۔ کچھ موضوع سے متعلق گفتگو شروع کیجئے آخر میں نے آپ کے ساتھ کیا جھوٹ وفریب اور مکر و دغا کیا ہے۔ ابھی تک صرف وعدے ہی چل رہے ہیں کہ ہم قارئین کو بتلادیں گے۔

(۲) میں نے اعتراضات کی جھڑی لگائی نہ پُھول جھڑی! میرا قصور بس اس قدر ہے کہ شواہد الولایت کے اندر موجود غیر اسلامی عقائد اس طرح پیش کر دیئے ہیں کہ ان کا ''کتاب وسنت اور اجماع امت'' سے ثابت کرنا آپ کے لیے دردسر بن گیا ہے، سہولت کو مدنظر رکھنا تو ہر انسان کی فطرت ہے، آپ نے بھی تو سہولت کی خاطر روشن دلائل اور زیر نظر رسالہ میں عبارتوں کی عبارتیں ''نورالھدیٰ'' اور دیگر رسائل سے جمع کر دی ہیں۔

(۳) کسی نے اگر سہولت کے مدنظر قدیم کتاب کو چھوڑ کر جدید کا انتخاب کیا ہے اور دونوں معتبر ہیں تو اس سہولت پسندی میں کیا غلط اور قابل اعتراض اقدام ہوا ہے جس پر اتنی سطریں اور ٹائم خراب کیا گیا ہے؟ یہ بھی بتلا دوں کہ مجھے انصاف نامہ کام کی تکمیل پر فراہم ہوا، پہلے ملتا تو شاید اسی کو اختیار کرتا، آپ لوگوں کی کتابوں کی تحصیل بھی تو کوئی آسان کام نہیں ہے، اور شاید آپ کو پتہ نہ ہو کہ مصنف ''شواہد الولایت'' نے اس میں پچھلی تمام معتبر کتابوں کو سامنے رکھ کر بہت اہتمام اور دیانت سے مذہب کی حکایات وروایات کو جمع کیا ہے جس کی وجہ سے وہ گویا ''جامع الکتب'' کا درجہ رکھتی ہے، میرے انتخاب کی اصل وجہ یہی ہے۔

(۴) ان بودی اور غیر ضروری باتوں کی بنیاد پر میری نیت پر حملہ کہ ''تحقیق مقصود نہیں عوام کو گمراہ کرنا مقصود ہے'' یہ جملہ خود عوام کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔

قولہٗ: وہ کمال خیاطی دکھایا ہے کہ اللہ کی پناہ! (ص:۵۱)

اقول: خیاط کاٹتا بھی ہے جوڑتا بھی ہے اس کمال کا تعلق جوڑنے سے بھی ہے جس کا مطلب ہے کہ میں نے بہت سلیقہ سے حسب ضرورت عبارات اخذ کر کے اپنی کتاب میں جوڑا ہے۔ والفضل ماشھدت بہ الاعداء۔

قولہٗ: اس چابک دستی سے عبارت میں اضافہ کیا ہے کہ بادی النظر میں یہ مہدوی بزرگ ہی کی عبارت معلوم ہوتی ہے غور کرنے پر پتہ چلتا ہے کہ یہ موصوف کی موشگافی ہے جو اس تحریر کے ساتھ شریک کر دی گئی ہے۔ انشاء اللہ ہم اس کی بھی تفصیل قارئین کے سامنے پیش کریں گے۔ (ص:۵۲)

اقول: کہاں کہاں کیا ہے؟ جب آپ پیش کریں گے تب ہم غور کرینگے، باقی

''مطالعہ مہدویت'' اگر عوام کے سامنے ہے تو ''شواہد الولایت'' بھی کوئی نایاب نہیں ہے، دونوں کو سامنے رکھ کر دیکھ لیا جا سکتا ہے۔

قولہٗ: وضاحت نمبر (۳) غیر ضروری ہے۔ (ص:۵۲)

اقول: اب تک کونسی ضروری باتیں آپ نے فرمائی ہیں جو یہ ایک بات نظر انداز فرمائی گئی ہمارے علم و حلم، اور بزرگانِ دین سے لگاؤ کا اندازہ اگر آپ کو واقعی ہوا ہے تو اللہ کا شکر ہے، باقی آپ کی تحریر بتلاتی ہے کہ آپ کو ہمارے کسی عقیدے کا بھی اندازہ نہیں ہوا ہے۔

(۱) جناب عالی! ہم بزرگانِ دین اور اہل اللہ کے نہ منکر ہیں نہ مخالف، بلکہ ان کے معتقد ہیں، اور ان کی خدمات کے معترف! لیکن ہمارا قصور صرف اس قدر ہے کہ ؏

میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند!

(۲) یہ عجیب بات ہے کہ غیر ضروری کہنے کے بعد اپنی فطرت سے مجبور ہو کر لمبی چوڑی وعظ و نصیحت شروع فرما دی، پنڈت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام کا استعمال کیا تھا، میں نے نام کا استعمال نہیں کیا ''میراں صاحب'' کہا جو میرے اعتدال و احترام ہی کی دلیل ہے، آپ کے تمام لٹریچر میں لفظ ''میراں'' اداباً استعمال ہوا ہے، اور ''حضرت'' کے معنی میں ہے، میں نے اسی وجہ سے احتیاط کا پہلو اختیار کیا، ہاں میں آپ کی طرح معصوم عن الخطاء، مامور من اللہ، امامنا اور علیہ السلام کے الفاظ استعمال کرنے کا اعتقاد نہیں رکھتا تو اس سے گریز کیا، اس پر آپکا اس قدر بگڑنا کہ پنڈت سرسوتی میں مجھ میں کوئی فرق نہ ہو سمجھ سے باہر ہے۔

قولہ: وضاحت نمبر (۴) اس لیے گمراہ کن ہے کہ مہدویت کی بنیاد کسی قول پر نہیں بلکہ صرف اور صرف قرآن پاک اور اتباعِ محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ہے۔ مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ ''مذہب ما کتاب اللہ و اتباع محمد رسول اللہ'' صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، اس لئے اگر مہدی علیہ السلام کے قول و فعل کو جانچنا ہو تو قرآن پاک اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کی روشنی میں دیکھنا چاہئے نہ کہ کسی تنخواہ دار پیش امام کے لایعنی باتوں پر۔ (ص:۵۲، ۵۳)

اقول: (۱) یہ عبارت آپ کی بے بسی کی مظہر ہے، میں نے اتنا ہی چاہا تھا کہ کتاب

وسنت اوراجماعِ امت سے ثابت کردیجئے کہ ’’میراں صاحب‘‘ کے اس مقولے کا وزن اس وقت ہے جبکہ آپ کتاب وسنت سے مہدویت ثابت کردیں مہدویت کے وہ بانی نہیں ہیں جتنی خلاف شرع باتیں ہیں انکے ذمہ دار آپ لوگ ہیں۔ انہوں نے اگر یہی فرمایا ہے کہ میرا مذہب اتباع محمد رسول اﷲ ہے تو یہ سب فضول عقیدے ان کے ہو ہی نہیں سکتے، آپ کے دامن میں آیات کے نام سے تاویلات احادیث کے نام پر ضعاف یا موضوعات پھر ان کے بھی غیر متوارث مفہومات اور اجماع کے نام پر چند مشائخ وصوفیا کی شطحیات کے علاوہ کچھ اور نہیں، کہیں کہیں صحیح حدیث لاتے ہیں تو وہ ایسے مسئلہ میں جس سے آپ کے مخالف کو کچھ لینا دینا نہیں یعنی مبحوث فیہ مسئلہ کا ان احادیث سے کوئی تعلق نہیں، میرے بزرگ! عافیت کا راستہ اجماع امت کے ساتھ ہو جانا اور ان تفردات ومزعومات کو ترک کردینا ہے جو اجماعِ اُمت کے خلاف ہیں۔

قولہٗ: خودشواہدالولایت، جس کے بے حساب حوالے آپ نے اپنی کتاب میں استعمال کئے ہیں، شروع سے آخر تک جگہ جگہ قُرآنی آیات سے اپنی بات کو واضح کرتی ہے، اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اقوال کا استعمال بھی بہت ہوا ہے ساتھ ہی بہت سی تفاسیر کے حوالے بھی دئے گئے ہیں اس کتاب کو تقریباً پورا پڑھنے کے باوجود آپ مہدویت کو صرف مہدی علیہ السلام اور چند اشخاص کے اقوال پر منحصر کردیا، کیا یہ دینداری ہے؟! (ص:۵۳)

اقول: ۱) میں آپ سے ادباً گذارش کرتا ہوں کہ ’’شواہدالولایت‘‘ میں موجود آیات، احادیث اور تفاسیر ہی سے سہی —— بشرطیکہ وہ امت میں معتبر بھی ہوں —— (۱) میراں صاحب کا مہدی ہونا یا (۲) کم از کم مہدئ مطلق ہی کا معصوم عن الخطاء ہونا، (۳) ذاتاً وصفاتاً ہمسر رسول ہونا، (۴) بنا فرشتے کے القاء یا اﷲ تعالیٰ کے الہام کے نہ بولنا اور (۵) قرآن کے ایسے معانی بیان کرنے والے ہونا جو دور تکمیل نبوت یا عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں نہ سنے گئے ہوں جیسے مزعومات کو ثابت فرمادیں۔ بس شرط یہ ہے کہ اس میں اپنی بات نہ ملائیں۔

۲) اتنا پڑھ کے بھی نہیں بقیہ کتب دیکھ کر بھی اسی نتیجہ پر پہونچا کہ ان کتب میں اصل

کتاب وسنت نہیں ہے، بلکہ اصل اعتقادات ونقلیات ہیں اور کتاب وسنت نکتہ بعدالوقوع کے طور پر ان نقلیات پر چسپاں کرنیکی سعی کی گئی ہے۔ فالی اللہ المشتکی

قولہٗ: اوپر دی گئی تفصیلات سے اس بات کا بڑی خوبی سے اندازہ ہوگیا کہ موصوف کی کوشش مہدویوں کی ہمدردی میں نہیں بلکہ اپنی شہرت اور بغض وعناد اور ہوسکتا ہے کہ دنیا طلبی کے لئے ہو، کیونکہ مہدویت کی ایک بات جو ان حضرات کو بہت بُری لگتی ہے وہ دنیا سے بے رغبتی ہے جن حضرات نے فرض عبادت کو بھی اپنے روزگار کا ذریعہ بنالیا ہو، ان سے اتنی بغیر کسی دنیوی طلب کے کیسے ہوسکتی ہے؟ (ص:۵۳)

اقول: اس کے جواب میں آپ ہی کا ملفوظ پیش خدمت ہے کہ ''سچ ہے ہر شخص اپنی فطرت کے مطابق سوچتا ہے''۔

قولہٗ: اقتباسات کی حقیقت۔ (ص:۵۴)

اقول: (موصوف صاحب ِرد اس عنوان کے تحت راقم الحروف کی بقولِ خود ''فن خیاطی'' کے نمونے پیش فرمانا چاہتے ہیں جس کا مفہوم شاید یہ ہوگا کہ وہ یہ بتلائیں گے کہ میں نے ''شواہدالولایت'' کی عبارتیں ـــــ بقول ان کے ـــــ کہیں سے سر کاٹ کے اور کہیں سے پیر کاٹ کے صرف دھڑ کے طور پر پیش کئے ہیں، میں بھی پچھلی فضولیات سے تنگ آکر اس مرحلہ کا منتظر ہی تھا کہ کسی واقعی کوتاہی کی طرف نشاندہی ہوجاتی۔ مگر افسوس ہے کہ یہاں بھی موصوف نے حسب معمول آئندہ کے خوبصورت وعدہ پر ٹال دیا، اور مثال کے طور پر ''چند حوالوں کی تحقیق'' پر اکتفا کیا ہے، وہ بھی ''کوہ کندن کاہ برآوردن'' کے مصداق ہیں، اگر مولوی صاحب موصوف گذشتہ کے اوراق میں ایک ایک سطر سطر کی چھان بین کے بجائے انہی ۱۴۴ عبارات ِمعترضہ پر تحقیقی کام فرماتے تو یہ کام ہمارے لئے اضافہ علم یا ازالۂ غلط فہمی کا ہوسکتا تھا کہ سبب بن جاتا، اور خود مہدویہ کے حق میں بھی بہتر ہوتا مگر اب شاید موصوف خود اکتا گئے ہیں، ہم بھی اصل موضوع کے انتظار میں تھک گئے ہیں، اس لئے حصہ دوم کا انتظار کر لیتے ہیں[1]، البتہ جن خیانتوں کی طرف وہ متوجہ کرنا چاہتے ہیں ان کو سمجھنا میرا فرض ہے، میں

---

[1] اور اب ۲؍سال کے انتظار کے بعد میں بھی اسی پر اکتفاء کر لینے پر مجبور ہوگیا ہوں۔

انہی کو توجہ سے دیکھتا ہوں جو غلطی واقعی ہے اس کو تسلیم کر لینے کا پہلے بھی وعدہ کر چکا ہوں، اب بھی اسی پر قائم ہوں۔ انشاء اللہ، بشرطیکہ حق ہو۔

قولہٗ: نمبر(۱) قوی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ (۵۱) پر شواہد الولایت کی تحریر جو صفحہ (۵) پر ہے نقل کی ہے اس میں کچھ حصہ جو صفحہ (۴) پر تھا چھوڑ دیا ہے تحریر اس طرح ہے:
''جب میں شرف زیارت سے روضہ متبرکہ منورۂ امام مشارق والمغارب بالتحقیق کے جو بیت العتیق (خانہ کعبہ) کی طرح مقدس ہے مشرف ہوا'' (ص:۵۴)

اقول: (۱) پہلے ہی نمونے میں میرے بجائے کہیں آپکی فن خیاطی کا مظاہرہ نہ ہو گیا ہو، دیکھئے! آپ نے جو عبارت نقل کی ہے وہ بعینہٖ وہی ہے جو میں نے لکھی ہے آپ تاثر تو قاری کو یہ دے رہے ہیں کہ میں نے ''اس عبارت میں سے کچھ چھوڑا ہے'' آپ کو سب سے پہلے وہ چھوُٹی ہوئی عبارت پیش کر کے ''عبارت اس طرح ہے'' لکھنا چاہئے تھا، آپ ہی بتلائیے کہ یہ میرا فن خیاطی ہے یا آنمحترم کا طرزِ آزمودہ۔

(۲) صفحہ: ۴ کی عبارت میں نقل کئے دیتا ہوں تا کہ پتہ چل جائے کہ اس عبارت کو نقل نہ کر کے میں نے کوئی خیاطی نہیں کی ہے کیونکہ وہ صاحب عبارت کا اپنا تذکرہ ہے اس کا نفسِ مسئلہ سے تعلق ہی نہیں ہے۔ پچھلے صفحہ سے جو عبارت نہیں لی گئی وہ یہ ہے:

بعد حمد وصلوٰۃ فقیر حقیر کثیر التقصیر جملہ مصدقانِ حضرت خاتم الاولیاء محبوب ملک العلام امیر سید محمد جونپوری علیہ السلام کا خاکِ پا ناچیز و کمترین عاجز و مسکین غریبِ حزین مسمی برہان الدین ابن امیر سید اللہ بخش ابن سید یحییٰ الدین ابن امیر سید المرشدین امیر سید شہاب الحق والملۃ والدین ابن امیر المومنین حکم المتقین سلطان نصیر بدر منیر بشیر و نذیر نظیر حضرتِ امیر کل امیر میراں سید خوندمیر رضی اللہ عنہم اجمعین اللہ تعالیٰ مجھے اور سب مومنوں کو مغفرت عطا فرمائے عرض کرتا ہے کہ جب یہ ضعیف بروز دوشنبہ بتاریخ ۷ ماہِ رمضان ۱۰۵۲ھ ایک ہزار باون ہجری نبی آخر الزماں صلعم...... (بس اس کے بعد ہی وہ عبارت ہے جو میں نے نقل کی ہے)

جب میں نے پہلے ہی یہ واضح کر دیا ہے کہ یہ اقتباسات شواہد الولایت کے ہیں اور صاحب کتاب کا بھی تعارف کرا دیا تھا تو عبارت کے ساتھ ان کے تعارفی کلمات لینے کی

کوئی ضرورت ہی نہ تھی جتنی عبارت پر اشکال تھا اس کا نہ سر کاٹا گیا نہ پیر!

(۳) عقید تمندانہ تحریرات کہہ کر انہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ عقیدت کے بھی حدود و مراتب ہیں، کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عقیدت میں خدا تعالیٰ کی صفات سے متصف کر دے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی کے مرتبے پر پہونچا دے، میراں صاحب کی قوم کو بعض انبیاء سے افضل کر دے، میراں صاحب کو نبی کا ہمسر کر دے آخر کیا عقیدت میں سب جائز ہو جائیگا؟ ہاں! اگر آپ یہ مان لیں کہ یہ باتیں غلو فی الاعتقاد کے قبیل سے ہیں ہم ان کو اپنے دین کا حصہ اور مبنی بر انصاف نہیں سمجھتے، کہنے والے کو جذباتِ عقیدت سے مغلوب سمجھ کر معذور جانتے ہیں تو پھر کوئی اشکال نہیں، لیکن آپ ایسا کہنے کیلئے تیار نہ ہوں گے کیونکہ ان باتوں کو آپ عقیدت میں غلو نہیں سمجھتے عقیدہ ہی سمجھتے ہیں۔

(۴) کسی شیعی، دیوبندی، بریلوی کی عبارت سے استدلال ''دین وعقیدہ'' کے باب میں کافی نہیں ہے، ہاں! کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثبوت کے بعد بطور تائید بعد والوں کی عبارتیں معتبر ہو سکتی ہیں، اور آپ کو تو کتاب اللہ اور اتباع رسول اللہ ﷺ سے ہٹنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اجماع وقیاس بھی اس میں شامل نہیں ہیں چہ جائے کہ طاہر القادری اور قاسم نانوتوی کی باتیں۔ جناب عالی! بچکانی اعتراضات، بچکانی اعتراضات کا واویلا مچا کر آپ اصل موضوع سے قارئین کا ذہن ہٹا دیتے ہیں۔

> **قولہٗ:** اس میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں ایک تو عقیدت میں حد سے زیادہ غلو اور دوسرا توہینِ کعبۃ اللہ.............ہم تو کہتے ہیں کہ عقیدت صرف عقیدت ہوتی ہے، غلو زیادہ یا کم کی اس میں کیا گنجائش (ص:۵۴)

آپ نے روافض کے غلو فی العقیدت کی مثالیں دیکر ہم سے پوچھا ہے کہ اس سلسلہ میں آپ کیا کہیں گے؟ پھر توہینِ کعبہ کا اشکال دور کرنے کیلئے بھی چار واقعات اور دو شعر پیش کر کے وعدہ کیا ہے کہ اگر میری اس سے تشفی نہیں ہوئی تو وہ اس قسم کے اور حوالجات پیش کر سکتے ہیں۔ (تفصیل ''ردقوی ص: ۵۴ تا ۵۶ '' میں)

قولہٗ: حضرت مہدی علیہ السلام کی امامت بھی کائنات پر محیط ہے، جس طرح رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت، کیوں کہ یہ ہر دو ذوات آخرین ہیں، یعنی ایک خاتمِ نبوت ہے تو دوسرا خاتمِ ولایت محمدیہ۔ اس جہت سے جو مقام رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے وہی مقام مہدی علیہ السلام کا بھی ہے۔ (ص:۵۵)

اقول: ۱) اس خط کشیدہ عبارت کا ثبوت ''کتابُ اللہ اور اتباعِ محمد رسول اللہ'' کی روشنی میں چاہئے۔ کھینچ تان کے زبردستی کی منطق سے نہیں بلکہ صاف لفظوں میں یعنی قطعی الثبوت نصوص سے چاہئے اس لئے کہ یہ امام الانبیاء اور سیدِ وُلد آدم کی ہمسری کی بات ہے کوئی معمولی ادعا نہیں!

۲) کسی کو ''قبلہ وکعبہ'' کے لفظ سے ادباً مخاطب کرنے کے رواج سے استدلال اس لیے درست نہیں کہ یہ لفظ عرف عام میں حقیقی معنیٰ کھو چکا ہے اور صرف ''جناب عالی'' کے معنیٰ میں رہ گیا ہے برخلاف صاحبِ ''شواہد الولایت'' کے دعوے کے کہ میراں صاحب کا روضہ ''بیت العتیق (خانہ کعبہ) کی طرح مقدس ہے'' ایک اعتقاد ہے عوام میں بزرگوں کے لئے ''قبلہ وکعبہ'' کا استعمال انکو ''بیت العتیق'' کی طرح مقدس مان کر نہیں ہوتا، اور اگر کوئی جاہل ایسا سمجھتا بھی ہے تو اس کا یہ سمجھنا خلافِ شرع اور موہم توہین ہے۔ ایسی غلط العام باتوں سے کہیں عقیدہ کے مسئلہ میں استدلال کیا جا سکتا ہے؟ فیا حسرۃ علی فھمکم

۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے بھی کوئی مشابہت نہیں ہے بلا وجہ ہی نقل فرمایا ہے، کیونکہ انہوں نے حجرِ اسود (بڑی ح سے) کو بمقابلہ قدرتِ خداوندی کے بے اثر قرار دیا ہے، اور تعظیم کی وجہ صرف اسوۂ نبوی کے اتباع کو قرار دیا ہے۔

۴) مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا قول حدیث پاک کے مطابق ہے کہ ''حدیث میں مومن کی بے آبروئی ودل آزاری کو انہدام کعبہ سے زیادہ قبیح فعل قرار دیا گیا ہے'' پھر اس قول سے بھی کسی کے روضہ کو خانہ کعبہ کی طرح مقدس سمجھنے کی واجبیت کا کیا تعلق؟

۵) بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا مکاشفہ بھی حجت شرعیہ نہیں ہے، یہ تو مکاشفہ ہے جبکہ اللہ تعالیٰ

کے بندوں کے شکستہ دلوں میں رہنے سے متعلق جو روایت ہے محدثین کے نزدیک وہ بھی معتبر نہیں ہے[ا]۔

۶) بے شک میری کیا کسی صاحب علم کی تشفی بھی ان حوالوں سے نہیں ہوسکتی، اور ایسے بے تکے دلائل آپ ہزاروں جمع کر دیں تو بھی عقیدۃً کسی بزرگ کی قبر کو کعبۃ اللہ کی طرح مقدس ماننے کا ثبوت نہیں نکل سکتا۔

قولہٗ: اس تحریر میں بڑی نازک تحریف کی گئی ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ قرآنی آیات جو قوی صاحب نے تحریر کئے ہیں وہ اردو ترجمہ میں نہیں ہیں، صرف ان آیات کا اردو خلاصہ لکھا ہے جو اردو تحریر ہے۔ (دوسری بات یہ کہ از ناقل) اس میں یہ کمال کیا ہے "آنحضرت کے ساتھ ؐ لکھا ہوا تھا جس کو حذف کر دیا اور قوسین میں "آنحضرت" کے بعد (مہدی) لکھ دیا............ (تیسری بات یہ ہے کہ از ناقل) ولایت محمدی سے مہدیؑ مراد نہیں ہوتے بلکہ خاتم ولایتِ محمدی سے مہدی علیہ السلام مراد ہوتے ہیں۔ (ص: ۵۶،۵۷)

اقول: ۱) پہلی بات کا جواب یہ کوئی نازک تحریف نہیں ہے جو بہت سوچ سمجھ کر کی گئی ہو، آیاتِ قرآنیہ کو اپنی عبارت میں رکھا گیا تھا اور باکس میں صرف "جاننا چاہیے" سے شواہد الولایت کی عبارت لی گئی تھی، ٹائپسٹ سے یہ تسامح ہوا کہ یہ آیات باکس کے اندر لے لی گئیں اور تصحیح میں ہم سے بھی ذہول ہو گیا۔ ہمیں اس غلطی کا اعتراف ہے تاہم جو عبارت نقل کی گئی ہے وہ انہی آیات کی تشریح ہے، کوئی دوسری آیات اپنی طرف سے نہیں ملائی گئیں۔

۲) دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ "الفاظِ نور کے اشارات سے مراد" میں "کے اشارات" چھوٹ گیا ہے، اس کے پیچھے بھی قصد کو دخل نہیں ہے، تصحیح میں ذہول ہوا۔

اس کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ "الفاظ کی مراد" تو ہوا کرتی ہے لیکن "الفاظ کے اشارات کی مراد" عموماً غیر مستعمل تعبیر ہے اور بے معنیٰ بھی کیوں کہ جب لفظ خود بخود موجود ہے تو اس کا اشارہ کہاں معدوم ہے؟ اور جب اشارہ ہی کا ذکر نہیں ہوا تو مشارٌ الیہ اور اس کی مراد بیان کرنے کا کوئی محل نہیں ہوتا ہے۔ پھر بھی ہمارا کام نقل کو اصل سے مطابق رکھنا تھا جس

[ا] البتہ شکستہ دلوں کی دلجوئی سے رضائے خداوندی کا حاصل ہو جانا الگ بات ہے جو احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے مگر یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی جسمانی وجود کی طرح عرش سے غائب ہو کر بندوں کے دلوں میں چھپا پھرتا ہو۔

کا ہم نے اہتمام بھی کیا مگر یہاں ہم سے چوک ہوئی ہے۔آنحضرت پر(ص) چھوٹ جانا بھی سہو ہے لیکن اس سب کے باجود پوری عبارت کا حاصل وہی ہے جو ہم نے اس اقتباس کے تحت بیان کیا ہے، اور آپ لوگوں کا دستور یہ ہے کہ جب مہدی کا ذکر نبی کے ساتھ کرتے ہیں تو مشترک ضمائر استعمال کرتے ہیں اسلئے یقین نہ آئے تو شواہد الولایت میں یہ پوری عبارت پڑھ لیجئے جس کا عنوان ہی ہے ''پہلا باب نور محمدی کے پیدائش کے بیان میں اس کے ساتھ روحِ مہدی موعود صلی اللہ علیہما وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً کی پیدائش کی حقیقت کے بیان میں''۔

> **قولہٗ:** ولایت محمدی سے مہدیؑ مراد نہیں ہوتے بلکہ خاتم ولایتِ محمدی سے مہدی علیہ السلام مراد ہوتے ہیں، یہ اتنا باریک فرق ہے کہ عموماً ایسے حضرات سے صرف نظر ہو جاتا ہے جس کی عقل کا وزن زیادہ ہوتا ہے۔ (ص:۵۷)

اقول: ''ولایتِ محمدی اور چیز ہے اور خاتم ولایت محمدی اور'' یہ تو اعجوبہ بلکہ مُعَمّہ ہے اور ظاہر ہے کہ یہ ہلکی عقل والے ہی سمجھ سکتے ہیں ہم جیسے لوگ جن کی عقل کا وزن بقول آپ کے زیادہ ہے وہ کیسے سمجھیں، یہ الفاظ کا ہیر پھیر ہی تو مذہب کو باقی رکھا ہوا ہے ورنہ آپ سوادِ اعظم سے علاحدہ کیوں ہو جاتے؟ یہ ہم نے مان لیا کہ نبی پہلے ولی ہوتا ہے اور اس کی ولایت یعنی تعلق مع الحق اس کی نبوت یعنی تعلق مع الخلق سے افضل ہوتی ہے اس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو آج سے چودہ سو سال قبل بہ حیثیت خاتم النّبیین تشریف لائے تھے وہ نبی بھی تھے ولی بھی تھے، جو ہستی یعنی محمد ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب عطا شدہ صفتِ نبوت سے متصف تھی وہی اپنی صفتِ ولایت سے متصف تھی، اب یہ نبوت بھی اسی ذات کی خصوصیت ہے اور وہ ولایت بھی اسی ذات کی خصوصیت ہے، اگر نبوت آپ کی ذات پر ختم ہوگئی ہے تو آپ کی یہ ولایت بھی آپ کی ذات ہی پر ختم ہوگئی، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ نبوت تو کسی ذات پر ختم ہو جائے اور اس کی ولایت کسی اور کی ذات پر ختم ہو۔

اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دو صفتوں میں سے ایک کا مظہر کوئی اور ہستی ہوگئی تو دوسرے کا مظہر بھی کوئی دوسری ہستی ہوسکتی ہے، یعنی نبی اور ولی تو آپ ہی ہوں مگر آپ کی نبوت کا خاتم

کوئی اور ہو جیسے آپ کی ولایت کا خاتم کوئی اور ہے جبکہ یہ آپ کو بھی تسلیم نہیں ہے۔ وہ کونسی نص قطعی ہے ــــ جو عقیدہ بنانے کے قابل ہو اور ــــ اس میں یہ صراحت موجود ہو کہ نبی کی ولایت نبی کی نبوت سے افضل ہے اور خاتم نبوتِ محمدی یعنی مفضول صفت کے حامل نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات ہے اور خاتم ولایت محمدی یعنی افضل صفت کی حامل ان کے علاوہ کوئی اور ذات ہے۔ سُبۡحَانَکَ ھٰذَا بُھۡتَانٌ عَظِیۡمٌ آپ حضرات اولوا الالباب کا لقب رکھتے ہیں ذرا اس مسئلے کو حل کر دیں۔

قولہٗ: موصوف نے اس تحریر میں بڑی بددیانتی سے کام لیا ہے اور متقدمین کی کتب اور تفاسیر کے خلاصے کو صاحبِ شواہد الولایت کی تحریر کے طور پر پیش کر کے اعتراض چڑ دیا ہے نہ کہ ان حوالوں کے ناقل پر (ص:۵۷)

اقول: ۱) میں نے کوئی کانٹ چھانٹ نہیں کی ہے، میں نے تو صرف ''شواہد الولایت'' میں ثابت کردہ آپ کے عقائد کو پیش کیا ہے، یہ اور بات ہے کہ مصنف نے بطور تائید بعض اپنے ہم خیال لوگوں کی عبارتیں بھی نقل کی ہیں، پورا باب اسی عقیدہ کے اثبات میں ہے جو میں نے اپنے اقتباس میں لیا ہے، پورا باب پڑھ لیجئے آپ کو خود یقین آجائے گا، اگر مصنف ان عبارات کی تردید کرنے کیلئے کسی کی تائید نقل کرتے تو آپ کا یہ فاتحانہ اعتراض بجا تھا، آپ ہی کہہ دیں کہ یہ مہدویہ کا اعتقاد نہیں ہے، بات ختم ہو جائیگی۔

۲) پہلے تو ''ولایت نبوت سے افضل ہے'' کا حدیث ہونا ہی طئے نہیں ہے آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب غلط نسبت پر مولانا خالد سیف اللہ صاحب کو جو تنبیہ کی ہے اس کو اپنے حق میں بھی تازہ کر لیں۔

۳) آپ ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ حدیث آحاد ظنی الثبوت ہے اس سے عقیدہ کا اثبات نہیں ہوسکتا، دوسری طرف اس اعتقاد کی تائید میں فصوص الحکم جیسی کتاب کا حوالہ دے رہے ہیں، جس کا فنِ حدیث سے کوئی تعلق نہیں۔

۴) آپ کے اس جملہ ''صاحب شواہد الولایت پر جڑ دیا ہے نہ کہ ان حوالوں کے

ناقل پر'' کا کیا مطلب؟ صاحب شواہد الولایت ہی تو ان حوالوں کے ناقل ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ خود ہی نہیں سمجھ پارہے ہیں کہ کیا جواب لکھ رہے ہیں۔

قولہٗ: اس تحریر سے واضح ہوگیا کہ یہ عقائد مہدویہ کے نام سے لکھ کر قارئین کو گمراہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ یہ صرف مہدویوں کا عقیدہ ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ عقیدہ سلف سے خلف تک اسلامی عقیدہ ہے اور رہے............لیکن نہ معلوم قوی صاحب کس دین کی نمائندگی کرتے ہیں کہ جب حوالے میں واضح طور پر بتلایا گیا ہے کہ ولایت افضل ہے نبوت کے سلسلے میں تفسیر عمدہ میں اس بات کو پیش کیا گیا ہے آپ اگر اس کو حدیث نہیں مانتے تو یہ آپ کا مسئلہ ہے آپ جانے یا صاحبِ حدیث۔ مگر مہدویہ پر یہ الزام بیجا طریقے سے تو مت لگائیے کہ اس ''بے جوڑ'' دلیل کے خالق ہم ہیں یہ تو شروع سے ہی اسلامیات کا حصہ ہے۔ (ص:۵۸)

اقول: ۱) آپ کیسی باتیں کرتے ہے؟ فصوص الحکم جیسی متنازع فیہ تصوف کی کتاب اور تفسیرِ عمدہ جیسی نایاب وغیر معروف تفسیر کا حوالہ دے کر اپنے اس عقیدہ کو ''سلف سے خلف تک کا اسلامی عقیدہ'' اور ''شروع ہی سے اسلامیات کا حصہ'' قرار دے رہے ہیں، سلف سے خلف تک تفسیر، حدیث، کلام اور فقہ میں جن کتب کو معتبر سمجھا جاتا ہے اور جنہیں تلقی بالقبول اور تداول حاصل ہے، لگتا ہے کہ ان کتابوں کا آپ لوگوں نے نام تک نہیں سُنا ہے۔ اگر آپ یہ کہتے کہ ''سلف سے خلف تک مہدوی عقیدہ ہے اور رہے گا'' تب تو ٹھیک تھا، جب اسلامی فرماتے ہیں تو اہل اسلام کی معتبر کتابوں سے جواب دینا چاہیئے۔ میراں صاحب کے بعد کے علماء کو چھوڑ یئے کہ وہ اس مسئلہ میں اب ایک فریق ہیں ان سے پہلے جو تفسیر، فقہ اور کلام کے معتبر و معتمد ائمہ کرام گذر چکے ہیں جن کے زمانہ میں نہ میراں صاحب کا وجود تھا نہ ان سے کسی کو اختلاف تھا ان ائمہ کرام کی کتابوں اور حوالوں سے بات بنتی ہے نہ کہ صرف یہ کہہ دینے سے کہ ''سلف سے خلف تک سب کا عقیدہ یہی ہے''۔

۲) الحمدللہ! میں اسی دین کی نمائندگی کرتا ہوں جو کتاب وسنت سے ائمہ اہل سنت والجماعت نے اخذ کر کے امت کے سامنے پیش کر دیا ہے، ہم اہل سنت والجماعت کے تمام مسالک عقائد میں امام احمد ابن حنبلؒ یا امام ابوالحسن اشعریؒ یا امام ابومنصور ماتریدیؒ کی

تحقیقات پر اعتماد کرتے ہیں، فقہ میں امام ابوحنیفہؒ یا امام شافعیؒ یا امام مالکؒ یا امام احمد بن حنبلؒ کی اقتداء کرتے ہیں یا پھر بعض حضرات ظاہر قرآن وحدیث کو اختیار کرتے ہیں، احادیث کو قبول کرنے میں صحتِ سند کا اہتمام کرتے ہیں، قرآن کی تفسیر میں خود رائی کو حرام سمجھتے ہیں۔ اس لئے احادیث کو سمجھنے کے واسطے حافظ ابن حجرؒ، امام نوویؒ، حافظ ذہبیؒ جیسے اساطین کا سہارا لیتے ہیں تو قرآن کریم کی فہم کے واسطے امام رازیؒ، امام ابن کثیرؒ، امام قرطبیؒ جیسے ماہرین کی طرف رجوع کرتے ہیں، جن کو ساری دنیا کے پڑھے لکھے مسلمان جانتے اور پہچانتے ہیں اور جن کی کتب ہر جگہ اور ہر علاقہ میں دستیاب ہیں۔ البتہ آپ بتلائیے کہ آپ کس دین کی نمائندگی کرتے ہیں؟ یہ تفسیر عمدہ کہاں دستیاب ہوتی ہے؟ عقائد میں آپ کا اعتماد کس پر ہے اور فقہ میں آپ نے کس سے استفادہ کیا ہے؟

قولہٗ: ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ خود کو عالم سمجھ کر اسلامی فرقوں میں اختلافات کو ہوا دینے والے کے قلم سے یہ بات کیسے نکل سکتی ہے؟ جس آیت سے تاریخ پیدائش کا اخراج کیا گیا ہے وہ قرآن میں موجود ہے، پھر کوئی عالم یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ یہ نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں، اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کو قرآن اور قرآن پاک کی وسعت اور اسکے مفاہم اور اشارات کا کوئی علم ہے نہ اندازہ۔ کیوں کہ اگر علم ہوتا تو پھر اتنی بے علمی کی بات نہ کہتے۔ (ص:۶۰)

اقول: ۱) الحمدللہ میں حافظ قرآن ہوں اور قرآن کریم کی خدمت میں ۳۰/سال سے لگا ہوا ہوں، مدرسہ میں ۷۰۰ حافظانِ قرآن کی موجودگی میں، میں نے **یاایھا الناس قد جاء کم من اللہ نورا ووجودا مبینا** کے بارے میں دریافت کیا کہ قرآن میں کہاں ہے؟ کسی کو نہیں معلوم کہ یہ کونسے سورہ کی آیت ہے، آپ ہی سے دست بستہ التجا ہے کہ حوالہ دیدیں، اسی طرح صفحہ ۶۱ پر آپ نے جو قرآنی آیت **الا ولھا قومہ سیعلمون بھا** لکھی ہے وہ کونسے سورہ میں ہے؟ بڑی مہربانی ہوگی اگر آپ یہ دو عبارتیں قرآن میں دکھادیں، پھر آپ جس قدر شور مچائیں کم ہے کہ قوی صاحب کو قرآن بھی نہیں معلوم۔

۲) میں نے علم الاعداد کا انکار کہیں نہیں کیا تھا آپ نے خواہ مخواہ دو صفحے خراب کئے۔ میں علم الاعداد تو اریخ نکالنے کے علم اور اسکے رواج کا منکر نہیں ہوں، میں نے تو صرف یہ لکھا

تھا ’’حق تعالیٰ کو میراں صاحب کی تاریخ پیدائش نکال کے نازل کرنے کی جو ضرورت پڑی وہ نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں‘‘ یعنی اشکال تو یہ تھا کہ قرآن کی کس آیت اور حدیث کی کس روایت میں یہ بات آئی ہے کہ ’’اللہ تعالیٰ نے مہدی کی تاریخ پیدائش ظاہر فرمائی؟‘‘ یہ سوال تو آپ سمجھ نہیں سکے ایک دوسری بحث شروع فرمادی اور اس تحصیل حاصل بحث کے بعد بھی اشکال جوں کا توں برقرار ہے، آپ کے جواب سے مزید اس میں یہ اضافہ ہوگیا ہے کہ اب آپ کو مذکورہ الفاظ کیساتھ کسی آیت کے قرآن میں پائے جانے کا حوالہ بھی دینا ہے۔

قولہٗ: اگران اقتباسات کا حوالہ انصاف نامہ سے دیا جاتا تو زیادہ اہم ہوجاتے، بات در اصل یہ ہے کہ جیسا کہ ہم نے اس سے قبل بھی کہا ہے، قوی صاحب نے اپنی دانست میں یہ سمجھا ہے کہ شواہد میں وہ زیادہ کھل کھیل سکتے ہیں اس لئے انہوں نے اس کتاب کا انتخاب کیا لیکن جیسا کہ قارئین نے دیکھا یہاں بھی وہ اپنی قینچی کی مدد سے بھی کوئی بات پیدا نہ کرسکے قارئین خود دیکھ لیں کہ قوی صاحب نے دانستہ کس طرح کی کتر پیوند کی ہے اور صرف ہمارے عقیدے لکھ کر اس پر اعتراض کردیا حالانکہ یہ حوالے تفاسیر سے لئے گئے۔ ہر صورت میں وہ جوابدہ ہیں۔ (ص:۶۲/ ۶۳)

اقول: ۱) میں پیچھے صفحہ (۵۰) پر وضاحت کرچکا ہوں کہ کتاب ’’انصاف نامہ‘‘ مجھے ’’شواہد الولایت‘‘ کے ذریعہ مضمون مرتب کرلینے کے بعد ملی ہے، پہلے ملتی تو اس کے تقدم کی وجہ سے اسی کو بنیاد بنالیا جاتا، اور جب شواہد الولایت کے ناشر نے اسے سلف کی تعلیمات کا معتبر ذخیرہ قرار دیا ہے تو کیا انہوں نے غلط کہا ہے یا آپ کو اس سے اختلاف ہے؟ زیادہ اہم یا کم اہم کا مسئلہ نہیں ہے، دو ہی باتیں ہیں، شواہد الولایت میں مذکور عقائد وخیالات معتبر ہیں یا نہیں؟ ہیں تو اصول اسلام —— کتاب وسنت اور اجماعِ امت —— سے ثابت فرمادیں، نہیں تو اعلان فرمادیں۔ بار بار ’’شواہد الولایت‘‘ کی تنقیص اور ’’انصاف نامہ‘‘ کی تجویز پیش کرنے کا کیا فائدہ ہے؟

۲) دوسرے یہ کہ میں نے اپنی دانست میں شواہد الولایت کو لیکر زیادہ کھیل کھیلنا سمجھا یا اس کتاب کو ماقبل کی کتب کا جامع اور زیادہ مرتب ہونے کی وجہ سے منتخب کیا وہ اللہ علیم وخبیر

کو معلوم ہے، ان احتمالات کے ذریعہ آپ قارئین کو مجھ سے بدگمان تو کر سکتے ہیں فریضۂ وضاحت سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔

۳) ''اپنی قینچی کی مدد سے بھی کوئی بات پیدا نہ کر سکے''......کیا عبارت ہے آپ جیسے اردو ادب کے ماہر ہی جان سکتے ہیں۔ اگر یہ آپ کے عقیدے نہیں ہیں تو صاف فرما دیجئے کوئی اختلاف ہی نہ رہے گا، اور اگر ہیں تو اعتراف فرما کر دلائل شرعیہ سے اثبات فرما دیجئے، خواہ متقدمین نے لکھے ہوں یا متاخرین نے۔

قولہٗ: یہ دل کی باتیں ہیں جو عشق کی عطا ہے یہ باتیں ناصحین کی سمجھ سے پرے ہیں عشق در دِل اور نیستی سکھاتا ہے نہ کہ کج فہمی، موصوف یہ بھول گئے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آگے فرمایا ہے: ''ثم رددناہ اصفل صافلین''، اس ہی لئے ہم نے تحریر کے شروع میں کہا ہے کہ یہ اعتراضات برائے اعتراضات ہیں اور بچکانہ ہیں۔ (ص: ۶۳)

اقول: ۱) دیکھئے! تواضع وانکسار اگرچہ صفاتِ عالیہ ہیں لیکن تذلل ناجائز ہے یہاں اشکال صرف کتوں کی سی موت کی تمنا اور کتے کے قدموں کے نیچے محشور ہونے کی دعا پر ہے، ایسی بھی کیا منکسر المزاجی ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اشرف المخلوقات بنا رہے ہیں اور ہم ارذل المخلوقات جیسے بننے کی تمنا کر رہے ہیں؟

۲) میں اگلی آیت ثُمَّ رَدَدْنَاهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ نہیں بھولا آپ بھول گئے، اسی لئے ثم رددناہ اصفل صافلین لکھا ہے، اگر آپ کو یاد رہتی تو آیت پاک کی تو کم از کم تصحیح کرتے، اردو املاء تو پوری کتاب میں حیرت انگیز غلطیوں سے بھرا پڑا ہے آیاتِ قرآنیہ کے حد تک تو تصحیح کر لی جاتی۔ خیر! میں آپ کی توجہ اس غلط نشاندہی کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ ''لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ''، والی آیت محل مدح میں ہے ''ثُمَّ رَدَدْنَاهُ''، والی آیت موقع مذمت میں ہے اس لئے کہ اس کے بعد ''اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا''، فرما کر اہل ایمان کو اس ذلت ورسوائی سے علاحدہ کر لیا گیا ہے، آپ ہم کو قلت علم کا طعنہ دیتے رہتے ہیں جبکہ ہم کثرتِ علم کے مدعی بھی نہیں، لیکن روزمرہ نمازوں میں پڑھی جانے

والی سورتوں کے معانی تو دور کی بات ہے تلفظ سے بھی بے خبری کیا آپ کے نزدیک وفورِ علم کہلاتا ہے؟

۳)اس سب کے بجائے آپ اخیر والی دوسطریں لکھ دیتے کہ ''وہ کتا ایک جن بزرگ تھا، اور صاحبِ انصاف نامہ کی آرزو یہ تھی کہ وہ بھی ایسے باکمال بزرگ بن جائیں'' تو اس لن ترانی میں ٹائم پاس کرنیکی ضرورت ہی نہ تھی۔

(۴)ایک نبی کا دوسرے نبی پر فوقیت کو پسند نہ کرنا، اپنی اصلاح کی خاطر بڑے بڑے لوگوں کا خدمتِ خلق کرنا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کسی ادنیٰ اُمتی کی ضرورت پوری کرنے کے لئے اس کے ساتھ تشریف لے جانا، اسی طرح کسی انسان کی اذیت رسانی پر صبر سے کام لینا اور معاف کر دینا جیسے واقعات کا آپ ہی سوچئے کہ کتے جیسے بننے کی تمنا اور کتے کے قدموں کے نیچے محشور ہونے کی دعا سے کیا تعلق ہے؟

قولہٗ: اس ہی طرح اس ماموربن اللہ کو مان لینے والے نہ ماننے والوں کی نظر میں گمراہ ہیں اوران کو راہِ راست پر لانے کی کوشش ۱۴۰۰ سال سے پادری عمادالدین سے لے کر قوی صاحب تک لوگ کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے لیکن دیکھنے والی بات یہ ہے کہ داعی آخر کس چیز کی دعوت دیتا ہے۔ (ص:۶۴)

اقول: اس عبارت سے آپ نے کیا کہنا چاہا ہے اللہ ہی بہتر جانتا ہے یا پھر کسی بقراطی جاننے والے سے مدد لینا پڑے گا۔

قولہٗ: چھٹی پشت یا اس کے بعد کے حضرات کی تحریرات میں عقیدت مندانہ اظہارات کو عقائد تصور کر کے لکھ دیا ہے مگر ان کے بھی غلط ہونے کا ثبوت نہ نص سے دیا ہے نہ روایت، (حدیث رسولؐ) سے نہ ہی متقدمین کے حوالے سے بات کی ہے۔ صرف اپنی طرف سے لکھ دیا ہے کہ یہ اسلام کے خلاف ہے، کوئی مسلمان ایسا عقیدہ نہیں رکھتا! یہ عقیدت میں غلو ہے، وغیرہ یہ ان کا خیال ہے حقیقت اس کے برعکس ہے۔ (ص:۶۵)

اقول: میں نے ان باتوں کا جو آپ کی کتب میں مذکور ہیں اہل السنۃ والجماعت کے اجماعی عقائد کے خلاف ہونا ظاہر کیا ہے، اہل السنۃ والجماعت اور ان کے ائمہ متبوعین میراں

صاحب کی ولادت سے ۹۰۰ سال پہلے سے چلے آرہے ہیں، اورانہی کا اجماعی اعتقاد امتِ مسلمہ کا ''عقیدہ'' ہے جو تفسیر، حدیث، فقہ، اور کلام کی معتبر کتب میں موجود ہے، اِکّا دُکّا کا اگر کہیں اختلاف ہے تو وہ جمہور کے مقابلہ میں معتبر نہیں ہوتا، انہیں تفردات کہا جاتا ہے، میراں صاحب کے بعد بھی بقول آپ کے بڑے بڑے علماء نے انہیں ''اولیاء کبار'' میں سے ماننے کے باوجود مہدی نہیں مانا، میراں صاحب کے علاوہ بھی عرب وعجم میں بہت سے لوگوں نے مہدویت کا دعویٰ کیا، ان کے اوصاف واخلاق بھی میراں صاحب جیسے تھے، کچھ لوگ ان کے بھی معتقد ہوگئے مگر جمہور علماء اسلام نے ''المہدی'' کے ان پر انطباق کو احادیث صریحہ معتبرہ کی روشنی میں ردفرما دیا، پھر تعیینِ مہدی کا مسئلہ ایک مجتہد فیہ مسئلہ ہونیکی وجہ سے کسی گروہ کی جانب سے کسی شخص کو مہدی تسلیم کرلینے کو نظرانداز کربھی لیا جائے تب بھی ''المہدی'' کا (۱) معصوم عن الخطاء ہونا، (۲) ولایت محمدی کا مظہر واحد ہونا (۳) اس کے ذریعہ سے قرآن کریم کے ایسے بیان کا آنا جو دور رسالت میں نہیں سنے گئے تھے، (۴) فرشتے کے القاء یا اللہ تعالیٰ سے براہِ راست علم حاصل کرنے والا ہونا وغیرہ جیسے عقائد کن متقدمین اہل اسلام نے تسلیم کئے ہیں ان کی وضاحت آنمحترم کی ذمہ داری ہے، آخر ان صریح مسائل میں کسی معروف محدث، مفسر متکلم اور فقیہ کا نام لیجئے، ہیکل النور، کشف الحقائق، فصوص الحکم کا ان مسائل میں کیا اعتبار ہے؟ آپ کی نصیحت دل وجان سے قبول کرتے ہوئے آپ سے بھی یہی عرض کرتا ہوں کہ یہ کھینچ تان چھوڑ کر ذرا کھلے دل سے اسلامی عقائد کی کتابوں کا مطالعہ فرمائے۔

یہ شکوہ کہ ''میں نے مہدوی عقائد کو غلط کہنے کے لئے نہ نصِ قرآنی کا حوالہ دیا ہے نہ حدیثِ نبوی کا نہ متقدمین میں سے کسی عالم کا'' بالکل بے جا ہے اسلئے کہ عقائدِ اسلام تو آپ کے عقائد سے ایک ہزار سال قبل سے متواتر چلے آرہے ہیں، ان سے ہٹ کر آپ حضرات نے یہ عقائد وضع کئے ہیں، تو آپ مدعی ہیں اور البینة علی المدعی کے قاعدہ کے مطابق اپنے خیالات کو سلف صالحین اور علماء متقدمین کے حوالہ سے مؤکد کرنا آپ کی ذمہ داری ہے، اس سے اختلاف کرنے والے کی ذمہ داری نہیں ہے۔ پھر یہ شکوہ مجھ سے اس وقت

بھلا لگتا جب کہ آپ بھی اس کا اہتمام کرتے، حالانکہ آپ صرف یہ کہتے ہیں کہ ''سلف سے خلف تک سب کا یہی عقیدہ ہے'' اور یہ کہ ''شروع سے اسلامیات کا حصہ ہے'' حوالہ میں شیخِ اکبر ہیں یا صاحبِ عمدہ!

قولہٗ: ان کے صحابہ کو دیکھ کر صحابہ کی یاد تازہ ہوتی تھی (ص:۶۵)

اقول: ان لوگوں میں سے کسی نے بھی المہدی کے اصحاب و احباب کو ''صحابہ'' نہیں کہا ہے، صحابہ ہمارے عرف میں صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحاب کیلئے مستعمل ہے، اور وہ جماعت بقیہ پوری امت سے افضل و ممتاز جماعت ہے۔

البتہ آپ حضرات اور مرزائی لوگ اپنے پیشواء کے رفقاء کو بھی صحابہ کہنے کی بدعت جاری کئے ہوئے ہیں۔

(اس کے بعد قرآن کریم کی ایک آیت وَاِنْ یَّكُ كَاذِبًا فَعَلَیْهِ كَذِبُهٗ ۚ کتابت کی متعدد غلطیوں کے ساتھ نقل کر کے اس کی روشنی میں فرمایا گیا ہے)

قولہٗ: ہم قوی صاحب سے امید رکھتے ہیں کہ حضرت سید محمد جونپوری مہدی علیہ السلام کی ذات، تعلیمات اور اعمال کا قرآنی پاک اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ پاک کی روشنی میں غیر جانبدرانہ مطالعہ کریں اور اللہ سبحانہ تعالیٰ سے مدد کے طلب گار رہیں تو خود ان کو راستہ مل جائے گا ورنہ قرآنی وعید کی زد میں رہیں گے اور خواہش کی جاتی ہے کہ وہ پہلے اپنے ذہن میں خائم کردہ مقام مہدی علیہ السلام کو ہٹا کر احادیث کی روشنی اور متقدمین کے بیانات کی روشنی میں مہدی علیہ السلام کی شخصیت اور مقام کا صحیح اور واضح تعین بھی کرلیں تو پھر ان کو یہ لکھنے کی ضرورت نہ ہوگی کہ ''سید محمد جونپوری تعین کے بغیر مہدی کو ماننے والے کا ایمان بھی معتبر نہ ہوگا''۔ (ص:۶۵/۶۶)

اقول: الحمدللہ! ہم غیر جانبدارانہ مطالعہ کر چکے ہیں، آپ جن غیر مہدوی بزرگوں کی تعریف میں رطب اللسان ہیں انہی کی طرح ہمارا بھی موقف یہ ہے کہ ''میراں صاحب'' کے علمی و عملی کمالات اور اس زمانہ کے سماج پر ان کے زہد و تقویٰ کے اثرات اپنی جگہ! لیکن ان کا دعوئے مہدویت غیر معتبر! اسکا سبب یا تو ان کی اجتہادی غلطی ہے یا پھر مغلوبیت واستغراق کا نتیجہ!! ذہن میں جو مقامِ مہدی قائم ہے وہ احادیث معتبرہ کی روشنی میں قائم ہے،

البتہ آپ نے احادیث وآثاراور اجماعِ امت سے ہٹ کر مہدی کا ایک ذہنی مقام جو بنا رکھا ہے اس کی معقولیت کو سمجھنے کے واسطے یہ سب کوشش ہو رہی ہے۔

قولہٗ: اس حوالہ میں موصوف نے بد دیانتی، جھوٹے اور بے غیرتی کی انتہا کر دی ہے اور خود کو پوری دنیا کے مسلمانوں کا ترجمان بتلا کر بچکانی اعتراض کے علاوہ جھوٹ لکھنے کے رکارڈ توڑا ہے، اللہ سبحانہ تعالیٰ کہتا ہے "لعنة الله علی الكاذبين"، (جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہے) یہ تحریر اصل میں فتوحات مکیہ کی ہے اور اسکو حضرت محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے۔ (ص:٦٦)

اقول: محی الدین ابن عربی کا قول صاحبِ انصاف نامہ نے اپنے عقیدہ کی تائید میں لیا ہے، پیچھے خود بھی اسی کا دعویٰ کر کے آئے ہیں، اگر مصنف اس عبارت کو شیخِ اکبر کی تردید کیلئے لکھتے تو اسے میرا جھوٹ بد دیانتی کہہ سکتے تھے، لیکن جب انہوں نے اپنے عقیدہ کے ثبوت کیلئے لکھا ہے تو آپ کا یہ واویلا بے ضرورت اور بے جا ہے۔ میں نے کہیں بھی عبارت کو مصنف کے نام سے نقل نہیں کیا ہے، کتاب کے مشمولات کے طور پر لیا ہے، اور کتاب ہی کی طرف منسوب کیا ہے پھر بھی آپ پورا باب پڑھ کر دیکھ لیجئے مصنف کا بھی یہی اعتقاد ہے جو شیخ اکبر کے حوالہ سے انہوں نے نقل کیا ہے، شیخ اکبر نبی تو نہیں ہیں کہ وہ جو بھی کہہ دیں عقیدہ بن جائے، جب کہ وہ خود اہل اسلام میں اپنی شطحیات اور ظاہر کتاب وسنت سے معدول تعلیمات کی وجہ سے حد درجہ متنازع فیہ شخصیت ہیں، اسی لئے فصوص کے مترجم نے ہر فص میں شیخ کی عبارت سے پہلے غلط فہمی پیدا ہونے کا اندیشہ ظاہر کرتے ہوئے مسلمانوں کے اجماعی عقیدہ کی وضاحت پر مشتمل ایک نوٹ لکھنا ضروری سمجھا ہے۔

قولہٗ: ہم نیچے فتوضات کی تحریر جو انصاف نامہ کے ص:١٦ سے شروع ہوتی ہے، سے کچھ اور اقتباسات دیتے ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ یہ ساری باتیں حضرت میراں سید محمد مہدی موعود علیہ السلام اور ان کے گروہ میں موجود تھیں اور آج بھی کسی حد تک موجود ہیں، اس طرح آپ کو حضرت محی الدین ابن عربی کی تحریرات سمجھنے کا موقع بھی مل جائے گا کیوں کہ آپ نے اپنے "گذارش احوال" میں اقبال کیا ہے کہ محی الدین ابن عربیؒ کی تحریرات کو سمجھنا مشکل ہے صحابۂ مہدی کی شان میں بیان کیا ہے کہ "وہ لوگ صحابہ کے قدم بہ قدم ہوں گے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے معاہدات میں سچے اتریں گے، اور وہ عجم کے ہوں گے ان میں کوئی عربی نہ ہوگا، لیکن عربیت (قال اللہ وقال الرسول) سے ہی گفتگو کریں گے۔ (ص:٦٧)

اقول:۱)صحابہ مہدی سب عجمی ہوں گے،اور کوئی عربی نہ ہوگا کونسی حدیث میں ہے؟فتوحات کی عبارت میں صرف لا یتکلمون الا بالعربیۃ ہے جس کا ترجمہ ''وہ صرف عربی زبان میں گفتگو کریں گے'' ہوتا ہے کیا اصحابِ مہدی سب عربی زبان ہی میں گفتگو کرتے تھے؟اور اگر آپ کی تشریح اضافی بھی مان لی جائے تو ہم بھی تو یہی چاہتے ہیں کہ ان عقائد کا اثبات ''قال اللہ و قال الرسول'' سے ہو جائے نہ کہ قال الشیخ اکبر اور قال الامام سے۔

۲)ص ۱۶ سے شروع ہو کر کہاں تک جاتی ہے؟ غالباً آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ جتنی عبارت عربی کی ہے وہ سب ''فتوحات'' کی ہے۔جی نہیں! ''انصاف نامہ'' میں فتوحات کی عبارت اور مصنف کی عبارت خلط ملط ہے۔نیز شیخ اکبرؒ نے یہ ''مشارکت'' صرف ''ادراک'' کے حد تک فرمائی ہے وہ بھی مہدی کی تخصیص کے ساتھ نہیں تمام اولیاء اللہ کیلئے عام ہے، کتاب میں شیخ اکبرؒ کے نامکمل جملے درمیان میں شامل کر لئے گئے ہیں۔

۳)اسی طرح شیخ اکبرؒ نے اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ والی آیت میں مَنِ کو خاص نہیں کیا عام مراد لے کر تمام اولیاء کو شامل فرمایا ہے، مہدی کا ذکر تک نہیں کیا۔ (دیکھئے ص:۳۲،۳۳ج:۳)

۴)معصوم ہونے کی بات بھی شیخ اکبرؒ نے نہیں کہی ہے، بلکہ یہ وضاحت کی ہے کہ اولیاء کو علم لدنی اور مکاشفات میں جن حقائق کا علم ہوتا ہے، اگر علماء رسوم یعنی کتاب وسنت کے پابند علماء واتقیاء اس کو تسلیم نہیں کرتے تو یہ ان کا حق ہے، اس ولی کو اپنا علمِ مکاشفہ چھپانا چاہئے اور فقہاء پر رد نہیں کرنا چاہئے، خواہ نفس الامر یعنی علمِ مکاشفہ میں وہ (علماء کا قول) خطا ہی کیوں نہ ہو۔ (ص:۳۴ج:۳)

بہر حال ''انصاف نامہ'' کی عبارت کو مکمل طور پر فتوحات کی عبارت سمجھ کر آپ نے جو چار باتیں ثابت کی ہیں وہ چاروں بھی فتوحات میں اس طرح موجود نہیں ہیں، بلکہ بعض بالکل آپکے خیال کے خلاف اور جمہور علماء اسلام کے موافق ہیں والحمد للہ رب العالمین۔

۵) شیخ اکبر کی تحریروں کو سمجھنے میں آپ کے کلام سے کوئی مدد تو نہ مل سکی، البتہ اس بہانے فتوحات سے ان نقول کی مراجعت کا موقع مل گیا، جس سے اس کی تحقیق ہوگئی کہ شیخ اکبر ان باتوں سے بری ہیں۔

قولہٗ: ہم ہمارے بزرگان تو کیا کوئی بھی مسلمان اپنی کم مائگی اور ضعف کردار کے باوجود کسی کے حوالوں میں ایسی بے جا مداخلت اور الٹ پھیر نہیں کرتا جیسی کہ آپ نے کی ہے۔ (ص:۶۷)

اقول: میں نے گذشتہ مغالطہ کے جواب میں ابھی بتلا دیا ہے کہ فتوحات کی عبارت اور صاحبِ انصاف نامہ کی عبارت میں اختلاط پایا جاتا ہے، خود آپ نے بھی بلا تحقیق نقلِ محض پر اکتفا کیا ہے، نیز ضمیمہ میں غیر مہدوی بزرگوں کی جو عبارات نقل کی ہیں اس میں کتنی خیانتوں سے کام لیا گیا ہے وہ ضمیمہ ہی میں ان شاء اللہ پیش کی جائیں گی۔

قولہٗ: یہ لوگ عبداللہ سلطان پوری جس کو مخدوم الملک کا خطاب بھی ملا تھا کے جانشین کے پجاری ہیں، اور گھروں میں بزرگوں کی خبروں کے حیلہ میں سونا چاندری کی اینٹیں دبا کر نہیں رکھتے بلکہ ان لوگوں کے بینک لاکر ہوتے ہیں جن میں یہ اپنی ناجائز اور حرام آمدنی چھپا کر رکھتے ہیں۔ یاد رکھیں گے مہدویت اور مہدی علیہ السلام کی مخالفت کی ایک بڑی وجہ مال و دولت اور دنیا سے ان کی محبت ہے۔ (ص:۷۰)

اقول: ۱) حرام آمدنی چھپا کر ''رکھتے ہیں یا رکھیں گے'' تو مشکوک جملے ہیں، میرے بینک لاکرز ہونا اور ان میں حرام آمدنی چھپی ہوئی ہونا یا تو آپ کو کسی ذریعہ سے معلوم ہوا ہوگا یا کشف سے! جس صورت سے بھی معلوم ہوا ہو بہر حال غلط معلوم ہوا ہے۔

۲) مہدویت سے عناد و عداوت کی جو ''بڑی وجہ'' آپ نے تشخیص فرمائی ہے وہ اس وقت صحیح ہوتی جبکہ مہدوی برادری تارک الدنیا اور زاہد ہوتی، ہم تو بچشم سر دیکھ رہے ہیں کہ مہدوی حضرات اہل اسلام کے مقابلہ میں کچھ زیادہ ہی مالدار اور دولتمند ہیں، ملک میں بھی بیرونِ ملک بھی، ہمیں دنیاداری اور حرام خوری کی اتنی ہی عادت ہوتی تو فطرۃً ہم مہدویت کو عزیز رکھتے اور اختلاف کے بجائے تعلقات ہموار کرتے تا کہ کچھ اور بٹور سکیں۔

۳) اس مواخذہ میں آپ نے تین نمبروں کے تحت سات باتیں لکھی ہیں اور دعویٰ کیا ہے کہ یہ سات باتیں انصاف نامہ کے ص ۱۶ سے لیکر ص ۲۰ تک منقول فتوحات کی عبارت

سے مفہوم ہوئے ہیں۔ اگر آپ کا یہ دعویٰ صحیح ہے تو براہِ کرم یہ پوری عربی عبارت فتوحاتِ مکیہ میں یا اردو عبارت فتوحاتِ مکیہ کے ترجمہ میں دکھادیں، ہم نے تینوں جلدیں دیکھ لیں یہ عبارت ہمیں نہیں مل سکی اور اگر نہ دکھا سکیں تو دعویٰ واپس لے لیں۔

قولہٗ: مہدویوں کا عقیدہ واسق ہے کہ کلام پاک مکمل اور کامل ہے، دین پورا کا پورہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اُترا اور اس کی تین بنیادیں حدیث جبرئیل میں بیان کی گئی ہیں۔ (۱) ایمان (۲) اسلام (۳) احسان۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایمان اور اسلام کی تعلیم عام کی اور اس کی دعوت اور بیان بھی عام ہی رہے۔

(آگے غیر متعلقہ بات حسب معمول چھوڑ گئی تھی جس کو آپ نے۔ ''خیر یہ الگ مسئلہ ہے''۔ کہہ کر روک دیا)

تیسری بنیاد یعنی احسان کی تعلیم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مخصوص حضرات کو جن میں صلاحیت محسوس کی دی۔ (ص:۷۱،۷۲)

اقول: ۱) قرآن کامل ومکمل ہے، پورا دین رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اُترا، اس کی تین بنیادیں تو نہیں البتہ تین شعبے ہیں، یہاں تک کوئی اختلاف کی بات نہیں، تشنۂ ثبوت جو بات ہے وہ آپ کا یہ دعویٰ جس میں فرمایا گیا ہے کہ ''ایمان واسلام کی دعوت عام رہی اور احسان کی مخصوص لوگوں تک محدود'' یہ دعویٰ میراں صاحب سے ماقبل کسی عقیدہ کی کتاب یا تفسیر وحدیث سے ثابت کرنا آپ کی ذمہ داری ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے کسی اثر سے کام نہیں چل سکتا، آپ نے خود فرمایا ہے کہ ''حدیث احاد ظن کا فائدہ دیتی ہے یقین کا نہیں اور اسی لئے اس پر عقیدہ کا مدار نہیں رکھا جاسکتا''۔

۲) ہمیں تو یہ معلوم ہے اور پوری اُمت یہ جانتی ہے کہ ایمان، اسلام اور احسان نیز فتن کے بارے میں جو علم امت کو دینا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذمہ تھا آپ نے دیدیا اور علی الاعلان اس کی شہادت بھی طلب فرمائی، جو باتیں کسی مصلحت سے عوام صحابہ رضی اللہ عنہم کو ابتداءً نہیں بتائی گئی ہیں وہ خواص صحابہ رضی اللہ عنہم کو بتلادی گئیں، اور انہوں نے وقت آنے پر لوگوں کے سامنے ظاہر کردیں، سوائے ان رازوں کے جن کے اظہار کی اجازت رازداروں کو نہیں دی

گئی، یہ وہ باتیں ہیں جو انہی کے سینوں میں ہمیشہ کے لئے محفوظ رہ گئیں۔ اب ان کا علم کسی امتی کو ہونے والا ہے نہ اس کے اظہار کے لئے کسی کو مبعوث کئے جانے کا وعدہ ہے۔ اس لئے ہر ایسے مدعی کو امت کے علماء نے مسترد کر دیا۔

۳) اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ فرمایا تھا، سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ نے اس حکم کو پورا کیا یا نہیں؟ اگر نہیں! تو وہ رسول کیسا جو اللہ کا حکم نہ مانے؟ اور اگر ہاں! تو پھر آپ کا دعویٰ اس سے باطل ہو جاتا ہے۔

۴) خود حدیث جبرئیل کے اخیر میں ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بعد میں صحابہ سے فرمایا اتاکم جبرئیل یعلمکم دینکم اس میں تو آپ نے جبرئیل کے ذریعہ پوچھوائے گئے ہر سوال کا جواب دیدیا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام دین سکھانے آئے تھے چھپانے نہیں آئے تھے۔

اس لئے ہمارا عقیدہ واثقہ یہ ہے کہ قرآن کامل و مکمل، دین کامل و مکمل اور دین کے جو معنیٰ و مفہوم متفق علیہ ہیں وہی معتبر ہیں، سلف صالحین نے خیر القرون میں عقیدہ کی جو تشریح کردی اور امت کا اس پر اجماع ہو گیا اس کے برخلاف ہر دعویٰ تشنۂ ثبوت ہوگا اور ثبوت شرعی (کتاب و سنت اور اجماعِ امت) نہ ہو تو وہ باطل ہوگا خواہ کسی نے کہا ہو۔

> **قولہٗ:** اس حوالے میں بھی موصوف نے الٹ پھیر کا کمال دکھایا ہے............ یہ اعتراض کرنے کیلئے موصوف نے اتنی لمبی چال چلی اور اپنی بددیانتی کا زندہ ثبوت چھوڑا.................. (ایسا کرنا) غالباً سب سے بڑی دیانت داری اور خدا پرستی ہے............ اسی ہی بات کی تشریح تفسیر کشف الحقائق میں کی گئی تھی، جس کو آپ نے بڑی ہوشیاری سے چھوڑ دیا اور صرف ادھورا ٹکڑا لکھ کر اعتراض کر دیا، آخر آپ یہ کس طرح کی دینداری کر رہے ہیں؟ (ص: ۷۱، ۷۲)

اقول: ۱) میرا قصور یہ ہے کہ ''اور کشف الحقائق میں ہے'' چھوڑ دیا یا چھوٹ گیا۔ اب اس کی وجہ واضح کرنا بے سود ہے البتہ اس کے بعد آپ کے عقیدہ پر مبنی عبارت بعینہٖ نقل کی، اس پر آپ مذکورہ بالا تمام الزامات طبیعت سے لگاتے چلے گئے جبکہ میں نے اپنی تمہید میں صاف عرض کر دیا تھا کہ میں نے حتی المقدور احتیاط سے کام لیا ہے، پھر بھی کہیں غلطی ہوئی ہے تو آپ کا حق ہے کہ توجہ دلائیں، اگر مجھے الٹ پھیر کرنی، لمبی چال چلنی، بددیانتی برتنی،

ہوشیاری دکھائی ہوتی تو میں خود آپ سے اغلاط کی نشان دہی کی خواہش کیوں کرتا؟ اصل میں بات یہ ہے کہ آپ نے قلم اٹھاتے وقت تمام اقتباسات کو غلط دکھانے کا دم بھرا تھا مگر آپ کو کتاب میں گرفت کے مواقع نہ مل سکے ایک آدھ ملا تو سارا نزلہ اسی پر گرایا۔ خیر! میں اسے آپ کی مجبوری سمجھتا ہوں، اور بے ضرورت لگائے گئے متعدد الزامات اور طعنوں کو آپ کی بزرگی کے نذر کر دیتے ہیں۔

۲) آگے جو عبارت میں نے نقل نہیں کی وہ اسلئے کہ نفس عنوان سے تعلق نہ تھا، دوسرے اس منطق کو آپ جیسی عبقری شخصیتوں کے علاوہ عام مسلمان سمجھ نہیں سکتے تھے۔ کیونکہ اب حقیقۃ الحقائق اور دقیقۃ الدقائق جیسے الفاظ سمجھنے والے تو کیا دین کی بنیادی باتوں کا علم رکھنے والے بھی نہ رہے۔

ہمارا یقین ہے کہ آپ نے اسے نقل تو فرمایا ہے لیکن خود آپ نے بھی اسے نہیں سمجھا ہوگا اسلئے کہ جو صلاحیت اس پورے ''رد'' میں سامنے آئی ہے اس میں اس کے ہضم کی کوئی گنجائش نہیں دکھائی دیتی۔

> **قولہٗ :** ہم ان سے پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ ایک طرف تو وہ مہدی کے متعلق احادیث کو متواتر اور متفق علیہ احادیث کہتے ہیں اور ان کا انکار کفر بھی مانتے ہیں (دیکھو مطالعہ مہدویہ کا صفحہ ۱۶ شق ۹) اور دوسری طرف ان احادیث سے حاصل ہونے والے نتیجہ کا انکار اس طرح کرتے ہیں کہ کوئی بھی مسلمان ان باتوں کا قائل نہیں آخر یہ دورخی چال کیوں؟ (ص:۷۵)

اقول: آخری زمانہ میں آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں سے اللہ کے ایک مردِ صالح و متبع سنت ولیٔ کامل ــــ جس کو ''المہدی'' کہا گیا ہے ــــ کا آنا متواتر و متفق علیہ ہونے سے کسی مسلمان کو واقعی انکار نہیں؛ لیکن تواتر و اتفاق بس اسی پر ہے، اور خود آپ کے نزدیک بھی یہ تواتر صرف چار باتوں کی حد تک ہی ہے بقیہ اور تفصیلات نہ متواتر و متفق علیہ ہیں، نہ اعتقادات میں شامل ہیں، نہ ان پر ایمان لانا ضروری ہے، لیکن مہدی کے مقام سے متعلق آپ حضرات کے دعاوی تو متواتر و متفق علیہ اسلامی عقائد کے بالکل برخلاف ہیں۔ مثلاً یہی کہ نبی کے تابعِ تام کا مفہوم نبی کے ہم مقام لینا جیسا کہ آپ نے اسی زیر بحث پیراگراف

میں لکھا ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ہجرت فرض تھی اس طرح مہدی کے ساتھ ہجرت فرض تھی'' تو آپ ہی بتلائے کہ یہ اعتقاد قرآن کریم کی کس آیت کی دلالت سے کس حدیث متواتر المعنیٰ سے یا کس امام مجتہد کی تحقیق سے ثابت ہے؟ سوائے اس کے کہ آپ نے قیاس فرمالیا ہے کہ مہدی جب نبی کا ہمسر ہے تو دونوں میں تساوی ضروری ہے جبکہ یہ قیاس اور یہ اعتقاد میراں صاحب سے قبل نہیں پایا جاتا ہے۔غرض یہ کہ ہم دورخی سے کام نہیں لے رہے ہیں، مہدی کے مقام کا جو حصہ متفق علیہ اور متوارث ہے اس سے اتفاق کر رہے ہیں اور جو حصہ غیر منصوص غیر متوارث اور اختلافی ہے اس سے اختلاف کر رہے ہیں، اس کو دورخی نہیں کہتے۔آپ کے سوال کا جواب تو ہم نے دیدیا اب ہم آپ سے یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ آپ مہدی کو نبی کا تابع تام بھی کہتے ہیں اور ہم مقام بھی کہتے ہیں آخر یہ دورخی کیوں؟ یادرہے کہ آپ نے زیر نظر کتاب کے ص:۵۷ پر ہمسری کے اپنے عقیدہ کو تسلیم کیا ہے۔

> قولہٗ: تیسری بات یہ ہے کہ انہوں نے اپنی تحریر میں مہدویوں پر جھوٹا الزام لگایا کہ ہم مہدیؑ کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے افضل مانتے ہیں اور دلیل میں ظاہر و باطن کا حوالہ دیا ہے جو بے محل ہے...............ہم مہدی کو رسول مقبول کے تابع تام مانتے ہیں اور اس حجت سے ظاہر و باطنی حیثیت میں بھی صرف ہمسری ہی ثابت ہوتی ہے فضیلت نہیں، کیونکہ جس ولایت کے مظہر مہدی ہیں وہ بھی ولایتِ محمدی ہی ہے،قوی صاحب کے اعتراضات کے جواب میں پتا نہیں ایک بات کو کتنی بار دہرانا پڑے۔ (ص:۷۵)

اقول:۱) ہم ایک بات کو سینکڑوں مرتبہ دُہرانے کی زحمت نہیں دے رہے ہیں، وہ آپ بلا وجہ ہی اٹھا رہے ہیں، ہمارا معروضہ تو بس یہ ہے کہ آپ کتاب وسنت اور اجماعِ امت سے ''ہم سری'' ہی ثابت کردیں، خواہ افضلیت نہ سہی۔

۲) ہم نے آپ پر جھوٹا الزام کیسے لگایا آپ خود یہ کہہ رہے ہیں کہ ''جس ولایت کے مظہر مہدی ہیں وہ بھی ولایتِ محمدی ہی ہے'' اور یہ آپ اور آپ کے بڑے مان چکے ہیں کہ ''ولایتِ محمدی نبوتِ محمدی سے افضل ہے''۔

۳)"مذھب ما کتاب اللہ و اتباع رسول اللہ" کے بعد بھی بحث کی ضرورت اس لئے باقی رہ جاتی ہے کہ آپ کا مذہب وہ باتیں بھی بتلاتا ہے جو کتابُ اللہ اور رسول اللہ سے ثابت نہیں ہیں، اگر قول و عمل میں تضاد نہ ہوتا تو اس سے اچھی بات کیا ہوتی ؟ اور ولایت کی علاحدہ تعلیمات کی ضرورت ہی کیوں پیش آتی ؟

قولہٗ: اب قارئین پر واضح ہو گیا کہ قوی صاحب نے کس طرح تحریفات کے ذریعہ سے مہدویوں پر اعتراضات کئے ہیں، ان کے ہر اعتراض میں یا تو تحریفِ لفظی ہے یا پھر معنوی طور پر مفہوم کو بدلنے کی کوشش نمایاں ہے، ہم نے یہاں چند نمونے پیش کئے ہیں تاکہ قارئین کی تشفی ہو جائے .... کتاب کے دوسرے حصہ کا انتظار کیجئے۔ (ص:۷۵)

اقول: ۱) میں نے ص: ۴۰ سے لیکر ص: ۱۳۱ تک ۹۰ صفحات میں قوم کی کتابوں سے ۱۴۴ باتوں کی نشاندہی کی تھی، آپ نے ان کا نام "اعتراض" رکھا ہے تو چلئے اعتراض ہی کہہ لیجئے لیکن ان ۱۴۴ اعتراضات میں آپ نے دو مقامات پر لفظی تحریف اور ایک مقام پر معنوی تحریف نوٹ کی ہے، اور اس کی وضاحت کیلئے اپنی کتاب کے ۵۷ صفحات سیاہ کئے ہیں۔ اس تحریف کی حقیقت بھی اپنی جگہ واضح کر چکا ہوں۔ عرض کرنا یہ ہے کہ ۱۴۴ میں سے تین مقامات پر غلطی نکال کر یہ کہنا کہ "ہر اعتراض میں یا لفظی تحریف ہے یا معنوی تحریف" کس دین و دیانت کی دَین ہے؟

۲) تمام قارئین کی تو نہیں البتہ معتقدین کی تشفی ضرور ہوگئی ہوگی، کیونکہ کسی انصاف پسند قاری کیلئے جو دونوں کتابوں کا بہ غور مطالعہ کریگا آپ کا جواب تشفی بخش ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا۔

۳) اب تک دوسرے حصے کا انتظار ہی ہوتا رہا، ممکن ہے آپ کو اس کیلئے ہمارے جواب کا انتظار رہا ہوگا کہ اگر ہم جواب نہ دیں تو پھر کیوں مزید مغزماری کی اس مصیبت کو مول لیا جائے۔

رد قوی کے

ضمیمے کی تحقیق

غیر مہدوی علماء کے حوالوں کی حقیقت

جناب عالی نے اپنے رسالہ میں ایک ضمیمہ بہ عنوان۔ ''حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ السلام کے تعلق سے غیر مہدوی مورخین، اور مفکرین کے خیالات''۔ جملہ ۳۰ رصفحات اور ۲۰ رشخصیات کی تحریروں پر مشتمل شامل کیا ہے۔ (ص:۶۷ تا ۱۰۶) اور اس کا مقصد بقول آپ کے راقم عاجز اور اس کے ہم نوا علماء کرام کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیاں دور کرنا ہے۔ (ص:۷۰)

اس ضمیمہ کے سلسلہ میں عرض ہے کہ:

(۱) پہلے تو اس کی ضرورت ہی نہ تھی اس لئے کہ میرے رسالہ کا موضوع میراں صاحب کی شخصیت اور ان کی ولایت و بزرگی نہیں تھا، ان کا مہدیٔ موعود ہونا، ان کی ذات کا ہم سر رسول ہونا، معصوم عن الخطاء ہونا، اور بیان قرآن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور و مبعوث ہونا وغیرہ جیسے دعاوی کی تحقیق تھا، جبکہ اس سلسلہ میں آنجناب نے کوئی زحمتِ جواب گوارا نہیں فرمائی، پورے ضمیمہ کو ہم نے غور سے مطالعہ کیا کہ شاید نفس موضوع پر کچھ قابلِ غور مواد فراہم ہو جائے مگر تحصیل حاصل کے علاوہ کچھ ہاتھ نہ آیا۔

(۲) میراں صاحب کی شخصیت پر آپ نے جو بے ترتیب اور بے جوڑ اقتباسات اکھٹے کئے ہیں، ان سے زیادہ جامع، مرتب اور پُر مغز اعتراف تو حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے ''تاریخِ دعوت و عزیمت'' میں فرمایا ہے، اتنے مقصد کیلئے ان کی عبارت اس سے

کہیں زیادہ مفید و مؤثر تھی، البتہ مولانا نے آخری پیراگراف میں پورے احترام اور غایت حزم و احتیاط کے ساتھ مہدویت اور اس کی واقعیت کا جو جائزہ لیا ہے، وہ اصل موضوعِ گفتگو تھا، جب کہ وہی موضوع آپ کے پورے ضمیمہ میں تشنۂ تحقیق ہے۔ ان کی ولایت و بزرگی، زہد و تقشّف، ورع و تقویٰ، علم و فضل اور انقلاب آفرینی اپنی جگہ مسلم! یہ کمالات اور ایسی سحر انگیزی و اثر آفرینی — جوان مورخین نے میراں صاحب سے متعلق ذکر کئے ہیں تنہا انہی کی خصوصیت نہیں ہے، تاریخ اسلام اس کی مثالوں سے بھری پڑی ہے، بلکہ بعض دیگر اولیاء اللہ کے بارے میں ان سے عظیم تر اثرات اور وسیع تر برکات کا پتہ دیتی ہے۔ کیونکہ یہ امتِ محمد یہ ایک زندہ و تابندہ اُمت ہے، اس کے جلو میں سینکڑوں ہزاروں نہیں لاکھوں نفوسِ قدسیہ شانِ مہدیت کے ساتھ جلوہ گر تھیں، ہیں اور رہیں گی، تا آنکہ اس آخری مہدی کا ظہور ہو جائے جن کے بعد پھر کوئی مہدی نہیں۔ میراں صاحب کی عظیم شخصیت کے بارے میں اگر کوئی غلط فہمی کسی کو ہے تو اس کا سبب مہدوی علماء کا وہ لٹریچر ہے جس نے ان کو مافوق الولایت والہدایت بنا کر مہدی کے اجمالی تصور کے برخلاف نت نئے مسائل پیدا کر دئے ہیں، یا پھر میراں صاحب کے وہ خلافِ شرع دعاوی ہیں جو خاص حالات و کیفیات میں انکی زبان سے صادر ہوئے ہیں، بشرطیکہ ان کی نسبت ان کی جانب صحیح ہو، اسلئے کہ آپ ہی کے پیش کردہ تاریخی حوالہ جات کو اصل کتاب میں مکمل پڑھنے سے ہمارا یہ خیال مزید مؤکد ہو جاتا ہے کہ آپ حضرات کے لٹریچر میں موجود بہت سے دعاوی کی نسبت ان کی جانب مشتبہ ہے۔

(۳) آپ نے جن تاریخی کتب اور شخصیات کے اقتباسات اپنے ضمیمہ میں جمع فرمائے ہیں میں نے ان کو پڑھنے کے بعد اصل کتابوں سے رجوع کرنے کی کوشش کی تاکہ مکمل بصیرت حاصل ہو۔ الحمد للہ تعالیٰ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ دورانِ مطالعہ اس بات کی تحقیق ہوتی چلی گئی کہ یہ مؤرخین بھی میراں صاحب کی علمی و عملی بزرگیوں سے رطب اللسان ہونے کے باوجود دعوائے مہدیت اور ادعائے معصومیت کو ان کی اجتہادی غلطی قرار دیتے ہیں یا پھر انہیں اس سے بری سمجھتے ہیں۔ خواہ وہ ابوالکلام آزاد ہوں یا کوئی اور تذکرہ نگار! تفصیل کیلئے براہِ کرم نقلوں پر اکتفاء کرنے کے بجائے اصل کتابوں میں ان مصنّفین کا پورا مضمون ملاحظہ

فرمائیں۔مثلاً آئینِ اکبری، تاریخِ سندھ، تاریخ مذاہب، ـــــ جن کا آپ نے حوالہ دیا ہے ـــــ کے مصنّفین کی درج ذیل عبارات آپ ہی کی ماخوذات سے نقل کرتا ہوں۔

- مولانا غلام رسول مہر کی جتنی عبارت آپ نے نقل کی ہے اس میں دعوائے مہدویت کی صحت و عدم صحت سے متعلق گفتگو کو انہوں نے چھیڑا ہی نہیں، البتہ میراں صاحب کو ''بہت بڑے عالم اور غیور مسلم'' مانا ہے۔ (دیکھئے ردقوی ص:۸۲)
- رشید احمد قلات کی عبارت میں میراں صاحب کو ''سرزمینِ ہند کے سب سے پہلے اور قابلِ ذکر مصلح'' کہا گیا ہے۔ (دیکھئے ردقوی ص:۸۲)
- ڈاکٹر سید اطہر عباسی کی عبارت میں میراں صاحب کو ''ایک نوجوان عالم'' قرار دے کر ان کے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔
- روزنامہ حریت والے مضمون میں بھی میراں صاحب کو ''اسلام کے سرکردہ مبلغوں، مجددوں اور اولیاء کرام'' میں شمار کیا گیا ہے۔ (دیکھئے ردقوی ص:۷۹)
- اورینٹل کالج میگزین میں بھی میراں صاحب کو ایک '' کامیاب ریفارمر اور اعلیٰ درجہ کا مُصلح'' قرار دیا گیا ہے (دیکھئے ردقوی ص:۸۰)

حاصل یہ ہے کہ جن غیر مہدوی مگر معتبر شخصیتوں کو آپ نے بطور محقق و منصف مؤرخ کے پیش کیا ہے ان میں سے کسی نے بھی میراں صاحب کو ـــــ ان کی دعوتی و اصلاحی مخلصانہ مساعی کو سراہنے کے باوجود ـــــ ''مہدیٔ موعود'' تسلیم نہیں کیا ہے، ہمارا ابھی بس یہی کہنا ہے۔

(۴) مجھے آپ کی ذکر کردہ سب کتابیں دستیاب نہ ہوسکیں، کیونکہ ان میں بعض روزنامے اور اخبارات بھی ہیں اور بعض نادر الوجود کتب بھی ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حوالہ در حوالہ پر اکتفا کیا ہے، پھر بھی جو کتب مجھے مل سکیں اور ان سے آپ کی منقولہ عبارات واقتباسات کی جب مراجعت کی گئی تو بڑا افسوس ہوا کہ جن '' کارگذاریوں'' کا آپ نے مجھ پر الزام لگایا تھا اس میں آپ تو اس راقم عاجز کے استاذ نکلے۔ خیانت، جھوٹ، جھوٹ بولنے کی قسم کھا کے آنا، ریکارڈ توڑ جھوٹ، عاقبت کا سودا کر لینا، بے غیرتی کی انتہا اور روزنی

عقل والا وغیرہ الفاظ کو استعمال کرنے کی آن جناب کے مقامِ علم اور بزرگئ عمر کے مدنظر مجھے ہمت نہیں ہے۔ اسلئے دامنِ ادب گرفتہ ان بزرگوں کی وہ عبارات جو آپ نے مفید مطلب نہ ہونیکی وجہ سے چھوڑ دیں یہاں آپ کی غلط فہمی یا عدمِ واقفیت کو دور کرنے کیلئے نقل کرتا ہوں، خط کشیدہ عبارات بطور خاص ملاحظہ فرمائیں:۔

① از تذکرہ......مولانا ابوالکلام آزادؒ

یہ فرقہ سید محمد جونپوری کی طرف منسوب ہے، جن کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ مہدی ہونے کے مدعی تھے اگرچہ آگے چل کر اس فرقہ کے عقائد میں بہت سی نئی نئی باتیں اور حد غلو سے بھی گذرے ہوئے اعتقادات شامل ہو گئے، لیکن میرا خیال ہے کہ اسکی بنیاد صداقت وحق پرستی پر پڑی تھی یعنی دعوت وتبلیغِ حق واحیائے شریعت وقیام فرضِ امر بالمعروف ونہی عن المنکر اس کا مقصدِ اصلی تھا، اور خود سید محمد[ا] اور ان کے پیروؤں کی پہلی جماعت کے اکثر بزرگ بڑے ہی پاک نفس اور خدا پرست لوگ تھے، اس قسم کے معاملات ہمیشہ ابتدا میں کچھ ہوتے ہیں اور آگے چل کر کچھ اور بن جاتے ہیں، اور فتنۂ غلو وتاویل پچھلی امتوں کی طرح اس امت کی ہر جماعت کے لئے بھی ایک بڑا فتنہ رہا ہے، یہی حالت اس جماعت کو بھی پیش آئی اور رفتہ رفتہ اسکی بنیادی صداقت اخلاف کے غلو ومحدثات میں گم ہو گئی۔ (تذکرہ ص: ۴۷)

② از تذکرہ

سید موصوف کا معاملہ عجیب ہے اور طرح طرح کے دعاوی وشطحیات ان کی جانب منسوب کیے گئے ہیں، معتقدین کی باتیں تو قابلِ توجہ نہیں کہ لوگ جس کسی کو پیشوا مانتے ہیں اس کو خدا بنائے بغیر نہیں چھوڑتے، اور اگر بہت احتیاط کی تو نبوت تک پہنچا کر چھوڑا، لیکن بعض قریب العہد اور قابلِ اعتماد راویوں نے بھی اس قسم کی باتیں لکھ دی ہیں کہ اول نظر میں طبیعت کو خلجان ہوتا ہے۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

''در اعتقادِ سید محمد جونپوری ہر کمالیکہ محمد رسول اللہ صلعم داشت ورسید، سید محمد را نیز بود،

[ا] میں نے ادب ملحوظ رکھتے ہوئے ''میراں صاحب'' لکھا تھا تو ہندوؤں اور غیر مسلموں سے تشبیہ دی گئی تھی، یہاں کیا فرمایا جائیگا؟

فرق ہمیں ست کہ آنجا باصالت بود وایں جا بہ تبعیت وتبعیتِ رسول بجائے رسیدہ کہ ہمچو او شد“
شاہ صاحب کی یہ عبارت دیکھ کر مجھ کو خیال ہوا کہ ہمارے زمانے میں مرزا صاحب قادیانی کے معتقدین میں سے ایک بڑا گروہ بھی مرزا صاحب کی نسبت بعینہٖ یہی اعتقاد رکھتا ہے اور اسی اصالت وتبعیت کے فرق پر اپنے تمام غلو واغراق کی بنیاد رکھی ہے۔ وما اشبہ اللیلۃ بالبارحۃ[1] (تذکرہ ص:۵۱)

مولاناؒ ایک اور جگہ اس اختلاف کی حقیقت کو سمجھنے کے واسطے امام ابن قیم رحمہ اللہ کی کتاب ”اعلام الموقعین“ سے ایک عبارت نقل کر کے وضاحت کرتے ہیں کہ اس قسم کے مسائل میں لوگ دو قسموں میں بٹ جاتے ہیں، ایک طبقہ بلا تامل تضلیل وتکفیر پر اُتر آتا ہے، دوسرا طبقہ احکام ونصوص کو ان مدعیوں کا محکوم اور تابع بنا دیتا ہے۔ پہلے طبقے سے متعلق مولانا کے غیظ وغضب کو آپ نے خوب نقل کیا ہے لیکن دوسرے طبقے کا حال چھوڑ دیا ہے میں دوسرے طبقے کا حال آپ کی اطلاع کیلئے ذیل میں نقل کرتا ہوں جو اُن کے مضمون میں آپ حضرات ہی سے متعلق ہے۔

③ از تذکرہ

دوسری جماعت نے ائمہ واکابرِ دین کی پیروی اور محبت واعتقاد کے یہ معنی سمجھے کہ احکام ونصوص کو ان کا تابع ومحکوم بنا دیا، اور چند غیر معصوم انسانوں کی خاطر کتاب وسنت کو ترک کر کے اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کی سرحد سے قریب ہو گئے، اس دوسری جماعت کا عجیب حال ہے یہ جب کبھی اپنے پیشواؤں کے کسی قول کو احکام ونصوص شرعیہ کے خلاف دیکھتی ہے تو اس کی جرأت اپنے اندر نہیں پاتی کہ قرآن وسنت کو مقدم رکھ کر اس قولِ مخالف کی تاویل کرے اور اس طرح شریعتِ الٰہی کو بھی اپنی جگہ چھوڑنے کی زحمت نہ دے اور پیشوایانِ اسلام کے دامن کو بھی مخالفتِ شریعت کے دھبے سے بچالے بلکہ برعکس اس کے کوشش کرتی ہے کہ اپنے پیشواؤں کی باتوں اور رایوں کو مقدم رکھ کر

---

[1] ”ردقوی“ کے ص:۵۷ پر آپ نے ظاہر وباطن کے حوالہ کو بلا دلیل کہا تھا، یہاں اصلیت وتبعیت کے پردوں پر کیا تبصرہ ہوگا؟

کسی نہ کسی طرح قرآن وحدیث کو ان کے مطابق کر دکھائے، اگرچہ ایسا کرنے میں تاویلِ نصوص، تحریفِ نصوص تک پہنچ جائے! پہلی راہ باعتبار اصل کے راہِ یہود ہے، اور دوسری راہِ نصاریٰ ہے اور اسلام نے دونوں کو بند کرنا چاہا غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔
(تذکرہ ص:۵۵)

ایک جگہ مغلوبُ الحال اولیاء اللہ کی بظاہر خلاف شرع تعبیرات کے سلسلہ میں یہ بتلانے کے بعد کہ ''اہل حق کا طریق یہ ہے کہ یا ان کی تاویل کرتے ہیں یا ان کے معاملے کو عالم السرائر ــــ یعنی بھیدوں اور دلوں کا حال جاننے والے خدا ــــ کے حوالہ کر دیتے ہیں'' اہل حق کے برخلاف جو لوگ ان باتوں کو آنکھ بند کر کے بعینہٖ قبول کر لیتے ہیں ان کا رد کرتے ہوئے مولانا لکھتے ہیں :

④ از تذکرہ

البتہ عمل واعتقاد ہر حال میں احکام شریعت وظواہر نصوص کتاب وسنت پر رہے، اور ان کے سوا کوئی نہیں جو محک حق وباطل اور حجت وبرہان ہو، والعصمة للانبياء ومن عداهم قد يخطئُ ويصيب، فمن ظن انه يكتفى بما وقع فى خاطره مما جاء به الرسول، فقد ارتكب اعظم الخطاءِ وضل ضلالا مبينا (تذکرہ ص:۵۴)

یعنی معصوم ہونا صرف انبیاء کی شان ہے ان کے علاوہ جو بھی ہیں وہ خطاء بھی کر سکتے ہیں درست بھی، پس جس شخص نے اپنے خیالات کو نبی کی تعلیمات کے مقابلہ میں کافی سمجھا اس نے بہت بڑا گناہ کیا اور کھل کر گمراہی میں جا پڑا۔

⑤ از تذکرہ

ایک اور جگہ لکھا ہے:

ارباب افراط وغلو کی ساری غلطی یہ ہے کہ وہ اپنے غیر معصوم پیشواؤں کے اقوال واحوال کو بمنزلہ اصل مرکز بنا لیتے ہیں، جس کو کسی حال میں اس کی جگہ سے ہلایا نہیں جا سکتا، اور پھر چاہتے ہیں کہ وحی الٰہی اور صاحبِ وحی کی نص کو اسکی جگہ سے ہٹا کر اپنے خودساختہ مرکز

تک لیجائیں، اور نہ جا سکے تو زبردستی کھینچ کر لے جائیں۔ (تذکرہ:ص ۵۸)

مذکورہ بالا چند اقتباسات سے معلوم ہوا کہ شیخ جمال الدینؒ کے تذکرہ کے ضمن میں مولانا ابوالکلام آزادؒ نے میراں صاحب اور ان کے چند جلیل القدر خلفا کا جو ذکر کیا ہے اس کا تعلق ان کی مہدیت و معصومیت سے کچھ نہیں ہے بلکہ اس کے ضمن میں جگہ جگہ واضح کرتے گئے ہیں، کہ اگر ایک طرف وقت کے علماءِ سوء نے اپنی اغراض کی خاطر ان کے ساتھ ناروا سلوک روا رکھا تھا تو دوسری طرف معتقدین و متبعین نے ان کی شطحیات و سُکریات کو عقیدہ و مذہب کا درجہ دے کر ایک متوازی دین کی بناء ڈالنی شروع کر دی تھی، ان کی ہادیانہ زندگی و سرگرمی سے مرعوب ہو کر انہیں ہی ''مہدی موعود و آخرالزمان'' سمجھ بیٹھنے کی غلطی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اور معتقدین نے شہرت عام کی بنا پر (انہیں) مہدی آخرالزماں سمجھ کر تمام علائم و آثار مرویہ کو اُن پر چسپاں کرنا شروع کر دیا تھا۔ (تذکرہ ص:۶۱ برحاشیہ)

✦ ضمیمہ میں عصر حاضر کے مؤرخ —— شیخ محمد اکرام —— کے حوالہ سے آپ نے جو اقتباسات نقل کئے ہیں وہ تو ہم نے پڑھ لئے ہیں، لیکن جو آپ نے ترک کر دیئے ہیں وہ ہم نقل کرتے ہیں، آپ بھی بغور ملاحظہ کر لیجئے:۔

⑥ از رودِ کوثر

اس زمانہ میں اضلاع پورب میں ایک تحریک شروع ہوئی، جس کا مقصد نہایت نیک تھا یعنی تجدید دین و احیاء ملت، اور اس نے بعض مخلص اور قابلِ افراد کو متأثر کیا لیکن اس قسم کی بہت سی دوسری کوششوں کی طرح یہ تحریک بھی بہت جلد بانیٔ تحریک کے شخصی دعوؤں جمہورِ امت کی مخالفت اور اصلاح کے چند نہایت خاص طریقوں تک محدود ہو کے رہ گئی۔ (رودِ کوثر ص:۲۵/۲۴)

⑦ از رودِ کوثر

مہدویہ جماعت کی ایک خصوصیت تو سید محمد جونپوری کے دعاوی پر ایمان ہے لیکن اس کے علاوہ بھی بعض چیزیں انہیں (دیگر مسلمانوں سے) نمایاں کرتی ہیں، مہدویوں کا عقیدہ ہے کہ فرائض و واجباتِ قرآنی دو قسم کے ہیں۔ پہلی قسم میں وہ احکام شامل ہیں جن کا

تعلق نبوت وشریعت سے ہے، ان احکام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہ لسانِ شریعت مفصل بیان فرمادیا ہے، دوسری قسم میں وہ احکام ہیں جن کا تعلق خاص ولایتِ محمدیہ سے ہے اب مشیتِ الٰہی کو منظور ہوا کہ ان احکام کی بھی تبلیغ ہوجائے لہٰذا حضرت سید محمد مہدی موعود مبعوث ہوئے۔ (رود کوثر ص:۲۷)

⑧ از رودِ کوثر

راجہ چندو لال کے دور میں حیدر آباد مہدوی گروہ کا مرکز بن گیا، وہ دس بارہ ہزار کی تعداد میں بمشاہرہ بیش قرار ملازم[1] رکھ لئے گئے، اور اتنا اقتدار حاصل کرلیا کہ بے باکانہ مذہبی بحثیں شروع کردیئے، یہاں تک کہ ۱۲۳۷ھ میں مولوی عبد الکریم کو مذہبی بحث کی بناء پر میر عالم بہادر کی مسجد میں قتل کردیا، جس پر شہر میں فساد ہوگیا اور بہت سے سنی اور مہدوی مارے گئے، نواب سکندر جاہ نے انگریزی فوج کی امداد سے ان کو ملک سے نکالا۔ (رودِ کوثر: ص ۲۹)

اسی صفحہ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں: اس کے بعد کا ایک واقعہ ۱۲۹۲ھ میں ہوا، جب حیدر آباد کے ایک مشہور فاضل اور نظامِ سابق میر محبوب علی خان کے استاذ مولوی زمان خان شاہ جہاں پوری کو "ہدیہ مہدویہ" کی تالیف کی بناء پر ایک مہدوی نے مسجد میں شہید کردیا۔

(رود کوثر ص: ۲۹ برحاشیہ)

✧ اسی طرح ضمیمہ میں آپ نے مولوی ابو ظفر ندوی کے قلم سے مہدویہ کے بارے میں کچھ تحسینی کلمات تو نقل فرمائے لیکن ان کی یہ تحقیق چھوڑ دی:

⑨ از رودِ کوثر

جب گجرات میں یہ جماعت طاقتور ہوگئی تو اس قدر غلو سے کام لیا گیا کہ منکرینِ مہدی (سید محمد جونپوری) کو کافر کہہ دیا آخر میں جرأت اس قدر بڑھ گئی کہ جو اہل فہم اس کا انکار کرتا اس کو قتل کرڈالتے، اور ہر ایک ان میں سے اپنی جان قربان کرنے کو مذہب کی خدمت اور کارِ ثواب سمجھتا تھا، سلطان محمود بن لطیف خان کے عہد میں ان کا حال بالکل

[1] جب کہ ترکِ دنیا فرائضِ مذہب میں سے ہے۔

اسماعیلیوں (فرقۂ حسن بن صباح) کی طرح ہوگیا تھا، جس کے باعث گجرات میں فساد بڑھ گیا اور امن جاتا رہا۔ (رودکوثر ص:۳۰)

⑩ از فرہنگِ آصفیہ

✦ ''فرہنگ آصفیہ'' سے بھی آپ نے صرف اپنے مطلب کی بات لی ہے، انہوں نے مہدوی عقائد کو ذکر کرنے کے بعد ''دربارِ اکبری'' کے حوالہ سے میراں صاحب کے متعلق یہ عبارت بھی نقل کی ہے مگر آپ نے نہیں ذکر کی۔

آپ حنفی المذہب تھے اور جونپور کے رہنے والے تھے، خلفشارِ جونپور میں ان کو آواز آئی کہ تو مہدی ہے، اس بنا پر مہدویت کا دعویٰ کیا اور جونپور کی تباہی کو آثارِ قیامت سمجھا جونئی بات دیکھتے اُسی کو قربِ قیامت کی علامت سمجھتے، اکثر ضعیف الاعتقاد جاہل ان کے گرد جمع ہوگئے اور بہتیروں نے مخالفت کی جس کے سبب جونپور سے تنگ آکر گجرات کا راستہ لیا سلطان محمد گجراتی ان کا معتقد ہوگیا، وہاں بھی لوگوں کی مخالفت نے چین نہ لینے دیا، عربستان کی سیاحی کی، حرمین شریفین کی زیارت سے فرصت پاکر ایران میں آٹھہرے، ان کی خدمت میں لوگوں کا ہجوم دیکھ کر اسماعیل نہایت سختی سے مانع آیا، گو یہ ایران سے فوراً چلے آئے مگر مدتوں ان کا اثر باقی رہا، ۹۱۱ھ میں مقام فراہ میں آکر ہمیشہ کے واسطے سو گئے مگر قبر پرستوں نے قبر کا پیچھا نہ چھوڑا۔ (فرہنگِ آصفیہ: ۱/۳۲۷)

⑪ تاریخِ فرشتہ

قارئینِ کرام اچھی طرح جانتے ہیں کہ مہدوی فرقہ سید محمد جونپوری سے نسبت رکھتا ہے، جنہوں نے ۹۶۰ھ میں اپنے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا، سید صاحب میں حضرت امام مہدی آخرالزماں کی چند خصوصیات پائی جاتی تھیں، اس وجہ سے اکثر لوگ ان کے دعوے پر یقین لے آئے۔ (تاریخ فرشتہ ۲/۴۱۰)

✦ آپ نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی ''تحفہ اثنا عشریہ'' کا حوالہ بھی دیا ہے، یہ کتاب اصلاً ردِ شیعیت پر ہے، انہوں نے مہدی کے شیعی عقیدہ پر بحث کرتے ہوئے دو جگہ ''مہدویہ'' کا بھی ذکر کیا ہے، ان کی عبارت بعینہٖ ملاحظہ کرلیں۔

⑫ از تحفہ اثنا عشریہ

اور یہ بھی جاننا چاہئے کہ ہندوستان میں ایک جماعت اور ہے کہ اپنا ''مہدویہ'' نام کیا (رکھا) ہے ان کا شعار (اعتقاد) یہ ہے کہ ''مہدی آئے بھی اور چلے بھی گئے''.................. بعض مسائل میں اہل سنت و جماعت کے خلاف ہیں مثلاً رفع یدین در دعا اور تقسیم میراث وغیرہ اور یہ سب تابع سید محمد جونپوری کے ہیں (جنہوں نے) کہ (اپنے) آپ کو مہدی موعود خیال کیا تھا، چنانچہ ملا علی قاریؒ نے اس خیال کے رد میں ایک رسالہ صحیح حدیثوں سے لکھا ہے اور علامتیں مہدی موعود (آخر الزماں) کی مفصل بیان کی ہیں۔ (ترجمہ تحفہ اثنا عشریہ ص:۳۹)

دوسری جگہ شیعوں کے اس عقیدہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہ ''امام غائب کے غائب ہونیکی وجہ ان کے نہ ماننے والوں کے ظلم کا اندیشہ ہے'' پوچھا ہے کہ ان کے علاوہ جن لوگوں نے دعوائے مہدیت کیا تو نہ ماننے والوں نے ان کا کیا بگاڑا؟ اسی سلسلہ میں ایک مثال میراں صاحب کی بھی دی۔

⑬ از تحفۂ اثنا عشریہ

اور سید محمد جونپوری نے ہندوستان میں چلا چلا کر دعویٰ مہدیت کا کیا اور جماعت کثیر نے افغان دکن اور راجپوتانہ کے اپنا مہدویہ لقب کیا، اور اتباع سید محمد کا کیا (مگر) کسی نے ان کو قتل و سیاست نہ کی۔ (ترجمہ تحفہ اثنا عشریہ ص:۳۴۸)

آپ خود ہی سوچیں کہ اس میں مہدویہ اور ان کے عقائد کی حضرت شاہ صاحبؒ نے کیا تحسین و تائید کی ہے؟

✦ آپ نے ملا عبدالقادر بدایونی کے حوالہ سے بھی شیخ علائی اور شیخ نیازی کی سیرت پر روشنی ڈالی ہے، اور ان کی تعریف میں ابوالکلام آزاد کی تحریریں بھی پیش کی ہیں، میں نے بڑی مشکل سے اس نایاب کتاب کو حاصل کر کے اس کا مطالعہ کیا، اس میں جہاں شیخ علائی کا شیخ نیازی سے متاثر ہو کر اور شیخ نیازی کا میراں صاحب سے متاثر ہو کر طریق مہدویہ کو اختیار کر لینا اور اسی نہج پر ریاضات و مجاہدات، اور دعوت الی اللہ کی محنت اور راہِ خدا کی صعوبتوں کا سامنا کرنا وغیرہ سب منقول ہے وہیں شیخ نیازی کے آخر عمر میں سرھند جا کر مہدویت سے خود توبہ کر لینے

اور اپنے متعلقین کو بھی توبہ کرا کے عامہ اہل اسلام کی روش پر قائم ہو جانے کا ذکر بھی ہے، شاید یہ سطریں آپ کی نظر سے نہ گذری ہوں، ملاحظہ فرمائیے ''ملا بدایونی'' لکھتے ہیں:

⑭ از منتخب التواریخ

عاقبت بہ سرھند آمدہ از راہ وروش مہدویہ ابا آوردہ وسائر مہدویہ را از اں اعتقاد باز داشتہ بہ روشِ متشرعان عام اہل اسلام سلوک می ورزید (منتخب التواریخ ص: ۱۱۰)

ترجمہ: بالآخر سرھند پہونچ کر مہدویہ کے طریق سے انکار فرما دیا اور تمام مہدویوں کو اس عقیدہ سے بچا کر عام اہل اسلام کے بزرگوں کا طریق اختیار فرمالیا، یہی نہیں بلکہ خود مُلا بدایونی کی موجودگی میں حاضرین کے استفسار پر ملا نیازی نے فرمایا

درزمانِ رحلت حضرت میر سید محمد جونپوری در فراہ حاضر بودم کہ از دعوائے مہدیت ابا آورد و فرمود کہ من مہدیٔ موعود نیستم واللہ اعلم (منتخب التواریخ ص: ۱۹۴)

یعنی حضرت سید محمد جونپوری کی وفات کے وقت میں فرہ میں موجود تھا، آپ نے دعوئے مہدیت سے رجوع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ میں مہدی موعود نہیں ہوں۔

⑮ از تذکرہ

✦ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

سید محمد عالم حق اور واصل باللہ تھے، بعض خواطر واردات اُن پر ایسے گذارے کہ ان کے درک وفہم میں درماندہ وعاجز رہ گئے، اور خود اپنے مقام کی نسبت دھوکہ میں پڑ گئے، یہ بات نہ تھی کہ انہوں نے دانستہ غلط دعویٰ کیا ہو۔ (تذکرہ ص: ۶۱)

⑯ از نزہۃ الخواطر

علماء ان (سید محمد جونپوری) کے سلسلہ میں مختلف باتیں کہتے ہیں، بعض کا کہنا ہے کہ وہ صاحبِ مقاماتِ عالیہ اور صاحبِ کشف وکرامات تھے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ تھے تو وہ صاحبِ کشف وکرامات مگر اپنی کیفیت سے متأثر ہو کر دعوائے مہدیت میں خطا کر گئے تھے، بعض علماء کا خیال ہے کہ ایک جدید مذہب کے موجد تھے، بدایونی کا قول یہ ہے کہ وہ تو صاحبِ مقامات عالیہ تھے، طریقت میں صدق وصفا کے مقام پر فائز تھے، زہد وتقشّف میں

بلند مرتبہ تھے مگر ان کے لوگوں نے ایک نئے راستہ کی بنیاد ڈال لی۔ مرأۃ الاسرار میں ہے کہ وہ عارفین وکاملین میں سے تھے مگر کشف (مہدیت) میں خطاء کر گئے۔ ابن المبارک کہتے ہیں: غلبۂ حال میں انہوں نے مہدیت کا دعویٰ کر دیا تھا، چونکہ صاحبِ کرامات تھے اس لئے عام لوگوں نے اس دعوے کو صحیح مان کر اس کی تصدیق کر ڈالی۔

خزینۃ الاصفیاء میں ہے: انہوں نے حالتِ جذب واستغراق میں "انا المھدی" کا دعویٰ کر دیا تھا جیسا کہ بعض دیگر صوفیاء سے بھی "انا اللہ" اور "سبحانی ما اعظم شانی" جیسے کلمات غلبۂ استغراق میں صادر ہو گئے تھے، لیکن بعد میں جب حالت صحو بحال ہوئی تو اس سے توبہ کر لی اور انکار فرما دیا، مگر جاہل متعلقین نے ان کے امالہ وازالہ کا اعتبار نہیں کیا، اسی پر مصر رہے کہ وہی مہدی موعود ہیں، اس طرح (بعد کے لوگ) خود بھی راہِ راست سے بھٹک گئے اور اپنے ساتھ بہت سارے لوگوں کو گمراہ کر گئے، ایک نیا مذہب ایجاد کر کے اس کا نام "مہدویت" رکھ لیا۔ (نزہۃ الخواطر: ۴/ ۲۸۸)

⑰ از مرقاۃ المفاتیح

پھر معلوم ہونا چاہیے کہ بہت سے لوگوں نے مہدویت کا دعویٰ کیا ہے۔ ان میں سے بعض نے مہدی کے لغوی معنیٰ کو مراد لیا۔ اس میں خیر کوئی حرج نہیں۔ لیکن بعض نے حقیقی معنیٰ پر محمول کرتے ہوئے دعوائے مہدیت کیا ہے، کچھ جہلاء ان کے اطراف جمع ہوئے اور فسادِ اعتقاد کا ارادہ کیا لیکن انہیں قتل کر دیا گیا اور لوگ ان سے راحت پا گئے۔ اسی طرح ہندوستان میں بھی ایک جماعت ظاہر ہوئی ہے جو مہدویہ کہلاتی ہے، جن کے ہاں بہت سی عملی ریاضتیں ہیں کشف وکرامات ہیں اور علانیہ جہالتیں ہیں۔ انہی میں یہ ہے کہ ان کے شیخ ہی مہدی ہیں ان کے علاوہ کوئی اور مہدی نہیں ہو سکتا، ان کی گمراہیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جو اس کا عقیدہ نہ رکھے وہ کافر ہے۔ ہمارے استاذ شیخ علی متقیؒ نے اس سلسلہ میں ایک رسالہ لکھ کر مکہ مکرمہ میں موجود علماء کرام سے استفتاء کیا تو چاروں فقہ کے مفتیوں نے جواب دیا کہ ایسے عقائد رکھنے والے (خارجِ اسلام ہیں اور) واجب القتل ہیں۔ اسی طرح روافض کا عقیدہ کہ محمد بن حسن عسکری کا انتقال نہیں ہوا ہے وہ اس وقت لوگوں کی نگاہوں سے مخفی ہیں،

وہ امام مہدی اورامام زمانہ ہیں بھی اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک باطل ہے۔
(ملاعلی قاریؒ: مرقاۃ المفاتیح ۱۰/ ۹۶)

⑱ از دائرۃ المعارف الاسلامیہ

✦ دائرہ معارف اسلامیہ کا مرتب کہتا ہے۔

الجونپوری: سید محمد کاظمی حسینی بن سید خان المعروف بڈھ اویسی اور والدہ آقا ملک، مہدی ہونے کا مدعی جونپور میں بروز یکشنبہ ۱۴/ جمادی الاولیٰ ۸۴۷ھ م ۱۰/ ستمبر ۱۴۴۳ء کو پیدا ہوا، ہمعصر ماخذ میں سے کوئی بھی اسکے والدین کا نام عبداللہ اور آمنہ نہیں بتا تا جیسا کہ مہدوی ماخذ مثلاً سراج الابصار میں دعوی کیا گیا ہے، بظاہر اس کا مقصد یہ ہے کہ ان ناموں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے ناموں جیسا بنا دیا جائے تا کہ حدیث کی بعض پیشین گوئیاں جونپوری پر ٹھیک آسکیں، تحفۃ الکرام اور جونپورنامہ میں ان ناموں کا ذکر ہے مگر یہ بعد کی تالیفات ہیں۔ (دائرہ معارف اسلامیہ اردو: ۷/ ۵۲۱)

حاصل یہ ہے کہ آں جناب نے اپنی تصنیف میں جن غیر مہدوی مؤرخین و محققین کے اعترافات کو بطور استشہاد پیش فرمایا تھا وہ اولاً تو بالکل غیر ضروری تھے اسلئے کہ مسئلہ مبحوث عنہا سے ان کا تعلق ہی نہ تھا، ثانیاً جب ہم نے ان حوالوں سے مراجعت کر کے اطمینان حاصل کرنا چاہا تو معلوم ہوا کہ وہ سب حضرات ہمارے خیال سے متفق ہیں کہ میراں صاحب کا ''دعوائے مہدیت'' کسی غلبۂ حال کا یا کسی غلط فہمی کا نتیجہ تھا جس کا غلط ہونا بقول مُلا بدایونی کے ان پر بھی اور ان کے انتہائی معتقد ملا نیازی پر بھی اواخر عمر میں متحقق ہو گیا تھا، جس کی بناء پر ان حضرات نے اس سے رجوع بھی کر لیا تھا—— جبکہ اہل حق کی شان بھی یہی ہے ——مگر بعد میں غیر اہل علم اور غیر محقق معتقدین نے غلو و افراط کا دروازہ کھولتے ہوئے نہ صرف اس دعوے کو باقی رکھا بلکہ چند در چند دعوے بڑھاتے چلے گئے، تا آنکہ یہ اضافات اور تخیلات عامِ اہل اسلام کے عقائد سے ہٹ کر ایک مستقل مذہب کی شکل اختیار کر گئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق کی طرف رجوع کی توفیق عطا فرمائے، فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَال۔

رڈوی کے
ضمیمہ ۲ کی تحقیق

عقیدۂ ظہورِ مہدی اہل اسلام کی نظر میں

● تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی پیشین گوئیوں اور سچی خبروں کے مطابق قیامت کے قریب زمانہ میں بلد اللہ الامین (مکہ مکرمہ) میں اللہ تعالیٰ کے ایک جلیل القدر بندے کا ظہور ہوگا، جن کو سب سے پہلے علماء و صلحاءِ امت پہچانیں گے، ان کے دستِ حق پرست پر بیعت کریں گے، اور ان کی تبعیت میں غلبۂ اسلام کی جدو جہد کریں گے، ان کا نام ''محمد بن عبداللہ''، لقب ''المہدی'' اور خاندان ''قریش'' ہوگا، وہ اہلِ بیت اطہار میں سے حسنی النسب، یا حسنی و حسینی یعنی نجیب الطرفین ہوں گے، انہی کے دورِ خلافت و امامت میں سیدنا حضرت عیسیٰ مسیح ابن مریم علیہ السلام کا نزول ہوگا، اور دجال اکبر واعور کا ظہور بھی ہوگا، وہ عدل وانصاف اور شریعتِ محمدیہ کا ایسا کامل نظام قائم فرمائیں گے جس سے ظلم واستبداد کا دور ختم ہوکر امن وامان عام ہوجائے گا، ان کی داد و دہش اس قدر کثیر ہوگی کہ مسلمان معاشی تنگی سے نجات پا جائیں گے، یہودیوں کا قتلِ عام ہوگا، اہل دجل وکفر سے ایسے سخت مقابلے ہوں گے کہ وہ مغلوب اور مسلمان فاتح و منصور ہونگے وغیرہ۔

اس سلسلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں، جن کی تعداد سو سے متجاوز بتلائی جاتی ہیں، محدثین کے نزدیک سند کے اعتبار سے ان میں سے بعض صحیح ہیں، بعض حسن ہیں بعض ضعیف ہیں، ان روایات کی تقریباً تمام ہی اصحاب کتب نے تخریج فرمائی ہے، صحیحین میں اگرچہ نام کی صراحت کے ساتھ کوئی روایت نہیں آئی ہے لیکن ان میں بھی دیگر کتب معتبرہ میں جو صفات وعلامات ''مہدی موعود'' کی بتلائی گئی ہیں انہی صفات اور تقریباً انہی الفاظ کے ساتھ کسی امام کے ظہور کا ذکر موجود ہے، ظاہر ہے کہ یہ

اطلاق اس تقیید کی روشنی میں حضرت مہدیؒ ہی کے ساتھ مقید و متعین ہو جاتا ہے، خیر القرون کے لوگوں اور شراحِ حدیث نے یہی سمجھا ہے۔ اسی لئے صحیحین میں مذکور کسی امام آخر الزماں سے مہدیٔ موعود ہی کو مراد لیا گیا ہے۔

● علامہ مبارکپوری ''تحفۃ الاحوذی شرحِ ترمذی'' میں باب ما جاء فی المھدی کے تحت اس سلسلہ کی احادیث و آثار اور ان سے برآمد نتیجہ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

تمام مسلمانوں اور تمام علاقوں میں یہ بات معروف و مشہور رہے کہ اخیر زمانہ میں اہل بیتِ نبی سے ایک شخص کا ظہور ہوگا جو دین کی تائید کرے گا، عدل قائم کرے گا، مسلمان ان کی اتباع کریں گے، اور وہ ممالک اسلامیہ پر قبضہ کریں گے، ان کا نام ''المھدی'' ہوگا، اسی کے پیچھے دجال اور دیگر علاماتِ قیامت کا ظہور ہوگا، نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے ظہور کے بعد آسمان سے نزول فرمائیں گے، دجال کو قتل کریں گے، یا انہی کے زمانہ میں نزول فرما کر قتلِ دجال میں ان کی مدد فرمائیں گے۔

مہدی سے متعلق احادیث کی ائمہِ حدیث کی ایک بڑی جماعت نے تخریج کی ہے، ان میں ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، بزار، حاکم، طبرانی، ابویعلی وغیرہ شامل ہیں، جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ روایات منقول ہیں ان میں علی رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ، عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، انس رضی اللہ عنہ، ابوسعید رضی اللہ عنہ، ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، ام سلمہ رضی اللہ عنہا، ثوبان رضی اللہ عنہ مرہ بن ایاس رضی اللہ عنہ، علی ابن حارث رضی اللہ عنہ وغیرہ معروف ہیں۔ ان احادیث کی نوعیت صحیح، حسن، ضعیف ہر طرح کی ہے۔

ابن خلدون نے ان سب کو ضعیف کہا ہے، مگر ان کا خیال صحیح نہیں خطا پر مبنی ہے، بعض لوگوں نے مہدی اور عیسیٰ کو لا مھدی الا عیسیٰ بن مریم سے استدلال کرتے ہوئے ایک ہی شخصیت قرار دیا ہے، لیکن یہ بھی صحیح نہیں، کیونکہ اس حدیث کو بیہقی اور حاکم نے ضعیف قرار دیا ہے، اس سلسلہ میں من کذب بالمھدی فقد کفر کے الفاظ سے ایک

روایت مشہور ہے مگر محدثین کے نزدیک یہ حدیث موضوع ہے[۱]۔

مہدی کے سلسلہ میں واردشدہ احادیث بہت ہیں، ان میں سے اکثر ضعیف ہیں، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ امام ترمذی نے ابن مسعودؓ کی جو روایات یہاں نقل کی ہیں وہ ''حسن'' سے کم نہیں، پھر اس کے بہت سے شواہد وتوابع بھی ہیں، اس لئے یہ مسئلہ زیر بحث میں بلاتامل استدلال کے قابل ہیں، پس امام مہدی کے ظہور وخروج کا قول قولِ برحق اور بالکل درست ہے۔ واللہ اعلم

● قاضی شوکانیؒ نے فرمایا کہ مہدی منتظر سے متعلق احادیث ۵۰ اور آثار ۲۸ ہیں انہیں نقل کرنے اور ان پر کلام کرنے کے بعد فرمایا یہ سب روایات تواتر کی حد تک پہونچتی ہیں۔ (مبارکپوری، تحفۃ الاحوذی ۴۸۴/۶)

● مولانا ادریس کاندھلویؒ ''التعلیق الصبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح'' میں فرماتے ہیں:

ظہور مہدی سے متعلق احادیث حدتواتر کو پہونچی ہوئی ہیں، امت نے ہر زمانہ میں انکو تسلیم کیا ہے، اسلئے ظہورِ مہدی کا اعتقاد مسلمانوں پر لازم ہے۔ (کاندھلویؒ التعلیق الصبیح ۱۹۸/۶)

● امام سفارینیؒ فرماتے ہیں:

خروجِ مہدی کی روایات اس قدر کثرت سے مروی ہیں کہ وہ تواتر معنوی کے مرتبے کو پہونچ گئی ہیں، اور ظہورِ مہدی کی بات علماءِ اہل سنت کے نزدیک شہرت وکثرتِ روایات کی وجہ سے عقائد میں شامل ہوگئی ہیں، پس اہل السنۃ والجماعۃ کے اجماع کے مطابق ''ظہورِ مہدی'' کے عقیدہ پر ایمان لانا ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے۔ (لوامع الانوار البہیہ)

یہ اہل سنت کے عقیدہ کا مختصر تذکرہ ہے، ورنہ سلف سے خلف تک اور صحابۂ کرامؓ بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لیکر آج تک تمام علماءِ اسلام ''ظہورِ مہدی'' کی خبروں کو سچا تسلیم کرتے اور انہیں اپنے عقیدہ کا جزو بناتے آرہے ہیں بلکہ اگر کبھی کسی نے اس کے خلاف کہا تو

[۱] یہ اور بات ہے کہ دوسرے دلائل سے ظہورِ مہدی کی روایات کا انکار کفر ہی ہے۔

علماءِ اسلام نے اس سے بھر پور مقابلہ کرتے ہوئے اس عقیدہ کا دفاع کیا ہے، خواہ وہ کسی مخلص عالم نے کسی غلط فہمی کے نتیجہ میں کہا ہو یا کسی ملحد و بے دین نے اغوائے شیطانی سے مغلوب ہو کر کہا ہو۔

پھر جس طرح انہوں نے ''ظہورِ مہدی'' کے منکرین سے مقابلہ کر کے ان کا قلع قمع کیا اسی طرح ناحق اور قبل از وقت مہدیت کا دعویٰ کرنے والے مدعیوں کا بھی زوردار تعاقب کر کے ان کا مضبوط رد کیا اور حق مہدی مہدی حقیقی کیلئے محفوظ رکھنے کا فریضہ ادا کیا، خواہ یہ دعویٰ کسی مخلص عالم نے کسی غلط فہمی کی بنیاد پر کیا ہو یا کسی ملحد و منافق نے اغراض نفسانی و اغوائے شیطانی کے ماتحت کیا ہو۔

اس لئے اہل السنۃ والجماعۃ کو مہدی موعود کے سلسلہ میں ان کی معتدل، مستحکم اور مدلل فکر اور اس متواتر و متوارث عقیدہ کے برخلاف اعتقاد بنانے والوں کے رد کی وجہ سے ''منکرِ مہدی'' قرار دینا دین و دیانت کا خون کرنا اور اپنی عاقبت برباد کرنا ہے۔ جیسا کہ مہدوی حضرات کا طریقہ ہے کہ جب علماءِ اسلام کی جانب سے اُن عقائد کی گرفت کی جاتی ہے جو انہوں نے کتاب وسنت اور اجماعِ امت کے برخلاف وضع کر لئے ہیں تو فوراً اہلِ اسلام کو منکر مہدی قرار دے کر ان کی تکفیر پر آمادہ ہو جاتے ہیں، خود روشن صاحب نے ''ردقوی'' میں جگہ جگہ ہم پر یہی بہتان طرازا ہے۔

وفقهم الله وايانا لما يحب ويرضىٰ وجعل آخرتنا خيرا من الاولىٰ

حضرت مہدی قیامت کے قریب ظاہر ہوں گے

حضرت امام مہدی دنیا کے آخری دنوں میں قیامت کے قریب ظاہر ہوں گے اس عقیدے کی صحت کے دلائل، قیامت کی علاماتِ کبریٰ سے متعلق ذخیرۂ احادیث میں پائی جانے والی وہ بے شمار روایات ہیں جن میں صراحت کے ساتھ کہا گیا ہے کہ مہدی کا ظہور علاماتِ قیامت میں سے ہے۔ مثلاً

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر دنیا کا صرف ایک دن ہی باقی رہ جائے تب بھی اللہ تعالیٰ اُس دن کو اس قدر دراز کر دیں گے کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص قسطنطنیہ اور جبل دیلم پر فتح حاصل کر کے اقتدار نشین ہو جائے گا۔ (ابن ماجہ: ۲۷۶۹ باب ذکر دیلم، معجم الشیوخ للطبرانی: ۲۵۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک میرے خاندان کا ایک فرد ظاہر نہ ہو جائے۔
(مجمع الزوائد: ۷/ ۱۳۱۵)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر دنیا ختم ہونے میں صرف ایک دن باقی رہ جائے تب بھی اس سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ ایک ایسے آدمی کو مبعوث فرمائیں گے جو میرا ہم نام ہوگا اور جس کے اخلاق میرے اخلاق جیسے ہوں گے، جس کی کنیت ابو عبداللہ ہوگی۔ (المنار المنیف: ۲/ ۱۲۷)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا آخری زمانے میں ایک ایسا خلیفہ ظاہر ہوگا جو گنے بغیر (لوگوں کو) حقوق عطا کرے گا۔
(مسند احمد: ۱۰۵۸۹، مصنف بن ابی شیبہ: ۳۸۷۹۵)

اس کے علاوہ مسند احمد، طبرانی و دار قطنی میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے آخری زمانے کا ذکر منقول ہے کہ ''میری امت کے آخر میں مہدی ظاہر ہوں گے'' اسی طرح حاکم نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے جو روایت نقل کی ہے اس میں بھی آخر زمانے کا ذکر موجود ہے۔
(دیکھئے کنز العمال جلد ۱۴)

اگلے باب کی روایات اس حقیقت کو مزید مؤکد کر دیتی ہیں۔

یہ بات اہل علم کو معلوم ہے کہ احادیث میں حضرت مہدی کی علامات وصفات کہیں نام کی صراحت کے ساتھ مذکور ہیں اور کہیں نام کی صراحت کے بغیر، لیکن محدثین اور شراح حدیث نے ان سب کو حضرت مہدی سے متعلق ہی مانا ہے، خواہ وہ مہدی کے نام سے ہو یا امام یا رجل کے عنوان سے۔

نیز مہدی کا ظہور وسط میں نہ ہونا قربِ قیامت میں ہونا اس طرح اور بھی واضح ہو جاتا ہے کہ ان کی آمد کا تذکرہ اکثر کتبِ حدیث میں ابواب الفتن اور اشراط الساعۃ یعنی علاماتِ قیامت کے زیرِ عنوان ہی ملتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی انہی مواقع پر ان کا ذکر فرمایا ہے۔ جبکہ حدیث کی یہ کتب میراں صاحب کے وجود سے بہت پہلے لکھی گئی تھیں، یعنی ان کے مصنّفین بقول مہدویوں کے علماءِ سوء نہ تھے کہ مارے حسد کے ایسی حرکت کر بیٹھے ہوں۔ فافھم!

اور حضرت مہدی کے آخر زمانے یعنی قربِ قیامت میں ظاہر ہونا ہر زمانے کے علماء وعوام میں اس قدر معروف ہے کہ وہ بجائے خود ایک مستحکم دلیل ہے، اور اسی عرفِ عام کا نتیجہ ہے کہ مہدوی علماء کے قلم سے بھی ــــ ظہورِ مہدی کو آخر زمانے کے بجائے وسطِ زمانہ میں ماننے کے باوجود ــــ جگہ جگہ ظاہر ہوا ہے مثلاً شواہد الولایت کے پہلے ہی صفحہ پر ''التماس'' کے تحت ''مہدئ موعود آخر الزماں'' لکھا ہوا ہے۔

جہاں تک کیف تھلک امتی والی روایت کی ایک سند میں حضرت مہدی کے وسط میں ہونے کا ذکر ہے تو اولاً تو آپ کی صراحت کے مطابق یہ ایسی روایت نہیں ہے جس پر

عقیدے کا مدار رکھا جائے، دوسرے یہ روایت سنداً ضعیف بھی ہے، تیسرے کئی روایات میں ہلاکت سے حفاظت کا سبب صرف اپنا شروع میں ہونا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آخر میں ہونا مذکور ہے، مہدی کے وسط میں ہونے کا کوئی ذکر نہیں ہے، چوتھے اگر اس کو صحیح مان بھی لیا جائے تو وسط کا بالکل بیچوں بیچ ہونا کوئی ضروری نہیں دو کناروں کے مابین پر وسط کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ اور اگر ٹھیک درمیان ہی کے معنیٰ لئے جائیں تو پھر اٹھاریوں صدی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور قیامت کی آمد بھی متعین ہوجانا چاہیے۔ اسلئے اکثر اور معتبر روایات، اجماعِ امت اور قرائن واضحہ کی روشنی میں مہدی موعود کے ظہور کو تو قربِ قیامت اور نزولِ عیسیٰ علیہ السلام سے متصل ماننے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ یوں ہدایت کے فیضان اور روحانی کمال کے اعتبار سے درمیانِ امت میں بہت سی ہستیاں معنوی طور پر مہدی مانی جاسکتی ہیں۔

واللہ اعلم۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہی کے دور میں ہوں گے

حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں کا ایک زمانہ میں جمع ہونا بھی احادیث سے ثابت ہے حتیٰ کہ حضرت مہدی کا دجال کو قتل کرنے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دینا بھی احادیث میں موجود ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ تقریر فرمائی جس میں دجال کا ذکر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ مدینہ اپنی گندگی اسی طرح باہر نکال دے گا جیسے لوہے کی بھٹی لوہے کے میل کچیل کو صاف کر دیتی ہے، اس دن کو نجات وخلاصی کا دن کہا جائے گا، ام شریک رضی اللہ عنہا نے سوال کیا اے اللہ کے رسول! اس وقت عرب لوگ کہاں ہوں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: اس وقت عرب لوگ مدینہ میں بہت کم تعداد میں ہوں گے، اُن کے اکثر لوگ بیت المقدس میں ہوں گے اور اُن کے امام مہدی نیک شخص ہوں گے اسی اثنا میں کہ امام مہدی لوگوں کو نمازِ فجر پڑھانے کے لئے آگے بڑھ رہے ہوں گے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام آسمان سے نازل ہو جائیں گے، امام مہدی انھیں اترتا دیکھ کر الٹے پاؤں پیچھے ہٹنے کی کوشش کریں گے تا کہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں، لیکن عیسیٰ علیہ السلام اُن کے دونوں کندھوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمائیں گے تم ہی آگے بڑھو اور نماز پڑھاؤ کیوں کہ یہ اقامت تمہارے لئے کہی گئی ہے''۔

(سنن ابن ماجہ: ۴۰۷۷، باب فتنۃ الدجال وخروج عیسیٰ علیہ السلام)

حضرت جابر ابنِ عبداللہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس وقت عیسیٰ ابنِ مریم علیہما السلام آسمان سے اتریں گے اس وقت لوگوں کے امیر مہدی کہیں گے آیئے، ہمیں نماز پڑھایئے، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے کہ تم میں سے بعض کو

اللہ تعالیٰ نے بعض پر فوقیت دی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس امت کیلئے اعزاز ہے۔
(المنار المنیف :۳۳۸۱، اس روایت کو علامہ ابن قیمؒ نے صحیح قرار دیا ہے)

ارطاۃ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت میں سے ایک شخص ہدایت یافتہ عمدہ سیرت والا پیدا ہوگا جو شہر قیصر پر چڑھائی کرے گا اور یہ امت محمدیہ کا آخری امیر ہوگا اُن ہی کے زمانے میں دجال کا ظہور ہوگا اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نزول فرمائیں گے۔ (الفتن لابن القیمؒ: ۲۴۸، اس روایت کی سند جید ہے)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: پیارے چچا! اللہ تعالیٰ نے اسلام (کی دعوت) کا آغاز مجھ سے کیا اور اس کا اختتام آپ کی اولاد کے ایک لڑکے پر کرے گا جو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام سے پہلے ہوگا۔

(کنز العمال: ۳۸۶۹۳)

یہی روایت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے دار قطنی نے نقل کی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نمازِ جنازہ بھی پڑھائیں گے۔ (کنز العمال: ۳۸۶۹۴)

اس جگہ مہدوی حضرات دو خلفا کے جمع ہونے کا مسئلہ اٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حدیث کے مطابق جب دو خلیفہ جمع ہو جائیں تو دوسرے کو قتل کر دیا جانا چاہیے تو کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نعوذ باللہ قتل کر دیا جانا چاہیے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں مذکور قتل کا یہ حکم خلیفہ کے استقرارِ خلافت کے بعد کوئی اور شخص اپنی خلافت کی بیعت لینے لگے تو اس کے واسطے ہے، کیونکہ استقرار خلافت کے بعد کسی کا دعوائے خلافت کرنا خروج و بغاوت کی تعریف میں داخل ہو جائے گا اور باغی قتل ہی کا مستحق ہے۔ (فتح الملہم: ۲۹۲/۹)

لیکن جب احادیث سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد وہی مستحقِ خلافت ہوں گے، اور اسی لئے حضرت مہدی انہیں دیکھ کر مُصلّۓ امامت سے پیچھے ہٹنے لگیں گے، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہی کو امامت کرنے کا حکم دیں گے تو اب حضرت مہدی علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حکم سے امامت فرمائیں گے، اس سے دو خلفا کا متصادم یا جمع ہونا خود بخود باطل ہوگیا۔ اس لئے یہ کوئی وجہ اعتراض نہیں رہا۔

حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام دو الگ الگ شخصیتیں ہیں

کتبِ حدیث میں قیامت کے قریب مہدی کے ظہور سے متعلق جو متعدد روایات پائی جاتی ہیں اُن کے مطالعے سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ قیامت سے پہلے ظہور فرمانے والے حضرتِ مہدی اور نزول فرمانے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جداگانہ ہستیاں ہوں گی، چناں چہ اِس کی وضاحت کیلئے چند قرائن احادیث کی روشنی میں نقل کئے جاتے ہیں:

(۱) پہلا قرینہ یہ ہے کہ مہدی موعود، عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے دنیا میں تشریف لائیں گے اور نزولِ عیسیٰ کے وقت وہی لوگوں کے امیر ہوں گے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عیسیٰ علیہ السلام کے (آسمان سے اُترنے کے وقت لوگوں کے امیر "مہدی" اُن سے کہیں گے کہ "آپ ہمیں نماز پڑھایئے" تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب میں فرمائیں گے کہ "تم میں سے بعض، بعض کے امیر ہیں اور اللہ تعالیٰ کا اِس امت کے ساتھ یہ اعزاز ہے"۔ (اخرجہ السیوطی فی الحاوی ۴/۶۴ عن ابی نعیم)

(۲) دوسرا قرینہ یہ ہے کہ بہت سی حدیثوں میں حضرت مہدی کی ایک بڑی اہم خصوصیت یہ ذکر کی گئی کہ وہ آلِ رسول میں سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے ہوں گے، چنانچہ حضرعلی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "مہدی ہم اہلِ بیت میں سے ہوں گے"۔ (ابن ماجہ: ۲/۳۱۰، مسند احمد ۱/۱۰۶)

دوسری روایت حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مہدی ہمارے خاندان میں فاطمہ کی اولاد میں سے ہوں گے۔ (مستدرک حاکم، کتاب الفتن والملاحم، رقم الحدیث: ۸۶۷۰)

(۳) تیسرا قرینہ یہ ہے کہ مسلّم طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام معجزاتی طریقے سے بن باپ کے پیدا ہوئے جب کہ احادیثِ مبارکہ میں جا بجا حضرت مہدی کے والد کا اُن کے نام کی صراحت کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: ''میرے اہل بیت میں ایک ایسا آدمی بھیجا جائے گا جس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا اور اس کے والد کا نام میرے والد کے نام کے موافق ہوگا۔

(ابوداؤد: ۲/رقم الحدیث: ۴۲۸۳)

(۴) چوتھا قرینہ یہ ہے کہ احادیث میں کئی مقامات پر یہ تصریح ہے کہ نزولِ عیسیٰ علیہ السّلام کے بعد حضرت مہدی رحلت فرمائیں گے اور آپ کے وصال کے بعد حکومت کا مکمل انتظام حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سنبھالیں گے۔ (دیکھئے: التذکرہ للقرطبی ص: ۷۶۳)

(۵) پانچواں قرینہ یہ ہے کہ احادیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے متعلق یہ پیشین گوئی ملتی ہے کہ آپ کی تدفین روضۂ نبوی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مبارک قبر کے قریب عمل میں آئیگی جیسا کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم نے توریت میں یہ لکھا ہوا پایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پہلو میں مدفون ہوں گے۔ (الفتن: ص: ۳۹۵، رقم الحدیث ۱۳۳۸)

لیکن اس طرح کی پیشین گوئی حضرت مہدی سے متعلق کسی بھی حدیث میں نہیں ملتی، اس لئے ان تمام روایات کی روشنی میں یہ بات یقینی طور پر ثابت ہوجاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت مہدی دو الگ الگ شخصیتیں ہوں گی۔

نیز گذشتہ صفحات میں وہ روایات گذر چکی ہیں کہ حضرت مہدی علیہ السّلام، حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے پہلے ہوں گے، اور حضرت مہدی علیہ السّلام، حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی نمازِ جنازہ پڑھائیں گے۔ وغیرہ

عقیدۂ عصمتِ مہدی باطل ہے

''عصمت'' یعنی ہر قسم کے گناہوں، نافرمانیوں، قولی و عملی لغزشوں سے محفوظ اور معصوم ہونا نبوت کے لوازم میں سے ہے، کیونکہ نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بندوں کی ہدایت وراہنمائی کیلئے بھیجا جاتا ہے، اگر دوسرے لوگوں کی طرح وہ بھی نفس وشیطان کے مکائد اور ذہول ونسیان[1] کے مفاسد سے محفوظ نہ ہو تو پھر اس کی لائی ہوئی شریعت اور امت کو دی ہوئی دعوت مشکوک ومشتبہ اور غیر معتبر ہو جاتی ہے، اس لئے یہ ایک ضرورتِ نبوت ہے اور اس صفت سے کائناتِ انسانی میں سوائے انبیاء علیہم السلام کے کوئی اور موصوف نہیں ہوتا۔ ویسے نبی کے علاوہ کسی اور انسان کو اس کی ضرورت ہے بھی نہیں، کیونکہ سارے انسان اچھے بُرے کی آزمائش اور فسق وتقویٰ کے درمیان امتحان کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، غلطیوں کے امکان اور خطاؤں کے صدور سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہے، اور نہ یہ امت کے حق میں عیب ہے۔ اس پر پوری امت کا اجماع ہے اور یہی تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔

● امام قرطبی ''احکام القرآن'' میں فرماتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام صغائر اور کبائر دونوں سے معصوم ہوتے ہیں، یہی جمہور فقہاءِ اسلام کی تحقیق ہے وجہ بھی ظاہر ہے کہ (چونکہ) بندوں کو انبیاء کے اتباع کا مامور کیا گیا ہے؛ ان کے اقوال واعمال، آثار وعادات سب کے سب علی الاطلاق لائقِ اتباع قرار دئے گئے ہیں تو ان کا معصوم عن الخطا ہونا ضروری ہے، اور اگر ہم فرض کریں کہ انبیا سے بھی (دوسروں کی طرح) صدور معصیت ہوسکتا ہے، خواہ وہ معصیت صغیرہ ہی کیوں نہ ہو تو ان کی اتباع مطلق اور

---

[1] یہ صحیح ہے کہ ذہول ونسیان نبوت کے منافی نہیں مگر حق تعالیٰ کی خصوصی توجہ اور بروقت یاددہانی کی وجہ سے یہ ذہول ان کی دعوت کو متاثر نہیں کرتا، جو ان کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔

اقتدائے کامل ممکن نہیں رہتی، کیونکہ پھر یہ طئے کرنا مشکل ہو جائے گا کہ ان کا کونسا فعل بطور عبادت کے سرزد ہوا اور کونسا بطور اباحت کے اور کونسا بطور معصیت وغفلت کے؟ اور جب ایسا اشتباہ ہوگا تو ان کی اتباع نہیں کی جاسکتی، کیونکہ کسی ایسے فعل کی اتباع جائز نہیں جس کا معصیت ہونا ممکن ہو۔ (الجامع لاحکام القرآن ۱/۲۵۷)

● امام ابن تیمیہؒ نے مزید صراحت کے ساتھ نبی اور ولی کے فرق کو واضح کیا ہے۔

ولی متقی مسلمان کو کہتے ہیں، ولی ہونے کیلئے غلطیوں اور کوتاہیوں سے معصوم ہونے کی کوئی شرط نہیں ہے، بلکہ گناہ سے معصوم ہونا بھی ولایت کی شرط نہیں ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس امت میں سب سے افضل اور ولیٔ کامل ہیں اس کے باوجود ایک خواب کی تعبیر کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا ''تم نے کچھ صحیح سمجھا اور کچھ غلط'' (جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی معصوم عن الخطا نہ تھے)۔ (مجموع الفتاویٰ ۱۰/۶۹۳)

● ایک اور مقام پر اسی مسئلے سے متعلق اجماعِ امت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

گذشتہ زمانہ میں علماء وعوام سب کا یہی عقیدہ تھا کہ صرف انبیاء کرام گناہوں کے ارتکاب سے محفوظ ہوتے ہیں، ان کے علاوہ کوئی شخص معصوم عن الخطا نہیں ہوسکتا، امت میں سوائے جاہل صوفیوں اور غالی شیعوں کے کوئی ایک مسلمان بھی اس کا قائل نہیں کہ نبی کے علاوہ بھی کوئی معصوم مطلق ہوسکتا ہے، جہاں تک انبیاء کرام علیہم السلام کو دئے گئے توبہ واستغفار کے حکم کا تعلق ہے تو وہ صرف اس وجہ سے دیا گیا تھا کہ یہ عمل اللہ تعالیٰ کو محبوب اور پسندیدہ ہے نہ اس وجہ سے کہ ان سے معصیت کا صدور ہوسکتا ہے۔ (ایضاً ۱۱/۴۱۵)

● علامہ عبدالقدیر صدیقی نے بھی ''فصوص الحکم'' کی فصِ دوم کی تمہید میں معصوم ہونے کو نبی کا امتیاز اور اس کی خصوصیت بتلایا ہے۔

نبی کے لغوی معنیٰ خبر دینے یا خبر کے رکھنے والے کے ہیں..................اور نبی کے شرعی واصطلاحی معنی یہ ہیں کہ نبی خدا کا وہ معصوم بندہ ہے جو صاحبِ وحی ہے، اس شرعی معنیٰ کے لحاظ سے صاحبِ وحی کے سوا کوئی شخص معصوم نہیں ہوسکتا، ایک لفظ کے دو معنی ہونیکی وجہ

سے لوگ اس طرح مغالطہ دیتے ہیں کہ ابتداءً لغوی معنی کے لحاظ سے اپنے کو نبی کہتے ہیں، لوگ اس کو گوارا کرلیں تو بروزی نبی کہتے ہیں، پھر دعوے میں ترقی کرتے ہیں تو اصطلاحی نبی بن بیٹھتے ہیں، حتیٰ کہ انبیاء سے بھی افضلیت کا دعویٰ کرتے ہیں، اور ان مسلمانوں کو جو ان کے دعاوی تسلیم نہیں کرتے کافر کہتے ہیں۔ (فصوص الحکم ص: ۲۳ / ۲۴)

● علامہ شبلی نعمانیؒ نبی کی خصوصی امتیازات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

نبی کی تیسری اور اہم خصوصیت اس کی بے گناہی (معصومیت) ہے یہود میں چونکہ نبی کا ''پیشین گو'' ہونے کے علاوہ اور کوئی صحیح تخیل نہیں اس لئے ان کی کتابوں میں انبیاء کی طرف ایسی باتیں منسوب کی گئی ہیں جو ان کی شانِ نبوت کے سراسر منافی ہیں، عیسائیوں میں صرف ایک مسیح کی ذات معصوم مانی جاتی ہے، (ان کے علاوہ کسی کی نہیں) لیکن اسلام میں یہ عقیدہ ہر نبی اور رسول کی نسبت عام ہے اس کے نزدیک تمام انبیاء و رسل گناہوں سے پاک اور معصوم تھے۔ (سیرۃ النبیؐ: ۴ / ۵۸)

● علامہ بدر عالم مہاجر مدنیؒ فرماتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ نبوت اور عصمت ایک ہی حقیقت کے دو اعتبارات سے دو نام ہیں، یعنی جو معصوم ہے وہ صرف نبی ہی کی ذات ہے اور جو نبی ہے وہ یقینا معصوم بھی ہے۔

(ترجمان السنۃ: ۳ / ۳۳۱)

آخری دو علماء کرام نے مذکورہ بالا کتابوں میں اس مسئلے پر کتاب وسنت اور اجماعِ امت کی روشنی میں بہت تفصیل سے روشنی ڈال کر یہ ثابت کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام سب کے سب معصوم تھے اور یہ کہ معصوم ہونا انسانوں میں صرف انبیاء ہی کی شان ہے کسی اور کو کسی طرح بھی یہ مقام حاصل نہیں ہوسکتا، کیونکہ غیر نبی کو اس خاص حفاظتِ خداوندی کی ضرورت ہی نہیں، اسلئے معصوم عن الخطاء ہونا ضروریاتِ نبوت اور خصائصِ انبیاء میں سے ہے۔

یا یوں سمجھئے کہ عصمت معجزہ ہے اور معجزات بالاتفاق انبیا کی خصوصیت ہیں، چنانچہ قاضی عیاضؒ نے اپنی کتاب ''الشفاء فی حقوق المصطفٰی'' میں ''القسم الثالث

فیما یجب"، کے تحت اس مسئلہ پر بہت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، اہل علم اس کی مراجعت فرما سکتے ہیں۔

مہدویہ اس کے جواب میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ مہدی بھی بیانِ قرآن اور فرائضِ دور ولایت کے بتانے پر مامور ہیں اس لئے ان کیلئے بھی عصمت ضروری ہونی چاہیے مگر جب یہ دعویٰ ہی کتاب وسنت کی روشنی میں تشنۂ ثبوت ہے بلکہ خود مدعی نے بقول شیخ نیازی کے اس سے رجوع فرمالیا تھا تو نبوت ومہدیت میں ہمسری اور اتحاد وخصوصیات کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی۔ ہاں! اتباعِ کامل مہدی کی شان بتلائی گئی ہے اور یہی ان کا کمال اور مقبولیت کا راز ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت مہدی حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما سے افضل نہیں ہیں

قرآن کریم کی متعدد آیات میں اشارۃً اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بے شمار ارشادات میں بداہۃً وصراحۃً حضراتِ شیخین ——ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما—— کے بارے میں اس قدر فضائل وارد ہوئے ہیں کہ امت میں کسی اور کو یہ خصوصیت نصیب نہیں ہوئی، اسی وجہ سے امت کا اس پر اجماع ہو گیا کہ یہ دونوں بزرگ صحابی رضی اللہ عنہما- انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد سب سے اونچے مقام اور اعلیٰ مرتبہ کے حامل ہیں، احادیثِ صحیحہ متواترہ ان کی افضلیت اور تمام اولیاء پر برتری کی کھلی ہوئی دلیل ہیں، امت کے اس اجماع کے برخلاف امام ابن سیرینؒ نے حضرت مہدی کو ان حضرات سے افضل قرار دیا ہے، ہر شخص غور کر سکتا ہے کہ ایسی صورت میں جب کہ ایک طرف پوری امت کے علماء ومحدثین اور فقہاء ومتکلمین کی اجماعی تحقیق اور متفق علیہ عقیدہ ہے، دوسری جانب اکیلے امام ابن سیرینؒ کا نظریہ! تو ترجیح دونوں میں سے کس کو دی جاسکتی ہے؟ بہت صاف اور پورے انصاف کی بات بس یہی ہے کہ ابنِ سیرینؒ کے کلام کی کوئی مناسب توجیہ کر لی جائے لیکن اپنا عقیدہ کتاب وسنت اور اجماعِ امت کے مطابق رکھا جائے، بالخصوص جب کہ ابنِ سرینؒ کا یہ قول روایۃً ضعیف بھی ہے، اسی لئے علماءِ اسلام نے یا تو ابنِ سیرینؒ کے تفرد کی طرف توجہ ہی نہیں دی اور اگر اسے کچھ اہمیت دی بھی تو تردید یا توجیہ سے کام لیا، چنانچہ امام سیوطیؒ ابن حجر ہیثمیؒ، اور ملا علی قاریؒ جیسے محدثین کرام نے ابنِ سیرینؒ کے اس مقولہ کے متعدد جواب دیئے ہیں مثلاً امام سیوطیؒ فرماتے ہیں:

● (ابن سیرینؒ کے) اس قول کا مطلب ایسا ہی ہے جیسے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشادِ گرامی ”آخیر زمانے کے لوگوں کو دین پر ثبات کا ثواب پچاس صحابہ کرامؓ کے ثوابوں کے

برابر ملے گا'' کا مطلب ہے کہ یہ صرف ان لوگوں کے کثرتِ مجاہدہ اور شدتِ مقابلہ کی تعریف وتوصیف اور کثرتِ ثواب کی خبر ہے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اخیر زمانہ کے لوگ حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مرتبے میں بھی بڑھے ہوئے ہوں گے۔ اسی طرح اہل اسلام حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما سے کسی کو افضل و برتر نہیں مانتے، بلکہ بڑے سے بڑے ولی کامل کا مرتبہ بھی عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کم تر سمجھتے ہیں، کیونکہ حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبتِ بابرکت اور نظرِ فیض اثر نے جس مقام پر پہونچا دیا تھا وہاں تک کسی عبادت وریاضت اور اعمالِ صالحہ کے ذریعہ پہونچنا ممکن نہیں ہے، اسلئے جن کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت وزیارت نصیب نہیں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقامِ ولایت کو ہرگز نہیں پاسکتے۔

● حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تواتراً منقول ہے کہ اس امت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ اس پر شیعہ مذہب کے متقدمین کا بھی اجماع ہے، بلکہ پوری امت کا اجماع ہے حتیٰ کہ خوارج بھی یہی کہتے ہیں۔

(شرحِ اصول اعتقاد للالکائی ص:۲۲)

● امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس بات پر سلف کا اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد حضرت صدیق (اکبر رضی اللہ عنہ) تمام انسانوں سے افضل ہیں، وہ بڑا ہی احمق ہے جو اجماع کے برخلاف ہے۔

(مکتوباتِ امام ربانی رحمہ اللہ: ۳/۴۴۸)

● امام محمد بن احمد سفارینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے حضرت مہدی سے افضل ہونے بلکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے برتر ہونے پر پوری امت کا اجماع ہو گیا ہے بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی حضرت مہدی سے افضل ہیں۔ (لوامع الانوار البہیہ ص:۳۴۴)

● امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سورج کسی ایسے شخص پر نہ طلوع ہوا نہ

غروب ہوا جو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل ہو‘‘......تمام امتوں میں سب سے افضل امت امتِ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے، امتِ محمدیہ میں سب سے بہتر اور افضل اس زمانہ کے لوگ ہیں جو عہدرسالت میں موجود تھے (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) ان میں سب سے افضل السابقون الاولون، اوران میں سب سے افضل ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ۱۱/ ۲۲۲)

عقلاً بھی افضل الاولیاء وہ ہوسکتا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی صحیح معرفت اور کمال اتباع رکھتا ہو، اور ظاہر ہے کہ دین نبی کی صحیح معرفت اور کمالِ اتباع میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے، پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی سب سے زیادہ کامل الاتباع اور عارف باللہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، پس معلوم ہوا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی افضل الاولیاء ہیں۔ جو خاتم الاولیاء ہوگا وہ آخری ولی تو ہوسکتا ہے افضل ولی نہیں ہوسکتا۔ (ایضا:۱۱/ ۲۲۳)

اس امت کے افضل اولیاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مہاجرین وانصار میں سے السابقون الاولون ہیں اس امت میں سب سے بہتر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر عمر رضی اللہ عنہ پھر عثمان رضی اللہ عنہ پھر علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ خاتم الاولیاء درحقیقت اس امت کا آخری متقی مسلمان کہلائے گا، لیکن وہ نہ تو تمام اولیاء سے بہتر ہوگا نہ ہی ان سب سے افضل، کیونکہ سب سے بہتر اور سب سے افضل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں کہ جن سے بہتر (اس امت میں) اور کوئی نہیں ہے۔
(ایضاً:۱۱/ ۴۴۴)

بہرحال ایک امام ابن سیرینؒ کے تفرد کو لے کر پوری امت کے اجماع کو مسترد کردینا نہ عقل وخرد کا تقاضہ ہے نہ دین ودیانت کا!

اللہ تعالیٰ ہمیں قبولِ حق اور اس پر ثبات کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

خاتم الانبیاء اور خاتم الاولیاء کی تحقیق

خاتم الانبیاء ہونا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متعینہ صفت ہے، قرآن نے بھی آپ کو خاتم النّبیین قرار دیا ہے اور خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی بار بار مختلف موقعوں اور متعدد تعبیروں میں اپنے خاتم النّبیین ہونے اور اپنے بعد کسی اور نبی کے مبعوث نہ ہونے کا اعلان فرمایا ہے، یہ بھی واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختمِ نبوت کے منافی نہیں کیونکہ وہ نزول کے بعد شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے پابند ہوں گے اور اسی کو نافذ کریں گے یہ حقیقت تمام فرقہائے اسلام کے نزدیک مسلمہ ہے۔

● امام طحاویؒ فرماتے ہیں:

......................اور ہمارا عقیدہ یہ بھی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے منتخب بندے، چنندہ نبی اور پسندیدہ رسول ہیں، اور آپ خاتم النّبیین، امام المتقین سید المرسلین اور محبوب رب العالمین ہیں، آپ کے بعد ہر دعوائے نبوت گمراہی اور ہوس ہے، اور آپ ہی تمام انسانوں اور جنات کی ہدایت کیلئے کے لئے نور وضیاء اور حق وہدایت بنا کر مبعوث کئے گئے ہیں۔ (شرح عقیدہ الطحاویہ ۸۴ تا ۱۰۰)

یہ تمام اہل سنت کا اعتقاد ہے جو عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے تا ہنوز قائم ودائم ہے، جس میں نہ کوئی اختلاف ہوا نہ ہوسکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جس کسی کو نبی بننے کا شوق ہوا اس کو اپنا کام چلانے کے واسطے تاویلاتِ باطلہ وباردہ کا سہارا لینا پڑا، جبکہ تاویل وتوجیہ کی بیساکھی بھی اس کے آگے بڑھنے میں مددگار ثابت نہ ہوسکی۔

یہ تو خاتم الانبیاء کی بحث تھی، اب خاتم الاولیاء کے مسئلہ کو لیجئے، اگر خاتم الاولیاء سے اس کے محض لغوی معنے مراد ہیں تب تو یہ کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے، اس لئے کہ جو اس امت میں سب سے آخری ولی ہوگا وہی ''خاتم الاولیاء'' کہلائے گا بعض علماء نے اس حقیقت کے مدنظر کہ حضرت مہدی کے بعد چونکہ حالات بگڑتے اور ایمان کمزور ہوتے ہی چلے جائیں گے، شر وشرارت کا غلبہ اس قدر ہو جائے گا کہ قیامت قائم ہو جائیگی، حضرت مہدی کو خاتم الاولیاء مانا ہے تو اس مفہوم میں انہیں خاتم الاولیاء کہنے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ لیکن یہ دعویٰ کہ خاتم الاولیاء خاتم الانبیاء کی طرح افضل الاولیاء بھی ہوتا ہے اس کی کوئی دلیل کتاب وسنت میں نہیں ہے۔

● علومِ اسلامیہ کی تعریفات کے لئے اہل علم میں مقبول ومستند کتاب ''کشاف اصطلاحات الفنون'' میں لفظ خاتم کی تعریف طریقت کے رموز میں اس طرح بیان کی گئی ہے: صوفیہ کی اصطلاح میں اس شخص کو خاتم کہتے ہیں جس نے راہِ سلوک کے تمام مقامات طئے کر کے اس کی تکمیل کر لی ہو۔ (کشاف: ۲/ ۷۵)

● امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

''خاتم الاولیاء'' کی اصطلاح بالکل باطل وبے اصل اصطلاح ہے، جس کی کوئی شرعی دلیل نہیں ہے، اور (غالباً) اس لفظ ''خاتم الاولیاء'' کا ذکر سب سے پہلے حکیم ترمذیؒ نے کیا ہے، ان کے بعد دیگر لوگوں نے اس لفظ کا استعمال اور اپنے خاتم الاولیاء ہونے کا دعویٰ شروع کیا، بعض جاہلوں نے تو (ولایت ونبوت کی غیر مشروع تقسیم کر کے) اپنے کو خاتم الاولیاء اور بعض وجوہ سے افضل الانبیاء تک کہہ ڈالا ہے، یہ سب کسی خاص عہدے ومقام کی حرص کا نتیجہ تھا، ان لوگوں نے جب دیکھا کہ خاتم الانبیاء کے بعد اب نبوت کے دعوے کیلئے کوئی راستہ نہیں رہ گیا ہے تو خاتم الاولیاء کی اصطلاح نکال کر اپنے کو اس پر فائز کرنا شروع کر دیا، جبکہ ''خاتم الانبیاء'' کتاب وسنت کے مضبوط دلائل سے ثابت مقام ہے (جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہے)

اور خاتم الاولیاء کے مقام کیلئے کوئی دلیل کتاب وسنت میں موجود نہیں ہے۔

(مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ:۱۱/۴۴۴)

● شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں:

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے ساتھ (مطابق) حکم دیں گے، اور وہ خاتم الاولیاء ہوں گے، کیونکہ یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شرف (اور خصوصیت) ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر ولایت ختم فرمائی، اور ایک مکرم رسول و نبی کے ساتھ ولایت مطلقہ کو ختم فرمایا جن کے ساتھ (پاس) مقامِ ولایت ہے۔ (فتوحاتِ مکیہ ۳/۳۰)

پھر یہ شیخِ اکبر کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خاتم الاولیاء ماننا لغوی معنیٰ کے اعتبار سے ہے اور اصطلاحی وشرعی معنیٰ کے اعتبار سے وہ خاتم الاولیاء، خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو مانتے ہیں۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی فتوحاتِ مکیہ اور فصوص الحکم میں ان کی تحقیقات بظاہر الفاظ متضاد ہیں اور بہت سی جگہوں پر تو ان کی باتیں شریعتِ اسلامی کے بنیادی اصولوں کے مغائر اور ان سے متصادم معلوم ہوتی ہیں، اسی لئے علماء کے ایک طبقے نے ان کی تکفیر کی ہے، ایک دوسرے طبقے نے ان کے کلام کی تاویل وتحویل کا راستہ اختیار کیا ہے، اس کے برخلاف مدعیانِ مسیحیت ومہدویت نے ان کی متضاد تعبیرات اور مخصوص اصطلاحات سے اپنی گمراہی کی دلیل میں بھرپور فائدہ اٹھانیکی کوشش ہے، ہمیں دوسرے مدعیوں کی طرح مہدوی حضرات کی کتب میں بھی اپنے غیر اسلامی نظریات کی تاکید وتائید کیلئے ان کا حوالہ بار بار ملتا ہے، کئی جگہوں پر تو صرف مفید مطلب چند جملے لے لئے گئے ہیں اور مکمل بحث سے گریز کیا گیا ہے، حالانکہ ان کی کسی فص (باب) سے مکمل دیکھے بغیر کوئی نتیجہ نکالنا نہایت مشکل کام ہے، جیسا کہ ان کے شارحین نے اعتراف کیا ہے، خاتم الاولیاء کے سلسلہ میں بھی شواہد الولایت اور انصاف نامہ وغیرہ میں ان کی ادھوری عبارات میری نظر سے گذری تھیں، اس وقت یہی خیال ہوا کہ ابنِ عربی کے کلام کی حیثیت کسی دلیل شرعی کی تو ہے نہیں، اسلئے توجہ نہیں دی گئی

اور دلیل شرعی کا مطالبہ کیا گیا تھا، مگر جب ''ردقوی'' میں مصنف نے بقول خود ہماری وزنی عقل کو ہلکی بنانے اور شیخ اکبر کا قائل کرانے کا مضمون چھیڑا تو ہم نے فتوحات اور فصوص ہی کی طرف رجوع کرنے کا ارادہ کرلیا، ان دونوں کتابوں میں خاتم الاولیاء کی بحث کا مکمل مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہاں کچھ اور ہی صورتحال ہے، مہدوی حضرات نے ان کی مکمل عبارات سے گریز کرتے ہوئے ایک آدھ جملے کو اپنی عبارتوں میں مفید مطلب بنا کر شامل کرلیا ہے۔

ابن عربیؒ نے خاتم الاولیاء کا تذکرہ فتوحات کے تیسرے حصے میں مختصراً اور فصوص کی فص ''حکمت نفثیہ'' میں مفصلاً کیا ہے، اہل علم حضرات فتوحات ج ۳ ص: ۱۳۰ اور فصوص الحکم فص حکمت نفثیہ شیشیہ میں ملاحظہ کرسکتے ہیں، ہم نے اس پوری بحث سے جو کچھ سمجھا ہے وہ بطور خلاصہ کے ذیل میں درج کررہے ہیں:

- خاتم الاولیاء اور خاتم الانبیاء میں خاتم کے ایک تو لفظی ولغوی معنی ہیں اور ایک شرعی واصطلاحی معنیٰ ہیں لغوی اعتبار سے خاتم آخری کو کہتے ہیں اور شرعی اعتبار سے آخری کے ساتھ افضل واکمل خاتم کہلاتا ہے۔
- خاتم الاولیاء لغوی معنی کے اعتبار سے اخیر زمانہ کے ولی کامل کو کہا جانا چاہئے اور وہ ان کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور شرعی واصطلاحی معنی میں خاتم الاولیاء خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کوئی اور نہیں ہوسکتا۔
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق مع الحق ولایت کہلاتا ہے، اور تعلق مع الخلق نبوت سے تعبیر کیا جاتا ہے، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ نبوتِ محمدی کا مظہر کوئی اور ہستی ہوتی ہے اور ولایتِ محمدی کا ظہور کسی اور میں ہوتا ہے۔
- نبی کی ولایت یعنی تعلق مع اللہ نبی کی نبوت یعنی تبلیغی مصروفیت سے افضل ہوتی ہے، صوفیاء کے قول الولایۃ افضل من النبوۃ کا یہی مفہوم ہے۔
- جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی خاتم الانبیاء ہیں اور وہی خاتم الاولیاء ہیں تو آپ کے علاوہ جتنے انبیاء ہوئے ہیں اور جتنے اولیاء ہوئے اور ہوتے رہیں گے انہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہی کے مشکوٰۃِ ولایت و مشکوٰۃ نبوت سے فیض حاصل ہوا اور ہوتا رہے گا، کہیں اور سے نہیں، اس لئے کہ انہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور ولایت دونوں بالذات اور بلا واسطہ ہیں، دیگر انبیاء و اولیاء کی نبوتیں اور ولایتیں آپ کے واسطے اور فیض سے حاصل شدہ ہیں۔

● علامہ حسرت صدیقی نے "فصوص الحکم" کے ترجمہ میں ہر فص سے پہلے ایک تمہیدی نوٹ لکھا ہے، جس کا مقصد شیخ کی عبارات کے اشتباہ کو رفع کرنا بتلایا ہے، اس فص سے پہلے بھی انہوں نے ایک نوٹ لکھا ہے کہ:

اس مقام میں شیخ عربی نے جو مسائل بیان کئے ہیں کچھ ایسے انداز سے ہیں کہ لوگ یا تو غلط طور پر مان کر ورطۂ جہالت میں پڑ جاتے ہیں، یا ان امور کا مصداق خود کو ظاہر کر کے لوگوں کو حضیضِ ضلالت میں گرا دیتے ہیں (ص:۲۳)

پھر اس پوری فص کا عام فہم خلاصہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اب خاتم الاولیاء کو لیجئے: اول تو قرآن و حدیث میں لفظ خاتم الاولیاء کی کوئی سند نہیں ہے اور اگر خاتم الانبیاء پر قیاس کر کے خاتم الاولیاء کے معنے پیدا کئے جائیں تو خاتم الاولیاء بمعنے آخر اولیاء ہوگا، یعنی وہ ولی جس کے بعد کوئی ولی نہ ہو یہ لفظ اس شخص پر صادق آئے گا جو قربِ قیامت میں ہوگا، اور اس کے بعد کوئی ولی نہ ہوگا، اور اصطلاح جدید کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ کا ولی و مقربِ الٰہی مراد لیا جائے تو اس کے مصداق صرف صاحبِ مقامِ محمود وحبیبِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں، کیونکہ ان سے زیادہ خدا تعالیٰ کا کوئی مقرب نہیں ہے۔

ان محاورات و اصطلاحات کے نہ سمجھنے اور بات سے بات ملانے میں حیرت و پریشانی لاحق ہوتی ہے اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں، اور گمراہی کی نوبت آ جاتی ہے۔ (ص:۲۶)

حاصلِ کلام یہ ہے کہ اولاً تو "خاتم الاولیاء" کی یہ اصطلاح یا مقام محض ایک قیاسی اور غیر ثابت شدہ مقام ہے۔ ثانیاً اسے تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس کا اطلاق لغۃً اس امت کے اس آخری ولی پر ہوگا جس کے بعد قیامت تک کوئی ولی نہ ہو اور شرعاً تو صرف اور صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہی ہو سکتا ہے، مگر مہدئ موعود پر اس کا اطلاق نہ لغۃً صحیح ہے نہ شرعاً۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

بسم اللہ تعالیٰ

ملاحظہ

یہ کتاب ''ردروشن'' اسی وقت لکھی گئی تھی جبکہ ''ردقوی'' چھپ کر سامنے آئی تھی، لیکن طباعت کی بجائے ویب سائٹ پر ڈال دینے کو کافی سمجھا گیا تھا۔ جب ''ردقوی'' کا نیا اور اضافہ شدہ ایڈیشن بھی چھپ گیا تو احباب ومخلصین کی رائے یہی ہوئی کہ اس کی بھی اشاعت ہو جانی چاہیئے، چنانچہ شائع کیا جارہا ہے۔

اسی اثناء میں معلوم ہوا کہ صاحب تبصرہ کی وفات ہو چکی ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ انہوں نے قبل از وفات غالی عقائد سے رجوع بھی کر لیا تھا، اگر یہ روایت صحیح ہے تو ہم ان کیلئے اور اپنے لئے بھی دعائے مغفرت ورفع سیئات کی دعا کرتے ہیں۔

حق تعالیٰ سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین

بسم اللہ تعالیٰ

سید میراں جی عابد خوندمیری صاحب مہدوی کی تفسیر

نورِ ایمان

کا

تنقیدی جائزہ بنام

مہدوی بیانِ قرآن

از قلم

مولانا محمد عبد القوی

ناظم ادارہ اشرف العلوم و نائب ناظم مجلس علمیہ آندھرا پردیش

ناشر

ناشر: ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد

بسم اللہ تعالیٰ

حرفے چند!

گذشتہ سال ۶ ؍تا ۸ ؍فروری ۲۰۱۱ء حیدرآباد میں ’’المعہد العالی الاسلامی‘‘ کے تحت ایک عظیم الشان اور بین الاقوامی نوعیت کا ’’قرآن مجید سمینار‘‘ منعقد ہوا تھا، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہٗ کی خواہش پر اس عاجز نے اس سمینار میں مہدوی قوم کی شائع کردہ تفسیر ’’نور ایمان‘‘ کا سرسری جائزہ پیش کیا تھا۔ جو تفسیر کے صرف ۱۵۰ صفحات پر مشتمل تھا، میرا یہ جائزہ معہد نے سمینار کے موقع پر شائع کیا، چند دن بعد ایک مہدوی دوست کے ذریعہ اس جائزہ پر تبصرہ نظر نواز ہوا، عنوان تو اس کا قرآن مجید سمینار کے حوالہ سے میرا مضمون ہی تھا لیکن مطالعہ کیا تو پتہ چلا کہ اس عنوان کے تحت ہمارے جائزہ کا جائزہ تو نہیں لیا گیا البتہ کسی اور ناقد مفتی ابن المفتی جناب باقر صاحب مہدوی کی جانب سے تفسیر نور ایمان پر کی گئی تنقیدوں کا جواب دیا گیا تھا، سمجھ میں نہیں آیا کہ اس کے لئے عنوان دوسرا کیوں اختیار کیا گیا۔ ممکن ہے کہ مفتی صاحب موصوف چونکہ قوم ہی کے عالم تھے تو براہِ راست ان کی تردید مناسب نہ سمجھی گئی ہو۔ البتہ یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا کہ میں نے اپنے مقالے میں چوں کہ ہر بات نور ایمان کے حوالہ سے لکھی تھی، درمیان میں تبصرہ نہیں کیا تھا تو موصوف نے اسے مقالہ نگار کے اعترافات کے طور پر پیش کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، اور مقالہ کے آخر میں جو تبصرہ کیا گیا تھا اس کا کہیں ذکر کیا نہ جواب دیا۔ یہ خلط مبحث اس جماعت کا قدیمی معمول اور قومی امتیاز ہے۔

اس لئے میں نے اس رسالے میں نور ایمان کی تفسیروں پر وارد ہونے والے

اشکالات کو ہر اقتباس کے بعد درج کر دیا ہے، تاکہ غور کرنے میں مدد مل سکے۔ نیز اس مقالے کے بعد ان اٹھارہ آیات کا علماء امت کی معتبر تفاسیر سے موازانہ و مقابلہ بھی درج کر دیا ہے جس کے معانی ــــ ان لوگوں کے بقول ــــ بطور خاص ''میراں صاحب کے قلب پر بحکمِ خدا وارد ہوئے تھے''، جبکہ امت میں ان سے پہلے کسی کو اس کا علم نہ تھا۔ پھر چوں کہ الحاج اشرف خوندمیری صاحب نے مفتی باقر صاحب کی تنقیدوں کے جواب میں امام قرطبی، امام طبری، امام بیضاوی اور ابن کثیر رحمہم اللہ کے حوالہ جات ان تفاسیر کے معتبر ہونے کی حیثیت سے پیش کئے ہیں، اس لئے ہم نے بھی انہی تفاسیر سے ہژدہ آیات کا تقابل کیا ہے۔

واضح رہے کہ ان آیات کی جناب عبد الغفور سجاوندی صاحب نے جو تفسیر بیان کی ہے مصنف ''نور ایمان'' بھی اسی سے متفق ہیں، چنانچہ ہم نے اُس کے حوالے بھی درج کر دیئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ پاک تمام مسلمانوں کو صراطِ مستقیم کی ہدایت اور اس پر ثبات کی توفیق نصیب فرمائے اور ہر قسم کی گمراہی سے محفوظ و مامون فرمائے۔ آمین۔

مُحمّد عبد القوی

فرقہ مہدویہ کی ’’تفسیر نورِ ایمان‘‘ کا سرسری جائزہ

مذہب کا تعارف:

ہندوستان کے فرقہائے باطلہ میں ایک فرقہ مہدویہ بھی ہے، جو ہندوستانی تاریخ کی ایک عظیم علمی وروحانی شخصیت ’’سید محمد جونپوری‘‘ کی جانب منسوب ہے، جنہوں نے اپنے علم وعمل کی قوت اور زہد وفقر کی تاثیر کے ذریعہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو متأثر کرنے کے بعد کسی کشف یا واردۂ قلبی سے دھوکہ کھا کر یا جذب وسکر کی کیفیت میں کھو کر اپنے ’’مہدیٔ موعود‘‘ ہونے کا دعوی کر دیا تھا، کہا جاتا ہے کہ انہوں نے تو بالآخر اس غلط فہمی سے رجوع کر لیا مگر ان کے اصحاب ومتعلقین نے اسی پر اصرار کیا اور رجوع کو تسلیم نہیں کیا، چنانچہ یہ فرقہ ایک مستقل مذہب کی شکل اختیار کر گیا۔ یہ فرقہ صوبہائے آندھرا پردیش، کرناٹک، مہاراشٹر، تمل ناڈو، گجرات اور پاکستان کے مختلف شہروں کے علاوہ امریکہ اور کینڈا وغیرہ میں موجود ہے۔ کہیں مہدوی، کہیں مومن برادری، اور کہیں دائرہ والوں کے نام سے معروف ہیں، ان کا بڑا طبقہ عصری علوم کے اعتبار سے تعلیم یافتہ اور مہذب ہے، اور اب ایک اچھا خاصا طبقہ اپنے معتقدات میں عدمِ تشدد سے کام لینے کو ترجیح دے رہا ہے، ان میں سے بعض علم وفہم کی روشنی میں رجوع الی الحق بھی کرتے جا رہے ہیں۔

مفسر کا تعارف:

اس تفسیر کے مصنف سید میراں جی عابد خوند میری ابن سید اشرف تشریف اللّٰہی اسی فرقے سے تعلق رکھتے ہیں، ابتدائی تعلیم اپنے وطن چن پٹن میں حاصل کی۔ ۱۹۷۹ء میں جامعہ نظامیہ حیدر آباد سے ''مولوی کامل'' کا نصاب پورا کر کے اس میں امتیازی درجہ سے کامیابی حاصل کی، اِفتاء بھی کیا، عالم اور مفتی ہونے کی وجہ سے فارغ ہونے کے بعد ''مجلس علماءِ مہدویہ'' نے انہیں اپنا رکن نامزد کیا، پھر صدر مفتی کے عہدہ پر فائز ہوئے، دوڈھائی سال ''دائرۃ المعارف العثمانیہ'' میں مصحح کی حیثیت سے علمی خدمات انجام دیں، موصوف اپنے عقیدہ کے مطابق میراں سید محمد جونپوری کے مامور من اللہ، مبعوث لبیان القرآن، معصوم عن الخطا اور ملحق بالانبیاء ہونے کے قائل اور اس پر قائم ہیں، اب بھی بقیدِ حیات اور اس مذہب کے مضبوط دافع اور داعی ہیں۔ (ماخوذ از تفسیر نور ایمان، ص: ب)

قرآن اور معانیِ قرآن:

قرآن کریم سے متعلق ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ''قرآن کریم کا نزول تو سید محمد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہوا تھا لیکن اس کے معانی کا صحیح ادراک یا اسکے بیان کی ذمہ داری سید محمد مہدی کے ذمہ ہے'' استدلال اِنَّ عَلَیۡنَا جَمۡعَہٗ وَقُرۡاٰنَہٗ اور ثُمَّ اِنَّ عَلَیۡنَا بَیَانَہٗ سے ہے، وہ کہتے ہیں کہ جس طرح ''جمع قرآن'' نبیؐ کے بعد حضرات شیخین اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ذریعہ ہوا، اسی طرح معانی قرآن کا اظہار بھی ایک ہزار سال بعد سید محمد جونپوری کے ذریعہ ہوا، اور لفظِ ثُمَّ چونکہ تراخی کا فائدہ دیتا ہے اس لیے بیانِ قرآن اور نزولِ قرآن کے درمیان نمایاں فصل ضروری تھا، اسی لیے اتنی تاخیر مقدر ہوئی۔ (ایضاً ص: د)

مصادرِ تفسیر:

مصادرِ تفسیر کے سلسلہ میں اس گروہ کے معتقدات میں یہ ہے کہ تفسیر مرادِ الٰہی کی وضاحت وصراحت کا نام ہے، اور یہ کام وہی کر سکتا ہے جس کو اللہ نے براہِ راست بلا واسطہ

اپنے کلام کی مراد سے واقف کرایا ہو، اور یہ ظاہر ہے کہ ایسی صرف دو ہستیاں ہیں، ایک تو خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن پر قرآن نازل ہوا، دوسرے خاتم الاولیاء حضرت محمد مہدیٔ موعود علیہ السلام جن کا منصب ہی قرآن کا بیان کرنا تھا، چنانچہ اللہ نے قرآن میں فرمایا: ثُمَّ اِنَّ عَلَیۡنَا بَیَانَهٗ اس کی تفسیر حضرت مہدی نے اس طرح فرمائی: ای بلسان المھدی یعنی مہدی کی زبان سے۔ (ایضاً ص: د)

ان کے نزدیک مہبطِ قرآن کی طرح مبینِ قرآن کا بھی معصوم عن الخطاء ہونا ضروری ہے، اور اس امت میں معصوم صرف دو ہی شخصیتیں ہیں۔ سید عابد صاحب کہتے ہیں:

> ''حقیقت یہ ہے کہ جس طرح قرآن کو نازل کرنے کے لیے اللہ نے ایک معصوم عن الخطاء ہستی کا انتخاب فرمایا، اسی طرح قرآن کا بیان کرنے کے لیے بھی اللہ نے ایک معصوم عن الخطاء ہستی کا انتخاب فرمایا، اور وہ ہستی ہے حضرت امامنا وسیدنا سید محمد مہدی موعود خلیفۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جس کی شان میں خود آنحضرت نے یہ گواہی دی: المھدی منی یقفوا اثری ولا یخطی۔'' (ایضاً ص: د)

ان کے خیال میں تفسیر کے معتبر مصادر صرف تین ہیں، کتاب اللہ، حدیث رسول اللہ اور فرامینِ مہدی، ان تین مآخذ کے علاوہ کوئی ماخذ و مصدر معتبر نہیں۔ عابد صاحب کہتے ہیں:

> قرآن کی تفسیر کی ایک صورت تو یہ ہے کہ خود قرآن کی بعض آیتیں بعض آیتوں کی تفسیر کرتی ہیں، تفسیر کی دوسری صورت یہ ہے کہ رسول اللہ اور مہدیؑ سے جو معانی اور مراد دورِ اول کے صحابہ ومفسرین سے منقول ہو، ان مقدس حضرات کے بیان کردہ نہج، طریق اور اصول سے ہٹ کر جو تفسیر ہوگی وہ تفسیر بالرائے ہوگی۔ (ایضاً ص: ہ)

تفاسیر سلف کا مرتبہ:

سلف کی تفاسیر کے بارے میں اس گروہ کا اعتقاد یہ ہے کہ وہ مطلقاً معتبر نہیں، جب تک کہ مہدی کی تائید وتوثیق انہیں حاصل نہ ہو، چنانچہ مذہب کی معتبر کتاب شواہد الولایت میں ہے:

> ''حضرت شمس ولایت حامل بالامانت نے فرمایا جو کوئی حکم اور جو کوئی بیان تفاسیر یا اور ان کے سوا اور کتابوں میں اس بندے کے بیان کے مخالف واقع ہو وہ صحیح نہیں ہے، اور جو کوئی عمل اور بیان اس بندہ کا ہے خدا کی تعلیم اور مصطفی کے اتباع سے ہے۔'' (شواہد، ص: ۳۸۹)

انکے نزدیک ''بیانِ قرآن'' ایک مستقل وحی یا وارده ہے جو بلا کسی واسطہ کے اللہ کی طرف سے سید محمد پر نازل ہوئی یا دل میں الہام کی گئی ہے۔ صاحبِ شواہد اپنے امام سے نقل کرتے ہیں

> ''جب پہلی مرتبہ تجلیٔ ذات ہوئی فرمان پہونچا، اے سید محمد! ہم نے تجھ کو اپنی کتاب کا علم دیا اور علم مراد اللہ تجھ کو عطا کیا ہے۔''

یہ اور اس قسم کی منقولات کی وجہ سے ان کے ہاں سلف کی تفاسیر کا مطالعہ غیر ضروری اور میراں صاحب اور ان کے خلفاء کے بیان کو حرفِ آخر سمجھا گیا۔

> ''ہم کسی تفسیر کا مطالعہ نہیں کرتے، بیان کے وقت جو آیت بے واسطہ سامنے آتی ہے اور اس آیت کا جو بیان اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکھلایا جاتا ہے اللہ کے امر سے اللہ کی مراد بیان کی جاتی ہے۔'' (شواہد، ص: ۲۳۱)

ان حضرات کے خیال میں تفسیرِ قرآن کے لیے کسی متعلقہ علم کی ضرورت ہے نہ اسلاف پر اعتماد اور ان سے استفادہ کی ضرورت ہے، کیوں کہ مہدی نے اس کی ضرورت نہیں سمجھی اور فرمایا:

> ''برائے فہم معانیٔ قرآن نورِ ایمان بس است یعنی معانیٔ قرآن کی فہم کے لیے ایمان کا نور کافی ہے''۔ (تفسیر نورِ ایمان، ص: ہ)

اسی وجہ سے انہوں نے اپنی تفسیر کا نام ''نورِ ایمان'' رکھا ہے۔

اس تفسیر کے اغراض و مقاصد:

سید عابد صاحب نے یہ تفسیر جن اغراض و مقاصد کے تحت تصنیف کی ہے ان میں سب سے اہم یہ ہے کہ:

> ''ہماری قومی کتب میں منقول ان آیتوں کی نشاندہی کی جائے جن کو خود مہدی علیہ السلام نے بحکمِ خدا اپنی مہدیت کے ثبوت میں پیش فرمایا ہے، عام مفسرین نے بعض مقامات پر خاص کو عام اور عام کو خاص کر دیا ہے، حضرت مہدی علیہ السلام مبینِ قرآن نے اس کے بر خلاف لفظ کو خاص فرمایا ہے اور جس لفظ کو عام فرمایا ہے اس کی وضاحت ہو جائے، فرائضِ ولایت کا ثبوت جن آیات سے ہوتا ہے ان کی نشاندہی کی جائے۔ وغیرہ''
> (ماخوذ از تفسیر نورِ ایمان، ص: ب)

حاصل یہ کہ متقدمین ائمہ تفسیر کی منقول و ماثور تفاسیر کو جو صدیوں سے علماءِ اسلام کی

متفق علیہ ومعتمد علیہ تفاسیر رہی ہیں سید محمد صاحب اوران کے خلفاء کی بلا واسطہ عطا شدہ تفاسیر کی روشنی میں جانچ کر تصحیح کی جائے اور بزعمِ خویش مراد اللہ کو نئے سرے سے متعین کیا جائے۔

اس تفسیر کی خصوصیات:

موصوف خوندمیری صاحب نے زیرِ تبصرہ تفسیر میں درجِ ذیل امور کا خیال رکھا ہے جو اس کی خصوصیات کہلائی جاسکتی ہیں۔

① زبان عام فہم اور آسان ہے جس سے عوام بھی استفادہ کرسکیں۔

② ترجمہ تحت الآیات ہے اور ''ف'' کے اشارہ سے حاشیہ پر اس کی تشریح کی گئی ہے۔

③ اکثر مقامات پر تو ترجمہ وتفسیر میں عامۂ مفسرین کا اتباع کیا ہے؛ لیکن جن آیات کے سلسلہ میں ان کے اکابرین مذہب سے کوئی کلام منقول ہے تو اس کو نقل کرکے اسی کو حق قرار دیا ہے۔

④ ان کے امام چونکہ کلام پاک میں ربط مسلسل کے قائل ہیں اور کلام میں استیناف، اعتراض، استثناء، منقطع اور نسخ کو تسلیم نہیں کرتے اس لیے ایسے مقامات پر بزعمِ خویش ائمہ تفسیر کی اصلاح کرتے رہے ہیں۔ بقول خود

⑤ مختلف آیات کے ضمن میں مذہب کے مسلّمات ومعتقدات کی وضاحتوں کا اہتمام کیا گیا ہے، اگرچہ کہ وہ جمہورامت کے عقائد کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔ (ایضاً ص: ج)

چند تفسیری نمونے:

- سورہ فاتحہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

> ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب قرآن نازل ہوتا تھا تو آپ بھول جانے کے خوف سے جبرئیل کیساتھ جلدی جلدی دھرانے لگتے تھے تو اللہ نے لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ سے ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ تک کی آیات نازل فرمائیں، جن میں اللہ تعالیٰ نے جمع قرآن اور بیان قرآن خود کرنے کا وعدہ فرمایا، ان میں سے ایک وعدہ کی تکمیل خلافتِ راشدہ کے

دور میں ہوگئی، ابھی بیان قرآن کا وعدہ پورا نہ ہو سکا تھا کہ ملوکیت کا دور شروع ہو گیا، ادھر مشیتِ الٰہی بھی یہی تھی کہ یہ کام تاخیر سے ہو، چنانچہ مہدی کے ظہور کے بعد ان کی زبانی اللہ تعالیٰ نے اپنا دوسرا وعدہ پورا فرمایا۔''

گویا قرآن کا بیان اس کے نزول کے ساڑھے آٹھ سو سال کے بعد نازل ہوا، اور اس وقت تک کے مسلمان خدا جانے قرآن کو کیا سمجھتے رہے؟۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:

''گویا قرآن اور مہدیؑ ہدایت کے نور ہیں، اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ رہا ہوں جب تک تم ان کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے، کتاب اللہ اور میری عترت۔ کتاب اللہ تو قرآن شریف ہے اور عترت سے مراد وہ کامل فرد عترت ہے جو معصوم عن الخطاء اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بے خطا پیروی کرتا ہو''

سوائے شیعوں اور مہدویوں کے، امامت کیلئے معصومیت کا اعتقاد کوئی نہیں رکھتا، اہل اسلام کے نزدیک معصومیت صرف انبیاء و ملائکہ کی شان ہے۔

اور خود آنحضرت نے اس کی نشاندہی ان الفاظ میں فرمادی المھدی منی یقفو اثری ولا یخطی (مہدی مجھ سے ہے وہ میرے نقش قدم پر چلے گا اور کبھی خطا نہ کرے گا) اسی لیے تسبیح میں مہدویہ کہتے ہیں القرآن والمھدی اماما امنا وصدقنا''۔ (ص:۱)

تعجب ہے کہ مہدویہ اپنے عقائد کی بنیاد ایسی کمزور روایات اور غیر مستند عبارات کو بناتے ہیں۔ پھر **ولا یخطی** سے اتباعِ کامل کی تاکید تو ہو سکتی ہے معصوم ہونا کیسے ثابت ہو سکتا ہے؟

- سورہ بقرہ کی پہلی آیت الٓمٓ کے تحت حروف مقطعات کے بارے میں متعدد اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں الر حم ن کو ملائیں تو الرحمان بنتا ہے۔ حالانکہ الر کے بعد کئی سورتیں ہیں اس کے بعد ۲۴، ۲۵، اور ۲۶ ویں پارہ میں حٰم آیا ہے پھر انتیسویں پارہ میں ن آیا ہے، پھر بھی حضرت ابن عباسؓ نے ان کے مجموعہ کو الرحمان کے نام سے یاد فرمایا ہے۔ اسی اصول کی روشنی میں الم کو صرف ایک آیت کے بعد لفظ ھدی للمتقین

سے ملائیں تو المھدی للمتقین معلوم ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ قرآن شریف کی ابتدا ہی اس موعود عظیم ہستی سے ہوئی ہے جس کا منصب ہی اللہ سے ڈرنے والوں کو ہدایت دینا ہے۔ نیز یہ بھی نکتہ ہے کہ المھدی اور ذالك الکتاب دونوں متقین کے لیے ہدایت کا ذریعہ ہیں اور دونوں میں تحقیق کرنے والوں کے لیے کوئی شبہ نہیں ہے۔ اس آیت کے ذیل میں حضرت ابن عربیؒ فرماتے ہیں: الموعود بانه یکون مع المھدی فی اٰخر الزمان لا یقرأہ کما ھو بالحقیقیة الا ھو۔ یعنی وہ کتاب جس کے تعلق سے وعدہ کیا گیا ہے کہ وہ آخر زمانے میں مہدی کے ساتھ ہوگی اس کتاب کی تلاوت کا حق حقیقت کے اعتبار سے مہدی کے سوا کوئی اور ادا نہیں کرے گا۔'' (ص:۲)

بہت دور کی کوڑی اور تکلفِ بارد پیش کرنے کے بعد ابن عربی کے قول سے جو استدلال کیا ہے کیا وہ قرآن کریم کی تفسیر کہلانے کے قابل ہے؟

❑ سورۂ بقرہ کی آیت ۱۲۴ میں حضرت ابراھیم علیہ السلام کے ابتلاءات اور ان میں کامیابی کے ذکر کے بعد انہیں مقامِ امامت سے سرفراز کئے جانے کا اعلان ہے، اس اعزاز کو پا کر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ میری ذریت کو بھی اس مقامِ عالی کا وارث بنا دیا جائے، جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرا وعدہ ظالموں کو نہیں پہونچے گا۔ موصوف اس پر طویل حاشیہ کے ضمن میں لکھتے ہیں:

''رہی بات امام کی دعا کی تو اللہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ میرا وعدہ ظالموں کو نہیں پہنچے گا۔ یعنی تیری ذریت میں جو عادل ہوگا وہ امام ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ خاتم النّبیین تھے اس لیے آپ کے بعد نبوت کی گنجائش ہی نہیں تھی البتہ امامت کا منصب تو اللہ نے حضور ہی کی عترت میں سے ایسی ہستی کو جو آپ کے قدم بہ قدم اتباع کرنے والی تھی اور وہ بھی اس طرح کہ جس کی شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بشارت دی تھی کہ یقفوا اثری ولا یخطی میرے نقشِ قدم پر چلے گا اور کبھی خطا نہیں کرے گا اور جس کے حق میں آپ نے فرمایا تھا کہ یملأ الارض قسطا وعدلا کہ وہ زمین کو قسط وعدل سے بھر دے گا۔ منصبِ امامت سے سرفراز فرمایا۔ چنانچہ حضرت سید محمد جونپوری بن سید عبداللہ المخاطب مہدی بلسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلیفة اللہ، بینة اللہ، امر اللہ۔ مراد اللہ ودافع ہلاکت امتِ محمدیہ نے فرمایا کہ

ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذریت میں سے جس امام کی دعا کی تھی اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ وہ فقط تیری ہی ذات ہے نہ کہ کوئی اور۔'' (ص: ۲۴)

اس تفسیر کی حقیقت آگے ''ہژدہ آیات'' کے تحت دیکھی جا سکتی ہے۔

- آیت نمبر ۱۴۱ ''تلك امة قد خلت'' الآیۃ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اللہ کے پاس پوچھ ''کسبِ خود'' کے بارے میں ہوگی نہ کہ ''کسبِ غیر'' کے بارے میں، تمہارا یہ زعم کہ ہمارے باپ دادا پیغمبر ہیں، ان کے توسط سے ہم بچ جائیں گے یہ خام خیالی ہے، دین میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بیٹی فاطمہ! عمل کر عمل کر میں تجھ کو خدا کے پاس بچا نہیں سکتا اور حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا قیامت کے دن اللہ یہ نہیں پوچھے گا کہ تم پسر احمد ہو یا پسر محمد، اللہ بندے سے عمل با محبت پوچھے گا۔ (ص: ۲۷)

پھر یہ عمل با محبت کیا ہے؟ دوسری جگہ سورۂ نساء کی آیت ''لَيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ'' کے تحت اس کی صراحت کی ہے:

''بندہ کی تصدیق کے معنٰی یہ ہیں بندہ عصر اور مغرب کے درمیان جو قرآن کا بیان کرتا ہے اس پر عمل کرنا، پھر آپ نے دوسرے موقع پر فرمایا تصدیق بندہ عمل ہے، با عمل مقبول ہے اور بے عمل مردود ہے۔'' (ص: ۱۳۴)

جس کا مطلب یہ ہوا کہ مہدویت میں عمل سے مراد مہدی کے احکام کی تصدیق ہے، مفسر نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے عمل کی تاکید والی روایت بھی نقل کی ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ جب مہدوی وجود ہی میں نہیں آئے اور ان پر بیان اترا بھی نہیں تھا، تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کس عمل کی ترغیب دی جا رہی تھی؟۔ ظاہر ہے کہ وہ عمل وہی تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کیا تھا اور مفسر اس عمل کی بات کر رہے ہیں جو مہدی نے بیان کیا یہ تو روایت سے مغالطہ دینے کی کوشش ہے۔

- آیت نمبر ۱۴۹ کے تحت مسجدِ حرام کی تعریف کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''حدیث میں آیا ہے کہ مہدی موعود سے رکن و مقام کے درمیان بیعت کی جائے گی، بحمد اللہ حضرت سید محمد جونپوریؒ نے اسی مقام پر ۹۰۱ھ میں مہدی موعود ہونے کا دعویٰ فرمایا اور

کئی ایک لوگوں نے آپ سے بیعت کی۔اس دعویٰ کو آج ۱۴۰۱ھ میں پورے ۵۰۰ سال ہوتے ہیں۔رسول اللہ کے بعد سوائے امامنا حضرت سید محمد جونپوری کے کسی نے حدیث کی شرط (رکن ومقام کے درمیان دعویٰ کرنا اور ضمناً بیعت لینا) کی تکمیل نہیں کی۔'' (ص:۳۰)

اس کے بعد ۱۴۰۰ھ میں پیش آئے حادثہ میں عبداللہ القحطانی نامی شخص کے دعوائے مہدیت اور فساد فی الحرم کا ذکر کر کے ارشاد ہوتا ہے:

''اور اس واقعہ کے بعد تو اب مکہ معظّمہ میں عموماً اور حرم شریف میں خصوصاً کسی جعلی مہدی کے دعویٰ کا بھی امکان باقی نہ رہا۔ ''فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ۔'' (ص:۳۱)

اب بھی ہوتے رہتے ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ پہلے بات نبھ جاتی تھی پکڑ کے جیل خانے نہیں بھیجے جاتے تھے، اب جعل نبھ نہیں سکتا۔لیکن جب مہدیٔ حقیقی کا ظہور ہوگا، اور علماء امت کی تائید وتصدیق انہیں حاصل ہو جائیگی تب وہ پوری عزت امارت اور دبدبے کے ساتھ منظر عام پر ہوں گے۔ان شاء اللہ

- آیت نمبر ۱۵۱ میں ''وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ'' کے تحت رقمطراز ہیں

''اس سے مراد گذشتہ امتوں کے واقعات، گذشتہ زمانے کے حالات اور آئندہ آنے والے نوازل اور حوادث بھی ہو سکتے ہیں، لیکن کتاب وحکمت کی تعلیم کے بعد ان امور کا بیان کچھ اجنبی اور بے جوڑ سا لگتا ہے، خصوصاً جب کہ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ میں وہ سب باتیں آجاتی ہیں۔کتاب وحکمت بیان کرنے کے بعد یہ کہنا کہ ''وہ تم کو ایسی باتیں سکھاتے ہیں جن کو تم نہیں جانتے تھے'' کچھ خاص باتوں کی طرف اشارہ کرتا ہے، جسکی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ مجھے قرآن دیا گیا اور اوتیت مثلہ معہ اس کے ساتھ اس کا مثل بھی دیا گیا، حضور ان باتوں کو جن کا تعلق اسلام اور ایمان سے تھا علی الاعلان بیان فرمایا۔''

نہیں بیان فرمانے کا ثبوت کتاب وسنت اور اجماعِ امت سے ہونا چاہیے، محض کسی کے انکار سے نبی کی جانب کتمانِ علم کیسے منسوب کیا جا سکتا ہے؟ یہ مہدویہ ہی کا طریق ہے کہ نصوص کے مقابلے میں مکاشفات واشارات لاتے ہیں جبکہ عقیدہ قطعی نصوص اور اجماعی مفہوم سے بن سکتا ہے اور بس!

البتہ جن کا تعلق ''مرتبہ احسان'' سے تھا ان کو علی سبیل الدعوت بیان نہیں فرمایا، البتہ خاص

> خاص لوگوں کو جن میں آپ نے ان کو اٹھانے اور برداشت کرنے اور ہضم کرنے کی صلاحیت دیکھی بیان فرمادیا، جیسے حضرت علیؓ، حضرت حذیفہؓ، حضرت ابوہریرہؓ وغیرہ۔'' (ص:۳۱)

❑ آیت نمبر ۲۱۳ میں یہ بتانے کے بعد کہ نبیوں کا سلسلہ لوگوں کو گمراہی سے ہٹا کر ہدایت پر لانے کے واسطے قائم کیا گیا تھا، جس کا اختتام حضرت محمد ﷺ پر ہوا، لکھتے ہیں:

> ''یہاں تک کہ نبی آخرالزماں تشریف لائے اور آپ پر قرآن شریف نازل کردیا گیا۔ اس کی حفاظت اللہ نے خود کی۔ اسی لیے وہ تحریفِ لفظی سے بچا رہا۔ لیکن تحریفِ معنوی یعنی غلط تاویلات تو اس کے لیے اللہ نے قرآن کے بیان کی ذمہ داری ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ کے ذریعہ خود قبول فرمائی اور بیان قرآن کے اس منصبِ جلیل پر حضرت امام مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فائز فرمایا۔

افسوس! ایسا ناقص انتظام فرمایا جیسا اس کے بندے بھی کرتے۔ آٹھ سو سال تک تو تحریفِ معنوی کو کھلی چھوٹ ملی رہی اور آٹھ سو سال کے بعد کسی کو بھیجا کہ تحریف سے میرے کلام کو بچا لو۔ اس طرح آٹھ صدیوں کے گمراہوں پر تو اللہ تعالیٰ کی کوئی حجت نہیں رہی۔ یہ عجیب معمہ ہے کہ کلام آج اُترے اور حفاظت بھی شروع ہوجائے اور معانی آٹھ سو سال کے بعد نازل ہوں یا معانی کی حفاظت کرنے والا پیدا ہو۔

> جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہم تمہارے پاس تنزیل لاتے ہیں لیکن تاویل اسے آخر زمانے میں فارقلیط (مہدی) لائیں گے۔ (ص:۴۴)

❑ آل عمران کی آیت ۸۱ آیتِ میثاق کے تحت کہتے ہیں کہ:

> ''جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کے لیے پچھلے اور اگلے نبیوں کی تصدیق کرنا اور معاصر نبیوں کا آپس میں نصرت وتعاون رکھنا ضروری قرار دیا ہے۔ اسی طرح مہدی کی توثیق وتصدیق بھی کسی نہ کسی بنی کے ذریعہ ضروری تھی۔ مہدی اگرچہ نبی نہیں لیکن ملحق بالانبیاء ہیں۔

دلیل شرعی چاہیے......

> چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اخیر زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ اٹھا کر آسمانوں پر رکھا ہوا ہے، ظہور ومرور مہدی کے بعد ان کا نزول ہوگا، تاکہ وہ مہدی پر ایمان لا کر انکی تصدیق کا فریضہ ادا کریں۔'' (تفصیل ص ۸۲ تا ۸۴ پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے)

□ آیت ''وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا'' کے تحت لکھتے ہیں:

''تاریخ کی کتابیں اس کی شاہد ہیں خصوصاً نویں صدی ہجری کا زمانہ انتہاء درجہ پر آشوب رہا، اس قدر کہ اسلام سے فقط نام اور قرآن سے فقط الفاظ باقی رہ گئے تھے اور عمل تو بالکل ناپید ہو گیا تھا، ایسے ہی دور میں جب کہ رسوم، عادات اور بدعات کے سبب دنیا سے دین رخصت ہو گیا تھا اللہ نے حضرت سید محمد جونپوری کو مہدی کی حیثیت سے مبعوث فرمایا کہ دین کو اس کے اصلی خدوخال کے ساتھ برپا کیا جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کو زندہ کیا جائے۔ پس حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے ببانگِ دہل مہدی موعود ہونے کا اعلان بحکمِ خدا فرمایا اور دلیل میں کتاب اللہ اور اتباعِ محمد رسول اللہ کو پیش فرمایا۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ جس نے حضرت مہدی علیہ السلام کی تصدیق کی اور آپ کے بیان کردہ احکام پر جو کہ حقیقت میں احکامِ قرآن اور اتباعِ رسول اللہ سے عبارت ہیں عمل کیا وہی ناجی ہے۔'' (ص:۸۷)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس طرح پچھلے نبیوں کے بعد دین مٹ جاتا تو دوسرے نبی کو بھیجا جاتا تھا اسی طرح ہمارے نبی کے بعد مہدی کو مبعوث کیا گیا، نعوذ باللہ اگر ایسا ہے تو پھر نبی کی آفاقیت وابدیت بے معنیٰ چیز ہو کر رہ گئی۔ پھر نبی تو اپنے دین کی بلا انقطاع زمانہ تحفظ کی ضمانت دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں ''میری امت کی ایک جماعت ہر زمانے میں حق کی حمایت وحفاظت کیلئے موجود رہے گی اور آپ کہتے ہیں کہ آٹھ سو سال تک کوئی بچانے والا نہ تھا اور اس کے بعد صرف ایک بندہ کھڑا ہوا۔

□ آل عمران آیت نمبر ۱۹۳ ''رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا'' کے تحت لکھتے ہیں:

''یہاں اس پکارنے والے سے مراد حضرت مہدی موعود علیہ السلام ہیں جو لوگوں کو ایمانِ حقیقی کی دعوت دے رہے تھے۔ آنحضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو ایمان بالغیب کی دعوت دے دی تھی پھر اس کے بعد جو دعوت دی گئی وہ ایمانِ عیانی کی دعوت ہے اور ظاہر ہے کہ ایمان عیانی کی دعوت سوائے حضرت مہدی علیہ السلام کے کسی اور نے نہیں دی۔'' (ص:۱۰۳)

جو دعوت کسی نے بھی نہیں دی حتی کہ نبی نے بھی نہیں دی وہ دین کیسے کہلا سکتی ہے؟

□ آیت نمبر ۱۹۵ ''فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ'' کے تحت رقم طراز ہیں:

''حضرت مہدی علیہ السلام نے اس آیت کا بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ چاروں صفتیں (ہجرت، اخراج، ایذاء فی سبیل اللہ اور جہاد کرنا اور شہید ہونا) بندہ کی (سید محمد جونپوری)

ہیں۔ پھر ایک مرتبہ دورانِ بیان قرآن فرمایا کہ صفت **ھاجروا** ادا ہوگئی۔ **اخرجوا من دیارھم** ادا ہوگئی۔ **اوذوا فی سبیلی** ادا ہوگئی۔ **قاتلوا وقتلوا** باقی ہے، انشاء اللہ ادا ہوگی، آپ نے یہ دعا بھی فرمائی کہ اے خدا جس طرح تینوں صفتوں کا ظہور مجھ سے ہوا ہے چوتھی صفت کا ظہور بھی مجھ سے ہو جائے، تو حکم خداوندی ہوا کہ روزِ ازل سے ہم نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ خاتمین یعنی خاتم النبی اور خاتم الولی پر کوئی قادر نہ ہو سکے گا، اس لیے چوتھی صفت کے ظہور کے لیے ہم نے سید خوند میرؓ کو پیدا کیا ہے، چوتھی صفت کا ظہور سید خوند میرؓ سے ہوگا، چنانچہ ۱۲ رشوال ۹۳۰ھ میں حضرت بندگی میاں سید خوند میر صدیق ولایت سید الشہداء حامل بارِ امانت سے **قاتلوا** کی صفت کا اظہار کھانبیل (گجرات) میں ہوا، جس میں سلطان مظفر کی کثیر التعداد فوج کو بے سروسامان فقیروں نے شکست فاش دی اور ایک دن کے وقفہ کے بعد ۱۴ رشوال المعظم ۹۳۰ھ سدراسن میں آپ مع ساتھیوں کے شہید ہو کر **قتلوا** کی صفت سے بہرور ہوئے۔ یہ صفت اصالتاً مہدی موعود کی تھی لیکن حکم خداوندی سے بندگی میاں سید خوند میرؓ سے ادا ہوئی اس لیے آپ کو ''بدلِ مہدی'' کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ پہلی تین صفتوں کا ظہور خود حضرت مہدی علیہ السلام کی ذات سے ہی ہوا، یعنی آپ نے ہجرت کی اس طرح کہ جونپور کو چھوڑا تو پھر پلٹ کر جونپور کی صورت نہیں دیکھی اور ہجرت بھی ایسی بے مثال کہ دس ہزار سے زیادہ میل کی مسافت راہِ خدا میں آپ نے طئے کی۔ پھر جا بجا آپ کا اخراج بھی ہوا اور اللہ کے راستے میں اذیتیں بھی آپ نے بہت سہیں۔'' (ص: ۱۰۳)

اس تفسیری من مانی کا ثبوت میرے خیال میں مفسر کے ''نور ایمان'' کا علاوہ کوئی اور چیز نہیں، عہدِ رسالت سے آٹھویں صدی تک کس مفسر نے یہ تفسیر کی ہے، میراں صاحب بھی امتی ہیں انہوں نے خود اپنی باتوں کو قرآن وسنت پر پرکھنے کا حکم دیا ہے، اسلئے دلیل کسی کا دعا اور اس کے جواب کا دعویٰ بلا دلیل شرعی کیسے معتبر ہو سکتا ہے؟ مہدی تو نبی کا تابع تام ہے وہ کتاب وسنت سے ہٹ کر کرنت نئے دعوے کر ہی نہیں سکتا۔ غور کرنے کی ضرورت ہے یہ سب زیادتیاں ''مریداں می پرانند'' کے قبیل سے تو نہیں!

- **سورۂ نساء کی آیت ۵۹ میں ''وَأُولُوا الْأَمْرِ مِنكُمْ'' کے تحت اپنے امام کے مفترض الطاعۃ ہونے کا ثبوت اس طرح پیش کرتے ہیں:**

''اللہ اور رسول کی اطاعت کے حکم کے بعد صاحبِ امر کی اطاعت کا حکم دیا جاتا ہے تو یہ بات بڑی نازک قابلِ غور اور لائقِ اتباع ہے۔ جب عام امیر کے تعلق سے اس سے استدلال کیا

جا سکتا ہے تو زیادہ توجہ دینی کی بات یہ سامنے آتی ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کی اطاعت کے بارے میں کیا طریقہ عمل ہونا چاہیے۔ حضرت مہدی علیہ السلام تو صاحبِ امر ہیں، امر اللہ ہیں، مامور من اللہ ہیں، خلیفۃ اللہ ہیں، تابعِ تام محمد رسول اللہ ہیں، قدم بقدمِ رسول اللہ ہیں۔ خاتمِ دین ہیں، کیا آپ مفترض الطاعۃ نہیں ہیں؟

مفترض الطاعۃ کا جو شرعی مفہوم ہے اس کا اطلاق نبی کے علاوہ کسی پر نہیں ہو سکتا۔ اصطلاحاتِ شرعیہ میں خلط مبحث مہدویہ کا عام مزاج ہے، بلکہ اسی پر مذہب کا مدار ہے۔

خصوصاً جب کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جب ان کے بارے میں سنو تو جاؤ اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرو، اگرچہ تم کو برف پر سے رینگتے ہوئے جانا پڑے، اس لیے کہ وہ اللہ کے خلیفہ ہیں اور اس بات کو (یا حدیث کو) اکابر اہلِ سنت محدثین اور صوفیاء بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اصولی طور پر اس میں کسی ایسے شخص کو جو مستند اور متدین عالم ہے اختلاف نہیں ہے۔ البتہ ایک آدھ مؤرخ یا اصول تفسیر سے ہٹ کر اپنی فہم کے مطابق تفسیر کرنے والے نے اس سلسلے میں کچھ لکھ دیا ہو تو دین میں اس کی کوئی حیثیت ہے اور نہ مقام، چونکہ مہدوی حضرت سید محمد جونپوری کو مہدی موعود علیہ السلام مانتے ہیں اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق آپ ہی صاحبِ امر ہیں۔ پس آپ کی اطاعت لازم اور فرض قرار پاتی ہے۔"

- **سورۃ المائدہ آیت "قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ" کے تحت نبوت وولایت کی بحث چھیڑ کر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ نورِ نبوت کی تکمیل واختتام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہوا اور نورِ ولایت کا اختتام سید محمد جونپوری پر ہوا:**

"نور سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انا من نور اللہ و کل شئ من نوری میں اللہ کے نور سے ہوں اور ہر چیز میرے نور سے ہے۔ اس طرح آپ اللہ کا نور ہیں، آپ کو اللہ نے نہ صرف نبوت سے سرفراز فرمایا بلکہ ختمِ نبوت کا تاج بھی آپ کے سر پر رکھا اور ہر نبی پہلے ولی ہوتا ہے پھر اس کو نبوت دی جاتی ہے، اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نورِ نبوت کے ساتھ نورِ ولایت بھی ملا، نبوت کے خاتم تو حضور ہیں لیکن آپ کی ولایت جو باقی رہ گئی تھی اس کے خاتم حضور مہدی موعود علیہ السلام ہیں جیسا کہ مفاتیح الاعجاز شرح گلشن راز میں سوال چہارم در تحقیق کیفیت مسافراں کے جواب کے ضمن میں آیا ہے۔"

نبوت را ظہور از آدم آمد — کمالش در وجود خاتم آمد
ولایت بود باقی تا سفر کرد — چو نقطہ در جہاں دور دگر کرد

یہ چند نمونے ''تفسیر نورِ ایمان'' کے صرف ۱۵۰ صفحات کے مطالعہ کا حاصل ہے، اس میں جو باتیں تفاسیر معتبرہ اور عقائدِ حقہ کے خلاف نظر سے گذریں ان میں سے چند بعینہٖ سپردِ قرطاس کردی گئی ہیں، ان باتوں کا معتبر تفاسیر سے تقابل وقت طلب کام تھا، اس لیے اس سے احتراز کیا گیا۔ البتہ اسی تفسیر میں ایک جگہ منقول میراں سید محمد جونپوری کا قابلِ قدر ملفوظ آخر میں نقل کرتا ہوں جو سب ہی کے لیے قابلِ عمل و لائقِ اتباع ہے:

''حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمادیا تھا کہ میں کوئی نیا مذہب نہیں لایا ہوں، میرا مذہب کتاب اللہ اور اتباعِ محمد رسول اللہ ہے۔ پس میرے اقوال، افعال اور احوال کو دیکھو اور قرآن و سنت پر پیش کرو۔ مطابق پاؤ تو بندے کی تصدیق کرو اور اگر مخالف پاؤ تو بندے کو قتل کرو۔''

جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ میراں صاحب نے ہوش وحواس کے زمانہ میں شریعتِ مطہرہ یعنی کتاب وسنت ہی کو معیارِ حق سمجھا، اسی پر عمل کیا اور اسی کی دعوت دی تھی، لیکن جب ان پر استغراق اور جذب کا غلبہ ہوا تو ایسے دیگر مغلوب الحال صوفیاء کی طرح ان کی زبان نے مافی الضمیر کے ادا کرنے میں لغزش کی اور وہ شطحیات سامنے آئیں جو مخالف کتاب وسنت ہیں، اس لیے ان کے سچے جانثاروں کو چاہیے کہ مذہب کی منقولات کو کتاب وسنت پر جانچیں جو کھری اتریں تسلیم کریں اور جو کھوٹی ہیں تو ان پر بے جا اصرار کرنے اور کھینچ تان کر موافق بنانے کے بجائے اپنے امام کی ہدایت کے مطابق جو بات کتاب وسنت اور اجماعِ امت کے موافق ہو اس کو اختیار کرلیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم کی راہنمائی اور اس پر ثبات نصیب فرمائے۔ آمین

اب آگے ان اٹھارہ آیات کی تحقیق کی جارہی ہے جن کے معنیٰ میراں صاحب نے کتاب وسنت سے ہٹ کر بیان کئے ہیں۔

ہژدہ آیات

یعنی قرآن کریم کی وہ اٹھارہ آیتیں جن کے بارے میں مہدویہ کا خیال ہے کہ ان کے مہدی اور مہدویہ کے حق میں ہونے کی میراں صاحب نے منجانب اللہ خبر دی ہے۔ ان آیات کی نمبروار پہلے معتبر کتب سے متفق علیہ تفاسیر لکھی گئی ہے پھر میراں صاحب کا دعویٰ پیش کیا گیا ہے۔ دعویٰ پر جو صفحہ نمبر لکھا گیا ہے وہ ''رسالہ ہژدہ آیات'' مصنفہ عبدالغفور سجاوندی کا ہے۔

۱

وَاِذِ ابۡتَلٰۤى اِبۡرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىۡ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِىۡ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهۡدِى الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۱۲۴﴾ (سورۂ بقرہ: ۱۲۴)

● اس آیت کی تفسیر میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

از روئے امید حضرت ابراھیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے میرے پرودگار! میری ذریت میں سے بھی امام بنا!! یا پھر اس آیت میں حضرت ابراھیم علیہ السلام کی طرف سے اپنی ذریت کے متعلق سوال ہے کہ اے پرودگار میری ذریت کا کیا ہوگا؟ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکو یہ جواب ملا کہ تمہاری اولاد میں نیک و بد دونوں طرح کے لوگ ہوں گے، نیکوں کو ہم امام بنائینگے اور جو لوگ بد ہوں گے وہ امامت کے مستحق نہ ہوں گے اور نہ ہی ہم انھیں امام بنائیں گے۔ (قرطبی: ۲/ ۸۴)

● امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس میں تنبیہ ہے اس پر کہ تمہاری اولاد میں بعض نافرمان و ظالم لوگ بھی ہوں گے تو وہ لوگ امامت نہیں پاسکیں گے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی امانت اور عہد ہے، اور ظالم اس کا اہل نہیں ہے، اس کے مستحق تو ان میں سے نیک لوگ ہوں گے اس میں دلیل ہے کہ انبیا بعثت سے قبل بھی گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں اور یہ کہ فاسق امامت کا مستحق نہیں ہوتا۔ (بیضاوی: ۱/ ۱۰۴)

● امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ رب العزت نے جب حضرت ابراھیم علیہ السلام کو امتحان کے مراحل سے گذارا، اور وہ ان تمام امتحانات میں پوری طرح کامیاب ہو گئے، تو بطور انعام اللہ تعالیٰ نے ان کو عہدۂ امامت عطا فرمایا۔ اس وقت حضرت ابراھیم علیہ السلام نے اللہ رب العزت سے اپنی ذریت کیلئے دعا کی کہ ''اے پروردگار! میرے بعد میری ذریت میں بھی سلسلۂ امامت باقی رکھ! اللہ پاک نے ان کی دعا کو مشروط قبول فرمایا کہ آپ کی ذریت میں جو لوگ ظالم اور گنہگار ہوں گے وہ تو امام نہیں بنائے جائیں گے اور جو نیک اور صالح ہوں گے البتہ وہ بنائے جا سکتے ہیں۔ (ابن کثیر ۱/۱۵۹)

تینوں ائمہ تفسیر کے کلام سے معلوم ہوا کہ ''وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ'' سے کوئی خاص شخصیت مراد نہیں بلکہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کی طرف سے اپنی اولاد میں بھی نبوت و امامت کے جاری رکھے جانے کی درخواست ہے، اور اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک قاعدہ اور سنت جاریہ کا اظہار فرمایا جا رہا ہے کہ منصبِ نبوت کے سب اہل نہیں ہیں، جو اہل ہوگا اس کو ضرور عطا کیا جائے گا جو نہیں ہوگا وہ محروم رہے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کے مطابق حضرت ابراھیم علیہ السلام کے بعد تمام انبیا انہی کی اولاد میں مبعوث فرمائے۔

اس کے برخلاف مہدویوں کا عقیدہ یہ ہے کہ ''وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ'' سے مراد ایک خاص امام یعنی مہدیٔ موعود اور وہ بھی سید محمد جونپوری صاحب ہی ہیں۔

رسالہ مژدہ آیات کے مصنف عبدالغفور سجاوندی کہتے ہیں......

> مہدیٔ موعود سے روایت کی گئی ہے آپ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم کیا کہ وہ مسلم امام جس کے اپنی ذریت میں سے ہونے کیلئے ابراھیمؑ نے دعا کی وہ فقط تیری ہی ذات ہے نہ کہ کوئی اور''۔ پس میں کہتا ہوں کہ حق وہی ہے جو امام نے فرمایا کیونکہ الفاظ ایک امام کی تقدیر پر دلالت کرتے ہیں، کیونکہ وہ نکرہ ہے جو کلام مثبت میں واقع ہوا ہے پس وہ غیر متعین پر دلالت کرتا ہے اور اس کا عطف محذوف پر ہے'' تقدیر اس کی یہ ہے اجعلنی اِمَامًا ومن ذریتی اِمَامًا۔ (مژدہ آیات ص:۳)

یہی بات تفسیر نور ایمان کے مصنف نے لکھی ہے:

> اللہ نے جو فرمایا تھا کہ میرا وعدہ ظالموں کو نہیں پہونچے گا، یعنی امام وہ ہوگا جو عادل ہوگا،

پس وہ وعدہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صرف امام مہدیٔ موعود علیہ السلام ہی پر صادق آئے گا بلا شرکتِ غیرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابراھیم علیہ السلام کی امام سے متعلق دعا کا مصداق حضرت مہدی علیہ السلام ہی ہیں۔ (ص:۲۴)

زبردستی کی ایک تقدیر جو متقدمین میں سے کسی معتبر مفسر نے اختیار نہیں کی بڑھا کر اپنے امام کو اس کا مصداق قرار دے لیا گیا، جس کا بدیہی البطلان ہونا ہر صاحبِ علم وخبر پر روشن ہے۔

۲

فَاِنۡ حَآجُّوۡكَ فَقُلۡ اَسۡلَمۡتُ وَجۡهِىَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ (سورۂ آل عمران:۲۰)

● اس آیت کی تفسیر میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اگر یہ کفار جھوٹی اور مغالطہ انگیز باتوں کے ذریعہ آپ سے جھگڑا کریں، حجت بازی کریں تو آپ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں لگے رہیں جو کہ ایمان لانا اور تبلیغ کرنا ہے، اور آپ کی نصرت ومدد کرنا اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری ہے۔

"من اتبعن" میں "من" محل رفع میں ہے اور اس کا عطف "اسلمت" کی "تُ" ضمیر مرفوع متصل پر ہے اور اس کے معنیٰ ہیں میرے متبعین بھی (میری طرح) اللہ کے فرمانبردار ہیں۔ (قرطبی:۴/۳۶)

● مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں یہی بات امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھی ہے۔ (بیضاوی:۲/۱۰)

● امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح اس طرح فرماتے ہیں:

اسلام کی حقانیت پر دلائل قائم ہونے کے بعد بھی یہ لوگ اگر آپ سے توحید کے بارے میں جھگڑیں اور خواہ مخواہ کی حجتیں نکالیں تو آپ جواب میں ان سے فرما دیجئے کہ میں خالص اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو اکیلا معبود ہے، جس کا کوئی شریک وساجھی نہیں، نہ اسکی اولاد ہے نہ بیوی۔ اور میرے متبعین کا قول بھی یہی ہے، یعنی جو لوگ میرے دین پر ہیں اور وہ وہی کہتے ہیں جو میں کہتا ہوں جیسا کہ ایک دوسری جگہ ارشاد ہے: "قُلۡ هٰذِهٖ سَبِيۡلِىۡۤ اَدۡعُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيۡرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِىۡ" کہ میری راہ یہی ہے۔ میں اور میرے پیروکار خوب سوچ سمجھ، دیکھ بھال کر تمہیں خدا تعالیٰ کی طرف بلا رہے ہیں۔ (ابن کثیر:۱/۳۳۵)

اس کے برخلاف مہدویہ کا خیال ہے کہ مَنِ اتَّبَعَنِ سے ان کے امام مراد ہیں:

حضرت مہدیٔ موعو علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے لئے حکم کیا کہ یہ من اتبعن کا من خاص ہے اور اس سے مراد صرف تیری ذات ہے کوئی اور نہیں۔ (ہژدہ آیت ص:۶)

یہی تفسیر نور ایمان کے مصنف نے بھی لکھی ہے۔ (دیکھئے ص:۷۱)

۳

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ﴿۱۹۰﴾ (آل عمران:۱۹۰)

● اس آیت کی تفسیر میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَاٰیاتٍ لِّاُولِی الۡأَلۡبَابِ یعنی جو لوگ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمت وقدرت پر دلالت کرنے والی آیات میں غور وفکر کرنے کے لئے اپنی عقلوں کا استعمال کرتے ہیں۔(قرطبی:۴/۲۳۸)

● امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو عام رکھا اور حدیث نقل کی ہے کہ جو شخص اس آیت کو پڑھے اور دلائل قدرت میں غور وفکر نہ کرے تو وہ محروم ہے۔ (بیضاوی:۲/۵۴)

اور اس کے عموم کی واضح دلیل سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۶۴ ہے جس میں یہی مضمون بیان کرنے کے بعد لَاٰیَاتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ فرمایا گیا ہے۔

● امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آسمان وزمین کی پیدائش، لیل ونہار کی گردش میں عقلمند اور پاک نفوس لوگوں کے لئے کافی نشانیاں ہیں جو ہر شئی کی حقیقت پر نظر ڈالنے کے عادی ہیں، اور ان بے وقوفوں کی طرح نہیں ہیں جو اشیاء کی حقیقتوں میں تدبر وتفکر نہیں کرتے۔

پھر اللہ تعالیٰ أُولِی الۡأَلۡبَابِ کے اوصاف بیان فرماتے ہیں: کہ اولوا الالباب وہ لوگ ہیں جو اٹھتے، بیٹھتے، جاگتے، سوتے، الغرض ہر حال میں زبان سے دل سے اللہ کا ذکر کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی عظمت وقدرت، علم وحکمت اور اختیار ورحمت پر دلالت کرنے والی حکمتوں پر غور وفکر کرتے ہیں۔ (ابن کثیر:۱/۴۱۴)

برخلاف اس کے مہدویہ کا کہنا ہے کہ اولوا الالباب سے مراد مہدوی قوم ہے:

حضرت مہدی موعود علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم کیا کہ "**اولی الالباب**" سے مراد فقط تیری قوم ہے۔ میں کہتا ہوں حق وہی ہے جو امام نے فرمایا کیوں کہ وہ لوگ تمام سے ثابت قدم ہیں۔ (ہژدہ آیات ص:۸)(نور ایمان ص:۱۰۲)

اب اگر **اولوا الالباب** سے مہدوی مراد ہیں تو **قوم یعقلون** سے بھی وہی مراد ہوں گے۔ پھر قرآن کریم کس کے لئے ہوگا؟

۴

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِۦ فَسَوْفَ يَأْتِى ٱللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُۥٓ (المائدۃ:۵۴)

● اس آیت کی تفسیر میں امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ اپنی زبردست قدرت کی خبر دے رہے ہیں کہ اگر یہ لوگ اس کے دین کی مدد اور اس کی شریعت کو قائم کرنے سے اعراض کریں گے تو اللہ ان لوگوں کو ختم کر دے گا اور ان کی جگہ ایسے لوگوں کو وجود دے گا جو ان سے ہر اعتبار سے بہتر ہوں گے......

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ قسم کھا کر فرماتے تھے کہ **قوم** کا مصداق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ (ابن کثیر:۲/۶۷)

● امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے علاوہ اور بھی روایات ذکر کی ہیں مگر کسی روایت میں بھی قومِ مہدویہ مراد نہیں لی گئی ہے، اس لئے بعد کے مفسرین نے ہر زمانے میں کفر وارتداد کا مقابلہ کرنے والے مسلمانوں کو اس کا مصداق قرار دیا ہے۔
(الجامع لاحکام القرآن للقرطبی:۶/۱۳۰)

● قاضی بیضاوی کہتے ہیں کہ **بقوم** سے روایات کی روشنی میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی قوم اہل یمن، یا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی قوم اہل فارس یا مجاہدینِ قادسیہ مراد ہیں۔ (بیضاوی:۱/۱۳۲)

مہدویہ کا اعتقاد کچھ اور ہے وہ کہتے ہیں......

حضرت مہدی موعود علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ اس قوم سے مراد فقط تیری قوم ہے کوئی اور نہیں۔ (ہژدہ آیات ص:۱۴)

یہی بات صاحبِ ''نورایمان'' بھی کہتے ہیں:

پس اسی طرح اور اسی نہج پر فسوف یأتی الله بقوم پر نظر ڈالتے ہیں تو بھی یہی مفہوم نکلتا ہے کہ یہاں بھی اللہ کے ایک قوم کو لانے سے مراد اللہ کا ایک خلیفہ ایک قوم کے ساتھ آنے والا ہے اور یہ بالکل بدیہی بات ہے۔ (ص:۱۶۱)

مذکورہ بالا تفاسیر کے مطابق یہ قوم صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مرتدین کا مقابلہ کرنے والی قوم تھی، یا پھر ہر وہ قوم ہوسکتی ہے جس نے ماضی میں کبھی فتنۂ ارتداد کا جم کر مقابلہ کیا یا آج کر رہی ہے، یا آئندہ ضرورت پر کرے گی، لیکن غور کرنا چاہیے کہ تمام مسلمانوں سے ہٹ کر اور پوری امت سے کٹ کر اپنا علاحدہ دین وعقیدہ بنا لینے والی قوم اس کی مصداق کیسے ہوسکتی ہے؟ وہ بھی محض کسی کے دعوے کی وجہ سے؟؟

۵

وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ (الانعام:۱۹)

● اس آیت کی تفسیر میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہ قرآن مجھ پر اتارا گیا ہے تاکہ اے اہل مکہ میں تمہیں اس قرآن کے ذریعے اللہ کے عذاب سے ڈراؤں اور ان لوگوں کو بھی جن تک یہ قرآن پہنچے۔ بلغ کے بعدہٗ ضمیر محذوف ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے من بلغ سے مراد وہ جو بالغ ہوگیا ہے، اور اس میں اسکی دلیل بھی ہے کہ نابالغ مخاطب شریعت اور مکلفِ احکام نہیں ہے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ کتاب وسنت کی تبلیغ نبی کی طرح امت کے حق میں بھی مامور بہ ہے۔ (قرطبی:۶/۲۴۷)

● قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ومن بلغ ضمیر مخاطبین یعنی لأ نذر کم پر عطف ہے، یعنی تاکہ اے اہل مکہ! میں اس قرآن کے ذریعہ تم کو اور ان تمام کو جن تک یہ قرآن پہونچا خواہ وہ کالے ہوں یا گورے جن ہو یا انسان۔ یا یہ مراد ہے کہ موجودہ مخاطبین اور قیامت تک کے وہ تمام لوگ جن کو قرآن پہونچے۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ احکامِ قرآنی نزول کے وقت موجود لوگوں اور بعد کے تمام لوگوں کے لئے عام ہیں۔ (بیضاوی:۲/۱۵۷)

● امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور وحی یہ قرآن مجھ پر اتارا گیا تا کہ میں اس قرآن کے ذریعہ تم کو اور جس جس کو یہ قرآن پہونچے ان سب کو ڈراؤں ۔ محمد ابن کعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو قرآن پہنچ گیا وہ ایسا ہو گیا جیسے اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کر لی، اور ان سے بات کر لی...... ربیع بن انس کہتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر متبع امتی پر لازم ہے کہ وہ آپ کی طرح دوسروں کو دعوت دے اور لوگوں کو اللہ سے ڈرائے۔ (ابن کثیر: ۲/ ۱۲۰)

ان سب مفسرین کے برخلاف میراں سید محمد جونپوری دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا:

''یہ من خاص ہے اور اس سے فقط تیری ذات مراد ہے کوئی اور نہیں'' (ہژدہ آیات ص:۱۶)

صاحبِ نور ایمان بھی یہی تفسیر کرتے ہیں، انہوں نے **ومن بلغ** کے معطوف علیہ کے سلسلہ میں تمام مفسرین سے ہٹ کر کچھ امکانات بیان کئے ہیں اس کے بعد کہتے ہیں:

دوسری وجہ جو ہم نے اوپر لکھی اس کے لحاظ سے بھی من سے مراد خاص ہی ہے (عام نہیں) اور وہ مہدی علیہ السلام ہیں اس لئے کہ قرآن کی وراثت یا رسول کی وراثت کامل طور پر نصوص کی روشنی میں اگر کسی کو پہونچی ہے تو وہ صرف حضرت مہدی علیہ السلام ہیں (ص:۱۷۹)

آگے انہوں نے ابن عربی کا قول نقل کیا ہے اور ظاہر ہے کہ جب کوئی آدمی تمام ماثور تفاسیر سے ہٹے گا تو ابن عربی کے علاوہ اور کس کا سہارا لے سکے گا۔

⑥

فَإِن يَكْفُرْ بِهَا هَٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ ﴿٨٩﴾ (الانعام:۸۹)

● اس آیت کی تفسیر میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر آپ کے زمانہ کے کفار ہماری آیتوں کا انکار کرتے ہیں تو ہم مدینہ کے انصار اور مکہ کے مہاجرین کو ان پر مسلط کر دیں گے، جو ہماری آیتوں کا انکار نہیں کرتے، یا ہم کفار وقت پر مسلمان انسان اور جناتوں کو مسلط کر دیں گے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آیت قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں کو عام ہے ۔ (قرطبی: ۷/ ۲۶)

● قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اگر یہ قریش ان تینوں باتوں ـــــ نبوت، کتاب اور حکمت ـــــ کا انکار کریں تو ان کی قدردانی کے لئے ہم ایسی قوم کو ان پر مسلط کریں گے جو ان جیسی نہ ہوگی، اور وہ مذکورہ بالا انبیاء اور ان کے متبعین ہیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ قوم سے مراد انصارِ مدینہ یا جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا جمیع مومنین یا اہلِ فارس یا ملائکہ ہیں۔ (بیضاوی: ۲/ ۱۷۱)

● امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اگر اہل مکہ یا عربوں، عجمیوں، کتابیوں میں سے کوئی بھی آپ کی نبوت اور کتاب وحکمت کا انکار کرے تو ان لوگوں پر ہم ایسی قوم مسلط کریں گے جو ان چیزوں کا انکار نہیں کریں گی، انکار تو کیا ایک حرف بھی رد نہیں کرے گی؛ بلکہ محکم ومتشابہ تمام آیات پر ایمان لائے گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہمیں بھی ان میں شامل فرمائے۔ یعنی مہاجر وانصار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے قیامت تک کے متبعین۔ (ابن کثیر: ۲/ ۱۴۷)

● امام طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "فَإِنْ يَّكْفُرْ بِهَا" سے مراد قرآن کا انکار ہے۔ اور "هٰٓؤُلَآءِ" سے مراد کفارِ قریش ہیں۔ "قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ" سے مراد انصار ہیں ۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰؤُلَاءِ" میں هٰؤُلَاءِ سے مراد اہل مکہ اور اہلِ مدینہ ہیں۔ (طبری: ۹/ ۳۸۸)

اس کے برخلاف مہدویہ کو ان کے امام سے یہ روایت پہنچی ہے......

> مہدئ موعود علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اس قوم سے مراد فقط تیری قوم ہے کوئی اور نہیں۔ (ہژدہ آیات ص: ۱۷)

مصنف نور ایمان نے یہاں صرف اختلافِ اقوال کے نقل پر اکتفا کیا، تعیین نہیں کی ہے۔ (دیکھئے ص: ۱۹۰)

⑦

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۴﴾ (الانفال: ۶۴)

● اس آیت کی تفسیر میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ میں ایک قول یہ ہے کہ آپ کے لئے اللہ تعالیٰ اور مہاجرین وانصار (مؤمنین) کافی ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اور مؤمنین کیلئے کافی ہے۔ پہلی صورت میں مَنْ حالت رفع میں ہے، اور لفظ اللہ پر عطف ہے، دوسری صورت میں حالتِ نصب میں ہے اور ضمیر مخاطب كَ پر عطف ہے۔ (قرطبی: ۴/ ۳۲۰)

● قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی صورتیں بیان کی ہیں اور من کو عام رکھا ہے خواہ وہ منصوب ہو یا مرفوع یا مجرور۔ (بیضاوی: ۳/ ۶۶)

● امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مؤمنین کو جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمارہے ہیں کہ کفار ومشرکین کا خوف نہ کریں، ڈٹ کر مقابلہ کریں، کیونکہ آپ کی اور اہلِ ایمان کی دشمنوں کے مقابلے میں نصرت وتائید کے لئے اللہ کافی ہے، خواہ ان کی تعداد واسلحہ بہت اور مسلمان معدودے اور ضعیف ہی کیوں نہ ہوں۔ (ابن کثیر: ۲/ ۳۱۰)

● ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے فرماتے ہیں کہ اے نبیؐ! اللہ آپ کے لئے کافی ہے اور جو مومنین آپ کی اتباع کریں ان کیلئے بھی کافی ہے دشمن کی کثرت اور تمہاری قلت تم کو پریشان وخوفزدہ نہ کردے اللہ تعالیٰ اپنی مدد سے تمہاری تائید کرنے والے ہیں۔ (تفسیر طبری: ۱۱/ ۲۵۹)

مہدویہ نے یہاں بھی مَنْ کی تخصیص بلا مخصص کرلی ہے:

> مہدئ موعود علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ یہ "مَنْ" خاص ہے، اور اس سے مراد فقط تیری ذات ہے نہ کہ تیرا غیر۔ (ہژدہ آیات ص: ۱۹)

مصنف "نور ایمان" نے بھی عبد الغفور سجاوندی کی تشریحات اور ابن عربی کے مکاشفات کے حوالہ سے یہی بات کہی ہے (دیکھئے ص: ۲۵۳) جو ظاہر ہے کہ ان معتبر مفسرین کے مقابلے میں حجت نہیں ہوسکتیں۔

۸

الٓرٰ قف كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۙ ① (ھود: ۱)

● اس آیت کی تفسیر میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور ابو العالیہ کا قول ہے کہ اس کی آیتیں امر و نہی کے معاملہ میں محکم اور وعدہ وعید اور ثواب وعذاب کے بیان میں مفصل ہیں۔ قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے ان آیات کو باطل کی دراندازی سے محفوظ اور مضبوط کردیا پھر حلال وحرام کے ذریعہ ان آیات کی تفصیل اور وضاحت فرمادی۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بہ حیثیتِ مجموعی محکم ہے اور ایک ایک آیت کے اعتبار سے دلائلِ توحید ونبوت وآخرت وغیرہ کے بیان میں مفصل ہے۔ یہ بھی منقول ہے کہ لوحِ محفوظ میں اکھٹا ہے اور دنیا میں وقفے وقفے سے نازل ہوا ہے۔ (قرطبی: ۹/ ۴)

● قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی آیات محکم ہیں یعنی اس طرح مرتب اور مربوط ہیں کہ الفاظ ومعانی میں کسی قسم کا اشتباہ واختلال واقع نہیں ہوسکتا، یا فساد ونسخ روکنے والی ہیں، کیونکہ اس جگہ آیات سے اسی سورہ کی آیات ہیں جن میں سے کوئی منسوخ نہیں ہوئی، یا مطلب یہ ہے کہ اس کی آیات دلائل وبراھین سے مستحکم کی گئی ہیں، پھر اس میں عقائد واحکام اور وقائع ونصائح کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے، یا یہ کہ اس کو سورتوں میں منقسم کردیا گیا، یا تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا گیا وغیرہ۔
(بیضاوی: ۳/ ۱۲۷)

● امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہ قرآن کی آیتیں لفظاً محکم اور معنیً مفصل ہیں یعنی لفظ ومعنی دونوں اعتبار سے کامل ومکمل ہیں اور اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہیں، جو اپنے کلام اور احکام میں بڑی حکمت والا اور انجام ونتائج کا اچھی طرح جاننے والا ہے۔ (ابن کثیر: ۲/ ۴۱۷)

● امام طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "الٓرٰ كِتَابٌ اُحْكِمَتْ اٰيَاتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ" کے معنی ہیں: اللہ تعالیٰ نے باطل سے اس کو محفوظ ومضبوط کیا، پھر اس کی تفصیل بیان کی، اور حلال وحرام نیکی وبدی، طاعت ومعصیت کو اس میں واضح طور پر بیان کیا۔
(تفسیر طبری: ۱۲/ ۲۱۰)

مہدویوں نے اس کی عجیب وغریب توضیح کی ہے:

حضرت مہدی موعود علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے اس کو مراد اللہ کے موافق اس طور پر بیان فرمایا کہ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں مضبوط کی گئی ہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے پھر تفصیل سے بیان کی جائیں گی اس کی آیتیں مہدی موعود علیہ السلام زبان سے۔ حکیم وخبیر کی طرف سے یعنی اس کتاب کی آیتیں من عند اللہ بحکم ازل ثابت ہیں یعنی نزول قرآن کی مضبوطی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور بیانِ قرآن کی مضبوطی مہدی علیہ السلام سے ثابت ہے۔ (ثردہ آیات ص:۲۱)

مصنف نورایمان بھی یہی کہتے ہیں کہ:

آیتوں کا استحکام تو باعتبارِ نزول کے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ ہو چکا، پھر اس کی تفصیل کا انتظام بھی چونکہ اللہ کے ذمے تھا اس لئے اللہ نے اس کے لئے بھی ایک بعثت کا انتظام فرمایا جس کے ذریعہ ان آیتوں کی تفصیل بیان ہونے والی ہے اور وہ ہستی حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے سوا اور کون ہے؟ (ص:۳۰۴)

(۹)

اَفَمَنۡ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ وَيَتۡلُوۡهُ شَاهِدٌ مِّنۡهُ وَمِنۡ قَبۡلِهٖ كِتٰبُ مُوۡسٰٓى (هود:۱۷)

● اس آیت کی تفسیر میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ایسا شخص جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں اپنے پروردگار کی طرف سے بینہ پر ہو اور اسے نمایاں فضیلت حاصل ہو، اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو دنیوی زیب وزینت کا خواہاں ہو۔ ابنِ زید کہتے ہیں کہ علی بینۃ سے وہ شخص مراد ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرے۔ ویتلوہ شاھد سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ۔امام قرطبی نے بینۃ اور شاھد کے سلسلہ میں مفسرین کے متعدد اقوال نقل کئے ہیں مگر مَنۡ کی تخصیص کسی کے ساتھ نہیں کی، وہ عام ہی ہے، یا پھر اس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود مراد لئے گئے ہیں۔ (قرطبی:۹/ ۱۳)

● قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ......

آیت میں مَنۡ کا مصداق ہر مخلص مومن ہے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا پھر اہلِ کتاب ہیں۔

(بیضاوی:۳/۱۳۱)

● امام ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کیا منکر قرآن ایسے شخص کی برابری کرسکتا ہے جو اپنے رب کی طرف سے آئی ہوئی بینۃ

یعنی قرآن پر قائم ہے، اور اس کا ایک گواہ اس سے قبل موسیٰ علیہ السلام کی کتاب تورات بھی ہے۔

آیت میں بینۃ سے مراد قرآن ہے، اور شاھد سے مراد اعجاز قرآنی ہے، اور معنی یہ ہو گئے کہ وہ لوگ جو قرآن پر قائم ہیں اور ان کے پاس قرآن کی حقانیت کا ایک گواہ تو اعجازِ قرآنی ہے اور دوسرا گواہ بصورتِ تورات پہلے آچکا ہے، جو موسیٰ علیہ السلام لوگوں کے لئے قابلِ اقتداء اور رحمتِ حق کی حیثیت سے لائے تھے۔ (ابن کثیر: ۲/۴۲۱)

● امام طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ نے اپنے قول أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ میں یہ بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب کی جانب سے دلیل پر تھے اور وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی مراد ہیں۔ (تفسیر طبری: ۱۲/۳۵۶)

اس کے برخلاف سید محمد جونپوری کہتے ہیں......

> اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ یہ "مَنْ" خاص ہے، اور اس سے مراد فقط تیری ذات ہے کوئی اور نہیں۔
>
> عبدالغفور سجاوندی کہتے ہیں کہ لفظ "من" عمومیت کا احتمال رکھتا ہے اور خصوصیت باقتضاء قرینہ ثابت ہوتی ہے۔ اس طرح کہ مہدی موعود کے سوا کوئی "من" کا مصداق ہونے کے لائق نہیں۔ اگر اس کا اطلاق افراد مؤمنین میں سے فرد عام پر کیا جائے تو آیت نفسِ معنٰی کے لحاظ سے درست نہیں۔ اور اگر اس کا اطلاق افرادِ اولیاء میں سے کسی فرد خاص پر کیا جائے تو معنی آیت کے موافق ہوتا ہے اور اولیاء میں خاص مہدی موعود ہی ہیں۔ (ہژدہ آیات ص: ۲۲)

مصنف نور ایمان نے اپنی تفسیر میں میراں صاحب کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حق تعالیٰ سے بلاواسطہ سُن کر بیان کیا کہ:

> أفمن کان میں جو من مذکور ہے اس سے مراد تیری ذات ہے اور بینۃ سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت کی اتباع ہے قولاً وفعلاً وحالاً۔ اور ولایتِ محمدیہ سے مراد وہی خاص ولایت ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے مخصوص ہے اور شاھد سے مراد قرآن ہے .... حضرت مہدی علیہ السلام کے اس بیان کے بعد اب ہمیں دیگر تفسیروں میں جو مصداق الفاظِ مذکورہ بالا بیان کئے گئے ہیں ان پر توجہ دینے کی چنداں ضرورت ہی نہیں رہتی .... (ص: ۳۰۹)

۱۰

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ (یوسف:۱۰۸)

● اس آیت کی تفسیر میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ مبتدا خبر ہے، مطلب یہ ہے کہ اے محمد! آپ کہہ دیجئے کہ میں جس چیز کی طرف دعوت دے رہا ہوں یہی میرا طریقہ اور منہج و مسلک ہے یہی راستہ جنت تک پہونچاتا ہے، بصیرۃ یعنی پورے وثوق وحق کی بات ہے، انا و من اتبعنی میں اور ہر وہ شخص جو میرا متبع ہے، اس میں انا تاکید کے واسطے ہے۔ (قرطبی:۹/ ۱۹۳)

● امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ رب العزت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم —— جو جن وانس کے رسول ہیں —— سے فرماتے ہیں کہ اے نبیؐ! جن وانس سے کہہ دیجئے کہ میرا تو یہی طریقہ اور مسلک ہے کہ لوگوں کو بصیرت اور یقین کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں، میں بھی اور وہ لوگ بھی جو میری اتباع کرنے والے ہیں، اور میری اور میرے متبعین کی یہ دعوت کسی سرسری نظر پر مبنی نہیں بلکہ پوری بصیرت اور عقلی وشرعی دلائل کی روشنی میں ہے۔ (ابنِ کثیر: ۳/ ۴۷۷)

● امام طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ابن زید نے اللہ تعالیٰ کے قول " قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ " کے بارے میں فرمایا کہ " هذه سبیلی " سے مراد هذا امری و سنتی و منهاجی (یعنی میرا حکم، میرا طریقہ اور میرا راستہ ہے) میں اور میرے متبعین اللہ کی طرف سے پوری بصیرت کیساتھ اس کی دعوت دیتے ہیں۔ آپؐ کے پیروکاروں پر لازم ہے کہ وہ وہی دعوت دیں جو نبی نے دی اور لوگوں کو قرآن وسنت کے ذریعہ نصیحت کریں اور اللہ کی نافرمانیوں سے روکیں۔ (تفسیرِ طبری: ۱۳/ ۳۷۹)

لیکن مہدوی اپنے امام کی اتباع میں کچھ اور ہی کہتے ہیں:

> اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا کہ "من اتبعنی" کا من خاص ہے اور اس مراد فقط تیری ذات ہے اس میں غیر شریک نہیں۔

عبد الغفور سجاوندی کہتے ہیں کہ ''من'' کے خاص ہونے پر قرینہ یہ ہے کہ ''من'' کا عطف اس پوشیدہ ضمیر پر ہے، جو ''ادعو'' میں ہے اور یہ عطف اس بات کو چاہتا ہے کہ تابع اور متبوع کی دعوت ایک ہی مرتبہ میں ہو ورنہ دونوں دعوتوں میں تفرقہ لازم آئے گا۔ اور جملہ کے عطف میں مناسبت کا ہونا ایک ایسا امر فرعی ہے جو وصل کے بہترین مقامات میں سے سمجھا جاتا ہے، اور یہ بات معلوم ہے کہ نبی پر دعوت فرض تھی، تو آپ کے تابع پر بھی فرض ہونا چاہیے اور وہ تابع مہدی موعود کے سوا کوئی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ مہدی کی بعثت اسی کام کے لئے ہے۔
(ہژدہ آیات ص:۲۶)

مصنف ''نورِ ایمان'' کہتے ہیں:

تیسری بات جو قابل غور ہے: وہ یہ کہ ''ومن اتبعنی'' سے کون مراد ہے، عام مفسرین یہی کہتے ہیں کہ اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع کرتا ہے، گویا اس آیت میں جو من ہے وہ عام ہے، حضرت مہدی علیہ السلام نے جب اس آیت شریفہ کا بیان فرمایا تو یہ فرمایا کہ یہ من خاص ہے اور اس سے بندہ کی ذات مراد ہے، چنانچہ آپ نے فرمایا (ترجمہ از فارسی) فرمان ہوتا ہے کہ اس تابع سے تیری ذات مراد ہے، اظہار کردے ورنہ تو گنہگار ہوگا۔ (ص:۳۴۲)

۱۱

ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا الۡكِتٰبَ الَّذِيۡنَ اصۡطَفَيۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا ۚ (فاطر:۳۲)

● اس آیت کی تفسیر میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ثُمَّ أَوۡرَثۡنَا الۡكِتَابَ یعنی اعطینا ہم نے عطا کیا الکتٰب سے یہاں اس کے علوم واحکام مراد ہیں، اللہ پاک نے جب امتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قرآن کریم کی نعمت عطا کی تو گویا اس نے ہم سے قبل کی امتوں کو دی گئی کتاب کا وارث بنا دیا، اصطفینا کے معنیٰ گندگیوں سے پاک کرنا ہے۔ من عبادنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں، اگر چہ کہ لفظ کا عموم تمام امتوں کے مومنین کے لئے عام ہوسکتا ہے مگر کتاب کا وارث بنایا جانا عام نہیں ہے صرف امت محمد یہ کے ساتھ خاص ہے۔ (قرطبی: ۱۴/ ۳۵۳)

● قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ثُمَّ أَوۡرَثۡنَا الۡكِتَابَ یعنی ہم نے قرآن کو آپ کی وراثت بنانے کا فیصلہ کردیا، یا کتاب کو پچھلی امتوں سے اس امت میں منتقل کیا۔ الذین اصطفینا یعنی اس امت کے علماء خواہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہوں یا بعد والوں میں سے۔ یا پوری امتِ مسلمہ بھی مراد ہوسکتی ہے اس لئے کہ

اللہ تعالیٰ نے اس کو تمام امتوں پر فضیلت دی ہے اور چُن لیا ہے۔ (بیضاوی:۴/۲۵۹)

● امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے محمد! یہ کتاب اولاً ہم نے آپ پر نازل کی پھر ان لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچائی جن کو ہم نے اپنے تمام بندوں میں سے باعتبار ایمان کے پسند فرمایا یعنی مسلمانوں کے ہاتھوں میں یہ قرآن پہونچایا۔ (ابن کثیر:۳/۵۳۴)

ابن کثیر نے متعدد روایات اس آیت کی تفسیر میں نقل فرمائی ہیں، لیکن انہوں نے یا کسی بھی مفسر نے الذین اصطفینا من عبادنا سے مہدوی قوم کو مراد لیا نہ کسی اور مخصوص طبقے کی تعیین کی۔

اس کے برخلاف سید محمد جونپوری کہتے ہیں کہ......

> اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا کہ وارثین کتاب سے مراد فقط تیری قوم ہے ان کے سوا کوئی اور نہیں۔
> عبد الغفور سجاوندی کہتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو خبر دی کہ ہم نے وارث بنایا کتاب کا یعنی وارث بنایا معانی قرآن کا ان لوگوں کو جنھیں ہم نے منتخب کرلیا تا کہ قرآن کے معانی اور اشارات ورموز کو ظاہر کریں اپنے بندوں میں سے۔ وہ مہدیٔ موعود علیہ السلام کی قوم ہے۔
> اس معنی کی تائید کرتا ہے وہ قول جو عوارف میں مذکور ہے۔ ابن مسعود سے مروی ہے کہ نہیں ہے کوئی آیت مگر اس کے لئے ایک قوم ہے جو قریب میں اس آیت کا معنیٰ جانے گی۔
> (ہژدہ آیات ص:۲۸)

یہاں صاحبِ نورِ ایمان نے کوئی نوٹ نہیں لکھا ہے، آیت کے صرف اگلے حصے پر نوٹ لکھا ہے، بہرحال یہ تفسیر بھی جمہور مفسرین کے برخلاف ہے۔

۱۲

وَاِنۡ تَتَوَلَّوۡا يَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَيۡرَكُمۡ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوۡنُوۡۤا اَمۡثَالَكُمۡ ﴿۳۸﴾ (محمد:۳۸)

● اس آیت کی تفسیر میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قَوۡمًا غَيۡرَكُمۡ سے متعلق حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ عجم مراد ہیں۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ فارسی اور رومی مراد ہیں۔ شریح کا کہنا ہے کہ اس سے انصارِ مدینہ مراد ہیں، یہی ابن عباسؓ کا قول ہے۔

مجاہد کہتے ہیں کہ تمام لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ جس کو چاہے لاکر کھڑا کرے گا، کوئی خاص قبیلہ یا قوم مراد نہیں ہے۔ (قرطبی:۱۶/ ۱۸۵)

● امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ بندوں سے اپنی بے نیازی کو اس طرح بیان فرمار ہے ہیں کہ اگر تم لوگ ہمارے احکام سے روگردانی کرو گے تو ہم تمہاری جگہ دوسری قوم کو پیدا کرلیں گے اور پھر وہ تم جیسے روگردانی کرنے والے نہ ہوں گے بلکہ نہایت فرمانبردار ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے فرمائی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! وہ کونسی قوم ہے کہ اگر ہم خدانخواستہ احکامِ دین سے روگردانی کرنے لگیں تو وہ ہمارے بدلے میں لائی جائے گی اور پھر وہ ہماری طرح احکام سے روگردانی نہیں کرے گی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی شانے پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ یہ اور اس کی قوم، اور اگر دین حق ثریا ستارے پر بھی ہوتا تو فارس کے کچھ لوگ وہاں بھی پہنچ کر دین کو حاصل کرتے اور اس پر عمل کرتے۔ (ابن کثیر: ۴/ ۱۸۵)

● امام طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی وَإِن تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ الخ حضرت سلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ کون لوگ ہونگے کہ اگر ہم روگردانی کریں تو ہمارے بدلے اُن کو کھڑا کیا جائیگا۔ راوی کا بیان ہے کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا یہ اور اس کی قوم کے لوگ ہوں گے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر یہ دین ثریا کی بلندی کو جا لگے تب بھی اہلِ فارس کے چند لوگ اسے وہاں سے لے آئیں گے۔ (تفسیر طبری: ۲۱/۲۳۴)

اس کے برخلاف سید محمد جونپوری کہتے ہیں کہ......

اللہ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ اس قوم سے مراد فقط تیری قوم ہے کوئی اور نہیں۔
سجاوندی کہتے ہیں میں کہتا ہوں حق وہی ہے جو آپ نے فرمایا پہلی آیت کا سیاق عبارت

اسی کی تائید کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو خبر دی ہے کہ کہہ دے مومنوں سے کہ اے مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو! الخ.................. اگر تم ان تمام امور سے جن کا اللہ نے تم کو حکم دیا ہے پھر جاؤ گے تو وہ تمہارے بدلہ ایک دوسری قوم کو لائے گا۔ وہ مہدی موعود کی قوم ہے پھر وہ تم جیسی نہ ہوگے۔ (ہژدہ آیات ص:۳۰)

مصنف نور ایمان نے بھی مکمل عبارت سجاوندی صاحب کی نقل کر دی ہے، یعنی اسی کو معتبر قرار دیا ہے۔ (دیکھئے ص:۶۹۶)

⑬

خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ﴿۳﴾ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴿۴﴾ (الرحمن: ۳، ۴)

● اس آیت کی تفسیر میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر بے شمار نعمتیں ہیں۔ ان نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے انسان بنایا اور اسے گویائی اور دانائی عطا کی۔ یہاں انسان سے حضرت آدم علیہ السلام مراد ہیں اور تعلیم سے تمام چیزوں کے نام یا تمام لغات کی تعلیم مراد ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ الانسان سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں اور البیان سے مراد حلال وحرام اور ہدایت وگمراہی کی توضیح ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ الْإِنسَان سے مراد تمام انسانیت ہے، کیوں کہ وہ اسمِ جنس ہے، اور بیان سے مراد عقل ونطق ہے کیونکہ انسان دیگر مخلوقات پر اسی سے فضل وشرف رکھتا ہے۔ (قرطبی: ۱۷/ ۱۱۳)

● ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ......

"خلق الانسان" میں الانسان سے مراد آدم علیہ السلام ہیں۔ (تفسیر طبری: ۲۲/ ۱۶۹)

● قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جب اس سورت کا مضمون ہی دینی واخروی نعمتوں کا ذکر ہے تو اللہ پاک نے سب سے پہلے الرحمن فرما کر اپنی رحمت کی نعمت کو یاد دلایا اسکے بعد سب سے عظیم الشان دینی نعمت یعنی القرآن کی تعلیم کا ذکر فرمایا، کیونکہ وہ دین کی بنیاد اور شریعت کا ماخذ ہے، پھر خلق الانسان علمه البیان فرما کر اس بات کی طرف سے اشارہ کیا کہ انسانیت کا دوسری تمام مخلوقات سے امتیاز نطق اور کلام کی وجہ سے ہے، بیان کی حقیقت مافی الضمیر کا اظہار اور مخاطب کی تفہیم ہے۔ (بیضاوی: ۵/ ۱۷۰)

لیکن یہاں بھی مہدوی قوم اپنے امام کے حوالہ سے انسان کے عموم کو مہدی کے ذات سے مخصوص قرار دے لیا ہے۔

مہدی موعود علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ انسان سے مراد تیری ذات ہے اور عبدالغفور سجاوندی مہدوی نے اس کی تشریح اس طرح کی ہے خلق الانسان یعنی مہدئ موعود علیہ السلام علمه البیان یعنی اللہ نے مہدی کو بیانِ قرآن سکھایا۔ (ہژدہ آیات ص:۳۱)

صاحبِ نورِ ایمان کا خیال بھی یہی ہے:

حضرت مہدئ موعود خلیفۃ اللہ نے جن کے ذریعہ قرآن کا بیان ہونا خود قرآن سے معلوم ہو رہا ہے فرمایا کہ اس سے مراد بندہ کی ذات ہے۔ (ص:۷۲۴)

(۱۴)

ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ﴿١٣﴾ وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ﴿١٤﴾ (واقعہ:۱۳، ۱۴)

● ان آیات کی تفسیر میں امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت "ثلة من الاولين" نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ بات گراں گذری کہ ہم بہ نسبت امم سابقہ کے کم رہیں گے اس پر دوسری آیت نازل ہوئی "ثلة من الاولين وثلة من الآخرين" اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے امید ہے کہ تم یعنی امتِ محمدیہ جنت میں ساری مخلوق کے مقابلہ میں چوتھائی، تہائی بلکہ نصف اہلِ جنت ہوں گے اور باقی نصف میں بھی کچھ تمہارا حصہ ہوگا۔ (ابن کثیر: ۴/ ۲۸۶)

● امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کو راجح قرار دیا ہے کہ اولین وآخرین دونوں طبقے اسی امت کے ہیں اولین اس امت کے قرونِ اولیٰ یعنی صحابہ وتابعین وغیرہ ہیں جن کو حدیث میں خیر القرون فرمایا ہے اور آخرین قرون اولیٰ کے بعد والے حضرات ہیں۔ (قرطبی: ۱۷/ ۱۴۷)

(۱۵)

ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ

سورۃ الواقعہ میں ان دونوں جگہوں پر جنت میں جانے والوں کا موازنہ کیا گیا ہے، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ اولین وآخرین سے مراد کیا ہے، آیا اولین سے مراد پچھلی امتیں

اورآخرین سے مرادامتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا اولین سے مراداس امت کے اولین مسلمان یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اورآخرین سے مراد بعدوالے لوگ مراد ہیں؟ احادیث سے دونوں باتیں معلوم ہوتی ہیں اوردونوں مراد لینے پر بھی آیت کے معنیٰ ومفہوم میں کوئی اشکال نہیں ہوتا۔ معنیٰ واضح اورصاف ہیں، لیکن مہدوی قوم اپنے امام کے حوالہ سے دونوں جگہوں پر اٰخرین سے اپنی قوم کی تخصیص کرتی ہے جو بلادلیل اورخلاف جمہور ہے۔

مہدیٔ موعود سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول ثلۃ من الاٰخرین سے فقط تیری قوم مراد ہے اور ثلۃ من الاولین سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب اوران کے تابعین مراد ہیں۔ (ہژدہ آیات ص:۳۲)

یہی بات صاحبِ نورایمان نے بھی لکھی ہے۔ (دیکھئے ص:۷۲۸)

۱۶

وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ (جمعہ:۳)

● امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ یعنی جولوگ ان کے زمانے میں نہیں ہیں بعد میں اسلام میں داخل اور شامل ہونے والے ہیں۔ پھر بخاری ومسلم کے حوالہ سے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی قوم کی طرف اشارہ والی روایت نقل فرمائی ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے جب ملحق ہونے والوں کی بابت دریافت کیا تو آپ پہلے تو خاموش رہے پھر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اس کی قوم کے لوگ مراد ہیں، یہ لوگ اگر دین ثریا ستارہ پر بھی پہونچ جائے تو وہاں سے بھی اُتار لائیں گے اسکے بعد بعض اوراقوال نقل کر کے امام قرطبیؒ فرماتے ہیں پہلا قول ہی زیادہ صحیح ہے۔

آگے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ تفسیر نقل فرمائی ہے کہ......

یہ اللہ کا فضل ہے کہ اس نے ایمان کی بدولت عجم کو عرب اور قریش سے جوڑ دیا، یا پھر اس سے اسلام مراد ہے کہ جس کو چاہتا ہے بلاتفریق نسل عطا فرماتا ہے۔ (قرطبی:۱۸/۶۹)

● قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

واٰخرین منھم یہ وہ تمام لوگ ہیں جو صحابہ رضی اللہ عنہ کے بعد سے لیکر قیامت تک کسی بھی زمانہ میں اسلام میں داخل ہوں گے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم و دعوت تمام انسانوں کے واسطے ہے۔ لما یلحقوا بھم یعنی ابھی تک مسلمانوں میں شامل نہیں ہیں لیکن بعد میں ایمان لاکر ان میں مل جائیں گے۔ (بیضاوی:۵/۲۱۱)

● امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد مفسرین کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ اٰخرین سے مراد قیامت تک کا ہر وہ عجمی ہے جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی ہو۔ (ابن کثیر: ۴/۳۶۳)

اس کے برخلاف مہدوی قوم کا کہنا کہ اس سے صرف مہدوی قوم ہی مراد ہے:

> امام مہدی موعود سے مروی ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم فرمایا ہے کہ واٰخرین منھم سے مراد فقط تیری قوم ہے اور من الرسول منھم (ان میں کے رسول مقدر) سے مراد تیری ذات ہے۔ (ہژدہ آیات ص: ۳۳)

صاحبِ نورِ ایمان نے بھی اس جگہ بڑی تفصیلی مگر غیر متعلق گفتگو کر کے یہی نتیجہ اخذ کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

> اب غور طلب بات یہ ہے کہ اٰخرین میں ایسے کون لوگ مراد ہے جو رسول اللہ کے اصحاب کے ہم پلہ ہوں بجز خلیفۃ اللہ کے اصحاب کے کوئی جماعت نہیں ہوسکتی، مہدی چونکہ اللہ کے خلیفۃ اللہ کے اصحاب کے خلیفۃ اللہ کے اصحاب ہی برابر ہونگے۔ (ص: ۷۵۳)

(۱۷)

ثُمَّ اِنَّ عَلَیۡنَا بَیَانَہٗ ﴿۱۹﴾ (قیامۃ: ۱۹)

اے محمد! قرآن کریم آپ کو یاد کرا دینا، اور آپ کی زبان پر جاری کرا دینا تبلیغ کے وقت یاد رکھوانا، اور لوگوں کے سامنے پڑھوا دینا یہ سب ہمارے ذمہ ہے۔ یا قرآن میں مذکور حدود، حلال وحرام اور وعدہ وعید کی توضیح وتشریح ہمارے ذمہ ہے، اس لئے آپ فرشتہ کے ساتھ اپنی زبان ہلا کر مشقت برداشت نہ کیا کریں۔

(ابن کثیر: ۴/۴۵۰، قرطبی: ۱۹/۷۹، بیضاوی: ۵/۲۶۶، طبری: ۲۳/۵۰۴)

تمام مفسرین کے خلاف مہدویہ کے نزدیک اس کی تفسیر اس طرح ہے:

امام مہدی موعود نے اللہ کے حکم سے فرمایا کہ تحقیق ہمارے ذمہ ہے بیان اس کا یعنی مہدئ موعود کی زبان سے اور وہ تیری ذات ہے یعنی ہم نے تجھ پر لازم گردانا ہے بیان اس کا (قرآن کا) اپنی تعلیم سے۔ (ہژدہ آیات ص:۳۵)

صاحبِ نور ایمان نے بھی اس جگہ یہی تفسیر کی ہے اور خواہ مخواہ ہی جمع قرآن کی بحث چھیڑ کر یہ نتیجہ نکالنے کی ناکام سعی کی ہے کہ بیانِ قرآن کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے مہدئ موعود ہی کے ذریعہ پوری کی ہے۔ (دیکھئے ص:۷۸۹)

⑱

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴿۴﴾ (بینۃ:۴)

● اس آیت کی تفسیر میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أُوتُوا الْكِتَابَ یعنی یہود و نصاریٰ، دوسروں کو چھوڑ کر تفریق کے ساتھ صرف اہل کتاب کو خاص کرنے کی وجہ ـــــ جبکہ وہ بھی منکرین ہی میں شامل ہیں ـــــ یہ ہے کہ ان کے پاس علم ہونے کا لوگوں کو یقین تھا، جب انہوں نے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور قرآن کریم کی صداقت کے بارے میں پہلے سے متفق ہونے کے باوجود اعلانِ نبوت کے بعد افتراق کیا، ـــــ چنانچہ ان میں سے بعض نے آپ کا انکار کیا اور بعض آپ پر ایمان لے آئے ـــــ تو کفار و مشرکین بھی ان کے ساتھ مل گئے، گویا افتراق کے اصل اور اول مجرم اہل کتاب ہی ہوئے اور بینۃ سے مراد قرآن کریم ہے جو ان کے پاس موجود کتابوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو توصیف و تعریف موجود تھی، اس کی تصدیق کرتی ہے۔ (قرطبی:۲۰/۱۰۲)

● قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اہل کتاب کا یہ افتراق اس طور پر ہے کہ (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلانِ نبوت کے بعد) ان میں سے بعضے تو آپ پر ایمان لائے اور بعض دیگر شک و شبہ میں پڑ گئے یا اپنے کفر پر جمے رہنے کا تہیہ کر کے متفرق ہو گئے، اہل کتاب کی تخصیص اسلئے کی کہ ان کی حالت کی زیادہ مذمت ہو سکے کیونکہ وہ علم رکھنے کے باوجود افتراق میں پڑ گئے تو یہ جاہلوں کے مقابلہ میں زیادہ مذمت کی بات ہے۔ (بیضاوی:۵/۳۲۸)

● امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یعنی ہم سے قبل امتیں جنہیں آسمانی کتب عطا کی گئی تھیں مگر وہ اس کے بارے میں آپسی اختلافات کے شکار ہو گئے اور واضح دلائل آنے کے باوجود شدید افتراق وانتشار میں پڑ گئے۔

(ابن کثیر: ۴/ ۵۴۰)

● امام طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہود ونصاریٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملہ میں اختلاف ان کے پاس کھلی نشانی کے آنے کے بعد کیا، کھلی نشانی سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملہ کا واضح ہو جانا ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں جن کو اللہ نے اپنی مخلوق کی طرف بھیجا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ جب اللہ نے آپ کو مبعوث فرمادیا تو وہ لوگ آپ کے بارے میں اختلاف کر بیٹھے، بعض نے آپ کی تکذیب کردی اور بعض آپ پر ایمان لے آئے حالانکہ وہ سب آپ کے مبعوث ہونے سے پہلے آپ کے نبی ہونے کے سلسلہ میں کوئی اختلاف نہیں رکھتے تھے۔ (تفسیر الطبری: ۲۴/ ۵۵۳)

اس کے برخلاف سید محمد جونپوری کا دعویٰ ہے کہ......

> اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم دیا کہ ان لوگوں سے مراد جن کو کتاب دی گئی ہے تیرے زمانے کے علماء ہیں اور بینۃ سے مراد مہدی موعودؑ ہیں اور وہ تیری ذات ہے۔ (ص:۳۸)

یہی تفسیر سجاوندی صاحب کے حوالہ سے صاحبِ نورایمان نے بھی کی ہے۔ (دیکھئے ص:۸۲۱)

حاصل یہ ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر کے سلسلہ میں یہ حضرات اہل السنۃ والجماعۃ کے متوارث ومتواتر اصولوں کی پابندی نہیں کرتے، اور کرتے بھی کیوں؟ جب کہ ان کے امام نے خود فرمادیا تھا کہ تفسیر قرآن کے لئے ''نور ایمان'' کافی ہے۔ جبکہ علماء امت ہمیشہ سے تفسیر قرآن کے لئے قرآن ہی کی دیگر آیات، احادیثِ نبی، آثار صحابہ، اقوال تابعین اور لغتِ عرب وغیرہ کو مدنی قرار دیتے ہیں۔

❀❀❀